

[illegible][illegible][illegible]



[illegible]









پر مقصور رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہو اسکی آنکھ سے پردہ دور کر دیا کہ وہ ان چیزوں کی کچھ قدر و منزلت نہیں دیکھتا بلکہ احسان الہی جو ازل میں اس پر ہوا اس کے شکر یہ کہ ادا ہونے سے شرم میں غرق ہو بلکہ ادا ہونے کو بھی نہیں صرت احسان پر نظر رکھتا ہے۔ جو لوگ باطل و بیہودہ ہیں وہ اپنے بد اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں۔ زاہدون کو اس کے اعمال اچھے دکھائے کہ اس میں زیادہ رغبت کریں۔ وہی نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے اعمال پسند ہونا جاری کر دیا پس ایسے لوگ درجہ تحقیق سے گر گئے اور کوئی نہیں بچا سواے ان بزدلوں کے جنکو اللہ تعالیٰ نے نور مشاہدہ سے محفوظ فرمایا پس اس سے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عزوجل نے احسان کیا تو میں نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ إِنَّمَا

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر آئو گے ایک نشانی ہو سنیے اب اس کو ان میں تو کہیں لایا ہے اللہ ق مایشعرو گم انہا اذا جاءت لایؤمنونہ ونقلب أفعد تھو و أبصارھو گم مالم یؤمنوا بآول مرة ونذرھو فی انکے دل اور آنکھیں جیسے منکر ہوئے ہیں پہلی بار اور چھوڑ رکھینگے انکو

طغیا نھم یعمھونہ

اپنے جو جس میں بہکتے

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ اے غایہ اجتہاد ہم فی الایمان۔ یعنی مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی نہایت اپنی کوشش سے قسم میں یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمیں کھائیں اس بات پر کہ۔ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔ اگر کوئی ایسی آیت آ جاوے گی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کر کے مانگتے ہیں تو ضرور اس پر ایمان لا دیں گے۔ یہ اپنے آپ کو قادر سمجھ کر در کیا۔ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِن مِّنْ مَّشْرُكٍ مِّثْلُ شَيْءٍ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالٰی اے کہہ دے کہ آیات تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور تعالیٰ مختار ہی جاسے جیسے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار میں نہیں۔ میں تو فقط ڈرسانے والا ہوں۔ وَمَا يَشْعُرُ كَمَا أَنَّهُمْ إِذَا جَاءَتْ لَایُؤْمِنُونَ مفسر رحمہ اللہ نے انہا سے استنبات بکسر آن لیا اور معنی یہ بیان کیے مایشعرو گم۔ اے مایہ دیکم بایمانم اذا جارت۔ کس نے ٹکڑا گاہ کیا ان کے مومن ہو جانے پر جبکہ آیت انکی مانگی ہوئی آ جاوے لیسی تم اس بات کو نہیں جانتے ہو قولہ انہا اذا جارت لایؤمنون۔ اور علم الہی میں یہ بات سابق ہو چکی ہو کہ آیت مقررہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لا دیں گے۔ قال المترجم اس تفسیر پر مایشعرو گم کا خطاب مومنوں کو ہے اور بعض مسلمانوں نے حرص کی تخی کہ کاش انکی مقررہ آیت آ جاتی کیونکہ مشرکوں نے مومن ہو جانے پر طعن کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعب سے مرسل روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلیع سے کہا کہ اے محمد تم ہمارے خبر دیتے ہو کہ موسیٰ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی روان ہوتا اور عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے اور نوح کا ناقہ بچا پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمھاری تصدیق کریں۔ پس رسول اللہ صلیع نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کہہ صفا خاص سونا ہو جاوے آپ نے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کر دے تو کہنے لگے کہ واللہ ہم سب تمھارے تابع ہو جاوے گے تو آنحضرت صلیع نے



چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معایر یک الی مایر یک واستغث قلبک وان افتاک المفتون۔ مترجم کہتا ہے کہ الفاظ حدیث بروایت صحیحہ اوپر مذکور ہو چکے ہیں حاصل آنکہ شک چھوڑ کر بے شک کو اختیار کرو اور نفوی پر نجا بلکہ دل کو مطمئن کر لے۔  
وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدَايَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ كَذَلِكَ

اور تم لوگ بڑا کہو جسکو وہ بکارنے ہیں اللہ کے سوا کہ وہ بڑا کہہ بیٹھیں اللہ کو سے ادبی سے سمجھ اسی طرح  
يَسْأَلُ كُلُّ امَةٍ عَمَلَهُمْ شَرِيحًا لِّرَبِّهِمْ مِمَّنْ جَعَلَ لَهُمْ فِتْنًا يُمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

یعنی جملے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو اپنے کام بھرا لگا اپنے رب پاس یہودی خاں تب دو جناوے جو کچھ کرنے تھے  
وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ يَدْعُونَ كَانَا عَلَى مَشْرُكِينَ هُوَ اَوْ خَيْرٌ مِّنْهُم مَّنْ كَانَ مَعَ بَابِ مَوْجُو لِي

وہ محدث ہوں اور یہی یہ ہیں کہ ست بڑا کہوں چیزوں کو جنکو پکارتے یعنی خبی عبادت کرتے ہیں شرک لوگ اور وہ چیزیں اسوے اللہ کے ہیں۔ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدَايَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ جس چیز سے ہنی فرمائی اس چیز پر یہ نتیجہ مترتب ہوا اگر اس چیز سے باز نہ رہا جائے  
یعنی مشرکوں کے معبودوں کو بڑا کہو گے تو وہ لوگ ظلم و عدوان سے محض جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو بڑا کہیں گے حالانکہ انکو اللہ تعالیٰ کا علم معرفت نہیں ہے۔ حاصل آنکہ اولیٰ نے رسول اللہ صلعم و مومنوں کو بتوں وغیرہ مشرکوں کے معبودوں کو سخت زبانی کے ساتھ ذکر

کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بتوں کی ہجو کرنے میں اگرچہ فائدہ مترتب ہو مثلاً باطل اعتقاد ان چیزوں کی طرف سے اٹھ جاوے لیکن اسکے مقابلہ میں ایک فساد بڑھا ہوا بھی موجود ہے وہ یہ کہ مشرکین بھی اہل ایمان کے معبود برحق کو بڑا کہیں گے۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ مشرکوں نے کہا کہ اے محمد تم باز رہو اس سے کہ ہمارے معبودوں کو بڑا کہو ورنہ ہم تمہارے معبود کی ہجو کریں گے پس اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ عبدالرزاق نے قتادہ رحمہ سے روایت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ ہوا تھا۔ اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سعدی رحمہ اللہ سے سرداران قریش کا ابوطالب کے مرض میں جانا اور کہنا کہ منہ کر دو کہ تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کے حق میں بد زبانی نہ کرے ورنہ ہم اسکے معبود کے حق میں بد زبانی کہیں گے ایک قصہ روایت کیا ہے۔ قال الحافظ اسی قبیل سے کہ مفسدہ

دور ہو حدیث صحیح بن آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جس نے اپنے والدین کو گالی دے تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیگا فرمایا کہ دوسرے کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اسکے باپ کو گالی دیگا اور دوسرے کی ان کو گالی دیگا تو وہ اسکی ان کو گالی دیگا۔ كَذَلِكَ نَسْأَلُ كُلَّ امَةٍ عَمَلَهُمْ یعنی جیسے ان مشرکوں کے نزدیک ہم نے انکے ان کاموں کو مزین کر دیا

ایسی ہی ہر امت کے نزدیک اسکے افعال کو مزین کیا ہے۔ خواہ واقع میں اچھے ہوں یا برے ہوں وہ امت اسکو اچھا سمجھ کر بجالاتی تھی اس میں اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت بالغہ ہے بندہ کی مجال نہیں کہ تمام حکمت الہی کو محیط ہو سکے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ثُمَّ اِلَى رَبِّهِمْ  
يَعْمَلُونَ اس میں سخت تہدید ہے یعنی جو کرتے تھے وہ انکو بتلایا جائیگا اور بعض نے اسکو عدد و وعید دونوں پر محمول کیا کیونکہ مانع ہے

اور آگاہ کرنا بذریعہ نامہ اعمال ہو پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ انکے نیک اعمال یا بد اعمال کی جوار سزا لیگی۔ فی العر شر قولہ تعالیٰ کذلک نسال کل امۃ علم۔ اولیٰ نے عوام کو دنیاوی جاہ و مال و قتال میں مبتلا کر دیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت و عوں پر نظر رکھنے میں مبتلا کیا پس جو شخص کہ خالص عبادت کرنے والا ہے تو تعالیٰ کا نہیں ہوا اسکو لذت قرب و وصال سے محروم کر کے اسی کی طرف

اور آگاہ کرنا بذریعہ نامہ اعمال ہو پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ انکے نیک اعمال یا بد اعمال کی جوار سزا لیگی۔ فی العر شر قولہ تعالیٰ کذلک نسال کل امۃ علم۔ اولیٰ نے عوام کو دنیاوی جاہ و مال و قتال میں مبتلا کر دیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت و عوں پر نظر رکھنے میں مبتلا کیا پس جو شخص کہ خالص عبادت کرنے والا ہے تو تعالیٰ کا نہیں ہوا اسکو لذت قرب و وصال سے محروم کر کے اسی کی طرف

قرین پس کیونکر ان صریح و ظاہر آیات و بصائر کو دیکھینگے اور بدون ہدایت انکی کیونکر بینائی پاویں گے۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اشْرَكُوا  
چونکہ حکمت کاملہ انہی میں راست و صحیح و حکم حکمت سے یہ لوگ قابل ہدایت نہیں پس اود تعالیٰ کی مشیت میں یہ نہیں ہو کہ شرک  
نہ کریں لہذا یہ ضرور شرک کریں گے پس تو دلگیر مت ہو کہ ایسے صریح آیت پر کیوں ایمان نہیں لاتے اور کیوں شرک میں غوار ہوتے ہیں  
وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا اَوْ تَوَّابًا قَلِيلًا مِّنْ اَعْمَالِهِمْ اَلَمْ يَكُنْ لَكَ بِنَايِكُمْ اِلٰهَةٌ اَوْ لَكَ اِلٰهَةٌ غَيْرُكَ اَوْ اِلٰهَةٌ ثَلَاثَةٌ اَوْ لَكَ اِلٰهَةٌ  
وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ اور تو انکے منافع کا پر داخت کرنے والا نہیں کہ جبیں انکی بہبودی ہو خواہ مخواہ انکو تو اسی طرف بجاو  
بلکہ تجھ فقط رسالت پہونچا نا واجب ہو اگر آیات و بصائر سے ہدایت لیوں انکے حق میں بہتر ہو نہ لیوں خود خراب غوار ہوں واضح  
ہو کہ اعراض عن المشرکین کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد ہی پس نسخ جاری ہوگا۔ مترجم  
کتا ہو کہ نسخ یہی ہو کہ حکم کسی مدت تک کے واسطے ہو پھر بعد اسکے ہوگا لہذا یہ توجیہ محل ہو بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ حکم اعراض باین معنی  
نہیں کہ انکو رسالت کا ابلاغ مت کر کیونکہ بالیقین معلوم ہو کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم انقضا انکے اقوال کی طرف ہو بدین معنی  
کہ رسالت حقہ انہیں تاثیر نہیں کرتی اور کیوں نہیں کرتی ہو پس اس معنی کہ اعراض میں نسخ نہیں ہو اور نیز یہ امر منجملہ تدابیر ابلاغ  
کے ہو حکم علی شرعی و دومی نہیں ہو پس از قبیل احکام منجملہ نسخ نہیں ہو۔ بعض نے کہا کہ آیت السیف سے منسوخ ہو کا قال السیف  
والاول اطروا اللہ اعلم۔ وفی قولہ ولو شاء اللہ ما اشد کذا۔ دلیل ہو کہ شرک مشرکوں کا و کفر کافروں کا اود تعالیٰ کی مشیت پر ہو  
اگر اسکی مشیت میں ہوتا تو سب ہدایت پر ہو جاتے مگر ابن عباس اور یہیں سے ظاہر ہو کہ جو کچھ عالم میں ہو سب اود تعالیٰ  
کے احکام و تقنا و قدر کے تحت میں مسخر و محکوم ہو۔ فی العرائس قولہ اجمع ما ادھی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم و ایمان کے  
واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر انکے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت و لطائف محبت و  
حقائق انبساط مقامات و حالات میں مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ اوروں کو ایسے اسرار  
کے مطالعہ اور ایسی واردات کی برداشت کی طاقت نہیں ہو کیونکہ تا یزید نبوت و رسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اجمع ما ادھی الیک  
میں خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے درمیان آیت میں اپنی فردانیت و الوہیت کو بقولہ لا الہ الا ہو۔ اسی نے تجھ  
وصفت و نعمت سے بخلی فرمائی کیونکہ قہری مخلوق ہو اس استعداد کے ساتھ کہ بخلی و ظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ  
میں کسی غیر کو اس مقام میں قیام کی مجال نہیں ہو۔ و قولہ واعرض عن المشرکین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وحی میں مقامات  
مشعکہ و متعہ اول وحی خاص انخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السردریان و نوالہ تو ہو یعنی کمال نزدیکی میں سر السر کا متوہ  
ہو جیسا کہ قولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما ادھی۔ میں یہ وحی مخفی مذکور ہو۔ دوم وحی خاص جو آپ و دیگر انبیاء علیہم السلام کے حق  
مخصوص ہو جیسا کہ قولہ تعالیٰ انا و احینا الیک کما و احینا الی نوح و الیہین الایہ میں مذکور ہو۔ سوم وحی عام جیسا کہ قولہ بلغ ما انزلنا  
الیک من ربک الایہ۔ میں مذکور ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بمعیدہ بلا واسطہ ہو اور رسالت و انزال امر ظاہر بلا واسطہ ہو اسی واسطے  
فرمایا بلغ ما انزلنا الیک۔ اور وحی آپ کے واسطے امر اسرار ہی تھا بقولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما ادھی۔ اور قولہ و اجمع ما ادھی الیک۔  
پھر اس میں ادلیار کے واسطے اشارہ یہ ہو کہ انکو وحی میں اور شیعہ طائی و سادس میں فرق رکھنے کا ادب سکھایا یعنی تم لوگ وحی کی طاقت  
کو اور اسواسے اسکے جو کچھ و سواس و خیالات میں سب چھوڑ دو اور اسکی اتباع کرو جو تمہارے ولین پاکیزہ الہام خطاب سے کوئی









پس یہ مخصوص برور قیامت ہی اور قولہ لا تدبرکہ الابصار عام ہے جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونوں میں تعارض نہیں ہوتا کہ تاویل کی طرف مائل ہو اور مبتدعین جو استحالة پر دلیل عقلی لاتے ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ قصہ موسیٰ میں ذکر کر کے رد کر دیجائیگی بلکہ وہ ان کی آیت کریمہ فردیدار باری تعالیٰ ثابت ہونے کی دلیل ہی اسکی تقریر مذکور ہوگی اور سوائے ان آیات کے احادیث صحیح و ائما صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و صلحاء امت کے مؤثر بی شمار ہیں جیسے جو اثر قطعی ثابت ہوا کہ سلفت امت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ نے بدور السافہ میں ایک اچھا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہے اور بیان تفسیر میں اس حدیث صحیح بخاری و مسلم پر اکتفا کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت میں اپنے پروردگار کو دیکھو گے جیسے تم جو دھوین رات میں جپا کر دیکھتے ہو۔ یعنی کھلے کھلے دیکھو گے بدون حجاب و خشک کے اللهم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر آیت مثبت روایت کے متعلق اسکے مناسبات سے استدلال قطعی ثابت کیا جائیگا و سن اللہ تعالیٰ التوفیق و فی العرسل قولہ تعالیٰ ذلکم اللہ ربکم۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیاء کی پیدائش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور انظار آیات سے مخلوق کو اپنی پاک ذات پہنچوائی اور حدوث کی عدت سے اپنی ذات کا پاک ہونا اپنی ثابت فرمایا اور اپنی تعویذ اور تقدس اظہار کی اور اپنی ذات و صفات کا واحد و فرد ہونا اور تمام شرک و ضد وغیرہ کو محال بتلایا تو حدائیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے اپنی حیات میں عبودیت و تالازم کیا بقولہ فاعبدہ۔ یعنی ایسے پاک پروردگار ہی کی عبادت کرو جو واحد فرد جامع جمع صفات کمال ہی اور کسی مخلوق پر بھروسہ مست کرو کیونکہ تمام جہان اور جو کچھ اس میں ہے سب اسکی عظمت و جلال کے حضور میں خضوع میں پڑے ہیں یعنی اسکی تقدیر و حکم سے کسی کو سربازی کی مجال نہیں ہے سب ہی اسکے قبضہ قدرت میں ہیں کوئی کسی کو نفع نہیں دے سکتا اور کوئی ضرر نہیں دے سکتا وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ و مشیت ازلی مقدر ہوا ہے۔ یہی فرمایا ہو علی کل شیء وکیل۔ یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے۔ قال الاستاذ رحمہ پہلے بندہ ان کو اپنی آیات سے پہنچوایا پس وہ نہیں سمجھے تو میں زیادہ اندھیرے میں ڈوب گئے اور جو سمجھے انکو نیز عرفان زیادہ ہوا پھر اپنی صفات صرف سے پہنچوایا اس میں بھی کافروں پر اندھیرا پرا اندھیرا اچھایا اور مومنوں پر نور پر نور برپا ہوا پھر اپنی ذات پاک سے مکاشفہ فرمایا کہ منکر و کافر تو جہنم میں و ہنس گئے اور اہل عرفان و توحید اس میں فانی اور اسکے ساتھ باقی ہو گئے پس قولہ لا الہ الا ہو۔ تو انبیاء علیہم السلام و بزرگوں کی معرفت کا مقام ہے اور قولہ خالق کل شیء یہ عوام کی معرفت ہے۔ پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا میں طور کہ حدوث و مخلوقات کی آنکھیں اسکی جانب کو حاطہ کرنے سے عاجز ہیں اور اسکی ذات و صفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ کبریائی میں آنکھ اٹھانے سے مجبور و معذور ہیں اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہے۔ کہا قال تعالیٰ لا تدبرکہ الابصار و ہو یدرک الابصار۔ کسی بصر کو اسکے ادراک کی مجال نہیں اور ہر بندہ خالص جمعی اسکے دیدار سے کرامت پاویگا۔ جب اسکے جلال سے بینائی حاصل کریگا اور ظاہر ہو کہ حوادث کو کیا مجال ہے کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی فودی وستی میں باقی رہیں بلکہ از خود فانی ہو کر اسکے جلال و نور سے آنکھیں پا کر اسکو پودھوین رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ البتہ اپنی قدیم صفت سے مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس مخلوقات اہل ایمان و خلوص و توحید اسکو آخرت میں دیکھنے کا بائیں طور کہ او قلے عزوجل انکو اپنے انوار صفات سے لباس عطا فرماوے گا پس قوت صفات کے انوار سے انکو عزوجل کو دیکھنے اور یہ نہیں کہ حادث اپنے حدوث سے دیکھے کیونکہ حادث کو اسکی ذات غلٹ و کبریائی میں ہستی کی تاب و طاقت نہیں ہے



نہیں دیکھتا۔ اسنے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہے۔ یعنی اگر تو گھیر نہیں سکتا تو دیکھ سکتا ہے۔ وجہ سوم  
انکہ ہم نے مان لیا کہ ادراک یعنی رویت ہی یہاں مستعمل ہوا ہے تو بھی بدعتیہ بن کا قول نہیں بنتا ہے کیونکہ الابصار سے بالاتفاق بدعتیہ  
کے نزدیک بھی جمیع الابصار مراد ہیں پس سلب داخل ہوا موجبہ کلیہ پر ای لا یدرکہ کل بعصر۔ اور رفع ایجاب کلی کا وہ سالیہ جزئیہ ہے کیونکہ  
ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہیں کہ ایجاب جزئی صادق نہ ہو مثلاً کل انسان عالم نہیں ہیں۔ اسکے منافی نہیں کہ بعض انسان عالم ہیں  
اسی طرح ہم نہیں کہتے کہ قیامت میں سب ابصار کو دیدار ہوگا بلکہ بعض کو ہوگا اور وہ مومنین ہیں اور کافروں کو نہ ہوگا چنانچہ فرمایا۔ کلا انہم  
عن ربهم یومئذ یخجلون۔ یعنی قیامت کے روز کافروں کو اپنے پروردگار سے حجاب میں محروم رہینگے۔ امام مالک و شافعی نے کہا کہ اس  
ثابت ہوا کہ مومنین محبوب نہونگے بلکہ دیدار سے انکو کراست ملیگی۔ وجہ چہارم۔ نفی ادراک سے نور ذات عظمت و جلال کی نفی مراد ہے  
عکسہ نے روایت کی کہ ابن عباس رضی نے فرمایا کہ محمد صلعم نے اپنے پروردگار تبارک و تعالیٰ کو دیکھا تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو  
یون فرمایا کہ لا تدرك الابصار الا یہ تو فرمایا کہ اے میری مان سے یہ تو وہ نور ہے جو اسکا نور ہے جب اپنے نور سے تجلی فرماوے تو کسی جزئی  
ہستی نہ رہے عرواہ ابن مردودہ و الحاکم و صحیحہ اور حدیث ابو موسیٰ اشعری میں جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ میں  
خود موجود ہو کہ حجابہ النور کو کشفہ لاحرقہ سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ۔ اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابوں میں ہے  
کہ موسیٰ نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ مجھے نہیں دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جائیگا اور کوئی تروتازہ نہ دیکھ سکتا مگر  
آنکہ خشک ہو جائیگا تا آخر کلمات۔ مترجم کہتا ہے کہ لا الکا فی ہبتہ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنۃ میں بطور اثر کے روایت کیا اور  
یہ سوال موسیٰ خود دلیل اہل سنت ہے چنانچہ اسکی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا۔ اور خود ابن عباس رضی و ایک جماعت سے  
آنحضرت صلعم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورہ نجم کے اوائل میں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا۔ عائشہ رضی سے اسکے خلاف ثابت ہوا چنانچہ  
میسروق رحم نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جسے زعم کیا کہ محمد صلعم نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
لا تدرك الابصار الا یہ۔ عرواہ ابن ابی حاتم و قد روی عنہا من غیر وجہ فی الصحیح پس عائشہ رضی کے کلام سے دنیا میں دیدار کی نفی نکلتی  
ہے۔ قال سمعیل بن علیہ وغیرہ فی قولہ لا تدرك الابصار۔ یہ دنیا میں ہے اور رہا آخرت میں مومنین اپنے پروردگار کو دیکھینگے۔ قال الرازی  
فی التفسیر البکیر قول ام المومنین رضی اللہ عنہا فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے اور یہ نہیں دیکھنے کہ جماعت صحابہ  
مانند ابن عباس رضی وغیرہ کے اُسنے برخلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا۔ مترجم کہتا ہے کہ قول ام المومنین رضی سے یہ ثابت ہی نہیں ہوتا کہ  
آخرت میں دیدار ہوگا اور دیدار محال ہے بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھیں صرف دیدار یعنی جلال و عظمت الہی کے دیکھ لینے سے جس شان  
پر اللہ تعالیٰ عزوجل ہر انکار کرتی تھیں۔ قال الحافظ ابن کثیر رحم دیدار جلال و عظمت و کبریا حضرت باری تعالیٰ جس شان پر وہ ہر سلم  
الابصار ادراک نہیں کر سکتی اسی واسطے ام المومنین عائشہ رضی ہونوں کے حق میں آخرت کا دیدار ثابت کرتی تھیں اور دنیا میں اسکی نفی  
کرتی تھیں قال المترجم یہی کی روایت صحیح میں اللہ عزوجل کے دیدار جنت میں ملنے کے بیان میں ہے کہ رواہ البکری و علی وجہ  
فی جنت عدن۔ یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پروردگار کو کبریا ہوگی جنت عدن میں۔ قال البیہقی اسکے معنی یہ ہیں کہ اہل جنت  
عدن کی آنکھوں پر جلال و عظمت اسی طاری ہوگا جس سے کسی کو بدوں اسکی شان دیدار کے مجال نظر ہوگی ورنہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے  
و وجہ یومئذ نافرة (ی نور اللہ تعالیٰ) الی ربنا نافرة۔ قیامت کے روز بعض چہرے اٹھائے ہوئے اپنے پروردگار کو دیکھنے کے لیے نکلتے ہیں۔



اور اسی اللہ تعالیٰ پاک عزوجل کے واسطے عبادت کا حق ہے اور کوئی بھی معبود ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا پس جب کافروں مشرکوں نے دیگر اشیاء کو معبود بنایا تو کفر و شرک کیا اور نہایت ہی بڑا ظلم اپنی جاؤں پر کیا۔ پس اول تعالیٰ عزوجل نے اگر دائمی عذاب و فرج میں انکو ڈالا تو عین انصاف ہے کیونکہ اگر معبود فقط خالق ہے۔ وہو خالق کل شیء اور وہی پاک پروردگار ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اسے لوگوں قبل موت کے ہوش میں آؤ اور اسی پاک پروردگار کے حکم کو مانو۔ **فَاعْبُدُوهُ** لا وحدہ۔ یعنی اسی کی توحید کو یقین مانو اور اسی کی عبادت کرو۔ **وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ** ای حفیظ۔ یعنی وہی ہر چیز پر وکیل یعنی حافظ ہے۔ سب اسی کے رزق سے رزق پاتے ہیں اور اسی کی رحمت سے حفاظت میں رہتے ہیں اسی کے علم میں ہر ایک کا احاطہ ہے خود فرمایا۔ **كَانَ لَدُنْكَ الْبَصَرُ** نہیں ادراک کرتی ہیں اسکو البصار یعنی جمہ البصار اسکو ادراک نہیں کرتی ہیں۔ **وَهُوَ يَدْرِكُ الْبَصَرَ** اور وہ تمام البصار کو ادراک فرماتا ہے۔ **وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ** اور وہ لطف و مہربانی والا خوب خبردار ہے پس باوجودنا فرمائی و شرک و کفر و عسیان بندوں کے جسکے وہ خوب جانتا اور اس سے خبردار ہے یہ صرف اسکا لطف ہے کہ انکو ایک وقت تک نہیں میٹ دیتا ہے لیکن کبھی حیب خالص بندوں پر زیادہ ظلم ہوتا ہے تو مودعی ظالموں پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اقوام متبرکہ یعنی خانہ جی و نبی و معتزلہ وغیرہ نے اسی آیت سے اپنے گمان ناقص پر نساہد برپا کیا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محال ہے کیونکہ اول تعالیٰ فرماتا ہے لا تدركه الابصار اور جماعت اہل سنت نے اسکو رد کر دیا اور کہا کہ اس سے محال ہونا ثابت نہیں ہوتا اور یہی مسیح و حق ہے اور جماعت صحابہ و تابعین و سلف صالحین و ائمہ علماء سب کے برخلاف ان متبرکہ عین نے یہ اعتقاد نکالا کہ دیدار الہی مطلقاً محال ہے اور کلام اسین تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ یہاں صرف مختصر طور پر ان بدعتیوں کا رد یہ کافی ہے کہ قولہ لا تدركہ بطلان فیہ ہے اور نفی و محال میں فرق ظاہر ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ آفتاب پر نگاہ نہیں ٹھہرتی تو اس نفی سے کیا محال ہونا ثابت ہو کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنا محال ہے کیونکہ محال تو وہ ہے جو ممکن ہی نہ ہو اور نفی کے واسطے یہ بات ضرور نہیں چنانچہ اگر ردید کے پاس آج کپڑا نہیں تو وہ اسکو کہل کو ہو جاوے اسی طرح اگر دنیا میں البصار اسکو نہیں دیکھتی ہیں تو جائز ہے کہ قیامت میں دیکھیں اور ضرور البسا واقع ہو گا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے والحمد للہ رب العالمین۔ اور درجہ دوم آنکہ لا تدركہ سے ادراک کے نفی ہے اور رویت کی نفی نہیں اور دونوں میں فرق یہ کہ ادراک البسا دیکھنا جو بطور احاطہ ہو اور رویت مطلقاً دیکھنا خواہ احاطہ ہو یا نہ ہو اور ادراک کسی چیز کی کثرت و حقیقت پر واقف ہونا اور اسکو احاطہ کرنا اور رویت فقط دیکھنا پس دیکھنا بدون ادراک و احاطہ کے ممکن ہے بلکہ واقع ہے کہ نفی تو لا تدركہ سے قال اصحاب موسیٰ انما لدركہ قال کلا۔ یعنی جب موسیٰ مع بنی اسرائیل کے تیز روانہ ہو کر سمندر کے کنارے پہنچے اور فرعون نے مع لشکر پہچا کیا اور قریب پہنچ گیا تو موسیٰ ۲ کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم ادراک کر لے جاویں گے تو موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ پس قوم فرعون نے ان لوگوں کو ضرور دیکھا تھا جیسا کہ صحیح بھی ہے پھر باوجود دیکھنا ثابت ہونے کے ادراک کی نفی کی پس جائز ہے کہ اول تعالیٰ کا دیدار بدون احاطہ کے چنانچہ فرمایا ولا یحیطون بہ علما۔ پس علم سے احاطہ کی نفی کی حالانکہ اللہ تعالیٰ پر اعتقاد و علم مومنوں کو موجود ہے و کما فی صحیح مسلم لا ای شئ علیک الحمد ۳۔ یعنی احاطہ تنہا الہی کی نفی کی حالانکہ بدون احاطہ کے شائد موجود ہے۔ قال سعید بن المسیب قولہ لا تدركہ البصار یعنی البصار اسکو احاطہ نہیں کرتی ہیں۔ قال عطاء رحمہ۔ البصار اسکو احاطہ کرنے سے عاجز ہیں۔ قال ابن عباس کسی کی مبنیٰ نظر باری تعالیٰ کو احاطہ نہیں کر سکتی۔ مگر درجہ پہلی آیت پیش کی گئی کہ اول تعالیٰ نے لا تدركہ البصار فرمایا ہے تو کہا کہ ارے کیا تو ہرمان

ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتوں کے اللہ تعالیٰ کی نوبی تھی جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی و شاکر مگر نہ فقیروں کی محتاجی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی پھر ہی اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائی اور اللہ تعالیٰ نے اسکو صدیقہ فرمایا بقولہ دامہ صدیقہ کانایا کلان الطعام الآتیه۔ پس اول تعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہے کہ مخلوقات کو ایجاد فرما رہے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اسپر کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ قَالَ الْبَيْضَاوَمِی دغیرہ اس آیت میں کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا۔ اول آنکہ اول تعالیٰ مبدع سموات وارض ہے اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہیں جس جنس کا فرزند بتلاتے ہیں کیونکہ یہ بھی مخلوق ہیں پس باوجودیکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہیں اور ولادت سے میرا ہیں کیونکہ برابر اسی طرح چلے آئے ہیں ایک زمانہ دراز گذرا پس اول تعالیٰ انکی نسبت اولیٰ ہے کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنے والا جسم ہو گا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہو گا اور اسکا نظیر ہو گا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نظیر نہیں ہے۔ دوم آنکہ فرزند سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ ایک جنس کے زوادم سے پیدا ہو حالانکہ اول تعالیٰ جل جلالہ محالست سے پاک ہے۔ سوم آنکہ اول تعالیٰ کا کوئی گونہ نہیں ہے اور جبکہ فرزند ہوتا ہے فرزند اسکا کفو ہوتا ہے پس اول تعالیٰ کا فرزند کفو ممکن نہیں ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز جو سوائے اول تعالیٰ کے وجود مل کے ہو وہ اسکی مخلوق ہے پس اسکا کفو نہیں ہو سکتی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ اول تعالیٰ اپنی ذات سے تمام معلومات کا عالم ہے اور اسکے سوائے کوئی ایسا نہیں ہے اور اسپر اجماع ہے چہ ترم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہے پس وہ ہر چیز سے پاک ہے پروا ہو فن فی العرائس قولہ تعالیٰ بربیع السموات والارض۔ یعنی بقدرت حکم انکو اپنے علم ازلی کے موافق اختراع فرمایا جس میں ذرہ برابر بھی تفاوت نہیں ہے پس کوئی چیز اول تعالیٰ سے مشابہت نہیں رکھتی ہر ایک کو اول تعالیٰ نے اپنی علم و حکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندوں کی معاش و زندگی کے لیے۔ بعض نے کہا کہ وہی مبدع و مبدی ہے اور بعض نے کہا کہ اول تعالیٰ تمام شیاؤں سے جو مخلوق ہیں جال و کمال میں فوق ہے قال المترجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہیں ہے۔

ذِكْرُ اللَّهِ رَبِّكُمْ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۚ فَاعْبُدْهُ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۚ لَا تَدْرِكُهُ الْبَصَارُ ۚ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۚ

یہ اللہ ہے رب تمہارا ۚ اس کے سوائے کسی کو بندگی نہیں بنانے والا ہر چیز کا سوئم اسکی بندگی کرو اور اسپر ہر شے کی وکیل ہے۔ نہ اسکو نہیں پاسکتی ۚ تمہیں اور وہ پاسکتا ہے ۚ آنکھوں کو اور وہ سمجھ جانتا ہے خبردار۔

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ ۚ هِيَ بَاقِ قَدْرَتِهَا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ نَبِيٌّ كُوْنِي مَعْبُودًا مَّكَرُوهِي ۚ اِگر کہا جاوے کہ مشرکوں و کافروں نے اور چیزوں کو مخلوقات میں سے مانند بت دغیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے یوقوف جانور سے ہر عقل سے خارج لوگوں نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور انکی عبادت کرنی شروع کی مگر انکے معبود بنانے سے یہ چیزیں اللہ نہیں ہو سکتی ہیں کیونکہ اللہ کے معنی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال علیم و خیر و جبر کسی مخلوق کی کہ نہ وہایت کچھ نہ بھر بھی پوشیدہ نہیں اور اسکو کوئی مخلوق اس طرح نہیں جان سکتا کہ احاطہ کرے اسکی تمام قدرت کا کہ آسمان و زمین و دیگر اشیاء کی پیدائش میں ظاہر و باہر و پس ایسا پاک پروردگار تو آئے ہے اور وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ ہے اور اسکے سوائے کوئی بھی آئینہ ہو

جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جسکی قدرت کے نمونہ عجیب و غریب اوپر مذکور ہوئے ہیں اپنی جہالت و ضلالت سے شریک بنائے عبادت میں۔ پس جملہ فعل اور شرکین فاعل ہیں اور نام پاک بہمنزکہ مفعول دوم کے ہو اور شرکاء مفعول اول ہو اور الرحمن اس سے بدل ہو لینے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکاء بنائے اور وہ جن ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنوں کو نہیں بلکہ فقط بتوں کو کہہ جتے تھے۔ تو جواب یہ ہو کہ جنوں کی ہی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے انکو بتوں کی عبادت کا حکم دیا پس انہوں نے عبادت کرنا شروع کیا۔ حسن بصری رحمہ اللہ سے یہ صریح مروی ہو اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان یدعون من دونہ الا انما و ان یدعون من دونہ الا شیطانا مرید العتہ اللہ۔ وقال لا تحزن من عبادک نعیم ام مفرضا ولا ضلیم ولا ینہم ولا ینہم الا یہ۔ حاصل آنکہ مشرکوں نے عبادت کے استحقاق میں جنوں کے کہنے سے بتوں وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا و خلقھم لے والحال انہ قد خلقھم فکیف یکونون شرکاء۔ حال یہ کہ اول تعالیٰ نے جنوں کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہو سکتے ہیں۔ مشرکوں نے بتوں کی عبادت کی اور جنوں کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی شرک ہو چنانچہ قولہ تعالیٰ اتخذوا اجارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ۔ انکی تفسیر میں ثابت ہوا کہ عالموں و درویشوں کا قول جو کچھ وہ خلاف و باطل کہتے اسکو انکے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی بھلا رب بنانا تھا ایسے ہی بتوں کی عبادت کرنے میں مشرکوں نے جنوں کا قول مانکر انکو شرکاء ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الہی ہیں اگرچہ مشرکوں نے اپنے ہاتھ سے گڑھے ہون اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیے جیسے مشرکوں نے جنوں کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالیٰ کا ہو اور عالم و درویش اگر اول تعالیٰ کا حکم بتا دے تو ان لینا لازم ہو۔ لیکن اگر اسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم موافق قرآن یا حدیث کے نہیں ہو تو فوراً ترک کر دے بالجملہ مشرکوں کی گمراہی بیان فرمائی کہ انہوں نے جنوں کا حکم مان لیا بتوں کی عبادت میں اور شرکاء بنایا۔ وَخَرَقُوا لَہٗ بَنَاتٍ وَبَنَاتٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ اکثر ان کی قرآنہ میں خرقہ بتعظیم راہ عمل ہو اور سنی اسکے تراش لیا ان لوگوں نے۔ چونکہ کثرت سے الہاد واقعہ کیا محتاجا بن سستی ایک قرآنہ نافع رحم میں خرقہ تراشیدہ تراشیدہ ہو یعنی کثرت سے ان کافروں نے تراشا و گڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے و بیٹیاں بدو عالم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیر بیٹا تھا اللہ تعالیٰ کا اور بعض نے کہا کہ سحیح مریٹا تھا اور بت پرستوں نے کہا کہ ملائکہ شتان ہیں۔ المعنی اور مشرکوں نے اسکے لیے بغیر جانے ہوئے بیٹے و بیٹیاں تراشیں۔ سب کچھ پاکی ہو اس پروردگار کے واسطے۔ وَتَحُلَا حَمَلًا یُضْفَوْنَ اور برتر ہو اس بات سے جو یہ مرد و بیان کرتے ہیں کہ اسکی اولاد ہو۔ بلکہ وہ ہر عیب و نقص سے پاک ہو وہ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی بدو کسی نمونہ کے ان چیزوں کو پیدا کرنے والا ہو۔ اس سے ان کافروں کا دہم دور کیا کہ جن اوبام سے ان لوگوں نے فرزند کو خیال کیا وہ جہالت ہو اس بات سے کہ اول تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہو جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمان و زمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہیں غور سے نہیں دیکھتے تاکہ اس دہم میں غور و برام نہوں۔ پھر ایسے پاک خالق قادر مطلق ذو الجلال والا کرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان و احتیاج کی باتیں کہان ہو سکتی ہیں غالب ہیں۔ اَنِّیْ یُکُوْنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّم تَکُنْ لَہٗ صَاحِبَۃٌ۔ کیف یکون لہ ولد ولم تیکن لہ زوجہ یعنی کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہیں۔ آسمین بھی کافروں کو ارشاد ہو کہ بدو ان باپ کے مثلاً عیسیٰ کی پیدائش میں تو بیٹا سمجھے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت کو کھیل گئے پھر بدو زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیون نہیں سمجھتے۔ پھر سخت کفر یہ ہو کہ بعض کافر مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہیں حالانکہ وہ

ہو چکی ہے۔ سب کو جو ہر فطرت سے پیدا کیا اور جو ہر فطرت کا نشا و وجود اسکے فعل خاص کا نور ہے۔ اور نور فعل خاص کا نشا و وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہے اور یہ ظہور اسکی ذات کے انوار کا ظہور ہے۔ قدم نے عدم پر تجلی فرما کر سب معدوم کو موجود و ظاہر کر دیا۔ اور لطافت خفا میں سے اشارہ کے واسطے مخصوص یہ قول یعنی من نفس واحدة ہے یعنی بظہور نفس واحدة ازلیہ ابدیہ جو منزہ از افتراق و اجتماع ہے بعض اقلوب کا مستقر و ملکوت ہے اور مستودع اسکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر۔ مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر آیات ہیں اور مستودع انکا صفات ہیں اور بعض ارواح کا مستقر و صفات ہیں اور مستودع انکا ذات ہے یا بن طور کہ صفات میں تو بقا و دائمی کے ساتھ باقی ہیں اور ذات میں فنا و وحدت سے فانی ہیں کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہے کہ وہاں کسی چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر ممکن و حوادث وہاں فانی ہیں اور یہی فنا سے توحید ہے اور نیز مستقر جو آیت کریمہ میں مذکور ہے پس دلون کا مستقر تو مقامات ہیں اور مستودع انکا حالات ہیں اور مستقر عقول کا عبادات ہیں اور مستودع انکا کرامات ہیں۔ اور ارواح کا مستقر تو انوار معرفت ہیں جو تجلی صفات سے ظاہر ہوئے ہیں اور مستودع انکا انوار توحید ہیں جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوئے۔ ابن عطار رحمہ اللہ نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایک ہی جہت و منزلت پر پیدا ہوئے ہیں جنہیں مستقر اور مستودع ہیں پس مستقر تو حال معرفت میں کشف و غش ہے اور کشف حال معرفت میں مستقر علیہ ہے۔ قال المشرب جسم معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ اہل معرفت کو اللہ تعالیٰ نے ایک جہت پر پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہے اہل عرفان کو اپنی اپنی منزلت و استعداد و مقام۔ ازلی کے موافق ایک ہی جہت پر کم و بیش عطا ہوئی ہے پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدر ہیں وہ دو قسم کے ہو جاتے ہیں اس جہت سے کہ جب اسکے عرفان حاصل ہوتا شروع ہوا تو جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کر فی منظور ہوئی تو وہ کشف ہوتا شروع ہوا پس وہ کشف و غش عطا ہوا بیان تاکہ اسکے عرفان کامل اسکو حاصل ہو یا تب وہ اس میں مستودع ہو گیا اور یہی مستودع بحال معرفت اسکے اندر مستقر تھا۔ لکن الیہم واللہ اعلم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادت کے واسطے مع امیر ایمان رکھنے کے اور مستودع اسی کے واسطے بعد موت کے اوس سے زائل ہے۔ واسطی رحمہ نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات تا ابد ہے اور مستودع اسکی طرف عود نہ کرے گا جبکہ اس سے جدا ہو چکا ہو۔ محمد بن علی بن ہاشمی نے کہا کہ برابر وہ اپنی مخلوق کا عالم ہے جیسا کہ چاہا وہ کیا ہو اس کلام میں مستقر ہوا اسکو لوح محفوظ میں رکھا پھر لوح مقادیر میں ودیعت رکھا جو اس میں مستقر ہوا پھر اسی طرح ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں ہونا یا بیان تاکہ اسکو درجہ شقاوت یا سعادت پہنچا پس یہی مستقر و مستودع ہے۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَدَّعُوهُ بَيْنَا وَبَيْنَا ۖ يُغَيِّرُ عِلْمَ سُبْحَانَہٗ

اور شہر نے جن شریک اللہ کے جن اور آئے انکو بنایا اور شرائے جن اسکے واسطے بیٹھے اور بیٹیاں بن بھی وہ اس لائق نہیں

وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ ۚ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ اَنۡیَ یَكُوۡنَ لَہٗ وَاٰلَہٗ

اور ہر جہاں اور ہر جہاں باتوں سے جہتا ہے میں نئی طرح بنائے والا آسمان زمین کا اسکو کہاں سے ہو اور اسکو کوئی عورت نہیں اور اس نے بنایا ہر چیز اور وہ ہر جہت سے واقف ہے

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَدَّعُوهُ ۚ اَنۡیَ یَكُوۡنَ لَہٗ وَاٰلَہٗ

ہوتی ہیں۔ اور بجائے اخراج کے شجر مضارع اس واسطے کہ اس عجیب پیدائش کی لغو بر عقل میں آدے۔ سبحان اللہ تعالیٰ  
عجیب نادر صنعت اور جہن تاد حکمتیں ہیں لیکن گو یا انکھیں دیکھتے دیکھتے پھر انگین حالانکہ ہر وقت دہر بار انکو معرفت زیادہ پہنچی  
چاہیے تھی۔ وہیں الخلل مبادل شدہ اور میں طلوع مبادل بعض دوزن مگر خبر مقدم ہوئی۔ قنواں دانیت  
مبتدا موخر ہو۔ نخل درختان خرمایہ نخلہ اور طلوع اول مایہ خرمایہ منہانی اکا ہما۔ یعنی طلوع اول وہ چیز کہ برآمد ہو نخلہ میں سے ہر اسکے  
اکام میں۔ اکام جمع کم بالکسر غلات جو طلوع پر ہوتا ہے۔ قبل طلوع وہ کفری ہے قبل اسکے کہ اغریض چاک ہو اور اغریض کے اندر عقد  
ہوتا ہے یعنی فوشہ خرمایہ بھر جب غلات کھل گیا تو عقد کہلاتا ہے اور اسی کو قنہ کہتے ہیں جسکو ہندی میں گچھا گو دھ بولتے ہیں اور عقد  
خاص خرمایہ کے گو دھ کہتے ہیں اور قنہ کی جمع قنواں مانرہ صنود صنواں کے اور مفسر ح نے قنواں کی تفسیر عراجین سے کی جو جمع عرجان  
ہے اور بعض نے کہا کہ جارا اور دانہ اسے بعض قریب بعض۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بنا بر تفسیر اول کے دانہ  
یعنی منڈلیہ یعنی لٹکے ہوئے کذا قال مجاہد اور ابن عباس سے مروی ہے کہ چھوٹے درخت جنگلی گو دھین لہی ہوئی زمین پر پھٹی پڑتی ہیں اور  
نصاک نے کہا کہ فوشہ چھنے والے سے نزدیک گواہ سبب درخت کی چھوٹائی کے یا سبب بوجھ کے کہ گو دھ غوب بھری ہوئی ہے کہ شاخ  
اسکا بوجھ نہیں سنبھال سکتی ہے۔ وَجَدْتُمْ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالسَّيِّدَاتُ يَتَّقْنَ وَاللَّيْلُ يَتَّقْنَ وَالنَّجْمُ يَتَّقْنَ اس پانی سے  
باغون کے انگور کے اور زیتون و انار کو۔ واضح ہو کہ پہلے غوب و انج کو بیان کیا پھر خرمایہ کہ وہ غذا و اناج کے ساتھ کھانے کے قابل  
دو وزن ہے پھر فواکہ کو بیان کیا اور انگور کی کثرت ظاہر ہے پھر زیتون و رمان کو فرمایا۔ مَشْتَبِهًا وَغُلًّا مَّتَشَابِهًا یعنی در حالیکہ  
مشتبہ ہیں زیتون و رمان کے پتے اور نہیں متشابہ ہیں پھل دو وزن کے کذا روی عن قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کیونکہ زیتون و رمان کے  
پتے زیادہ مشتبہ ہوتے ہیں۔ اُنْظُرْ إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ اے غیرت کی نظر سے دیکھنے والو غور سے دیکھو اسکے ثمر کہ جب زمین  
پھل آوین۔ اکثر یفتحین۔ واحدی اور یفتحین جمع ثمر مانند شجرۃ و شجر اور خشبہ و خشب حاصل آنکہ ابتداءے حال پھل آنے میں  
دیکھو کیسا ہوتا ہے چنانچہ شملہ کیفیات کے ایک یہ کہ کھانے کے قابل نہیں بد مزہ ہوتا ہے۔ وَیَنْجِبُہُ والی منہ یعنی اسکی چٹکی کی طرف  
دیکھو کہ جب تیار ہو گیا تو کن کیفیات پر ہو جاتا ہے از انجیل یہ کہ بہت فوش مزہ مرغوب ہوتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِکُمْ لَیْلٰی لَیْلٰی  
اور اتعالیٰ خطاب کم سے سب کو اس قدرت کے طرف مخاطب فرمایا۔ یعنی اس قدرت عظیم میں۔ کَلٰیۡتٌ یعنی دلائل میں انعام  
عز و جل کی قدرت پر کہ وہ پاک پروردگار خالق جو ایسی قدرتوں سے ابتدائی خلقت پر قادر ہے وہ ضرور بدرجہ اولیٰ پرورعت و شرف  
نکے و باریزہ زندہ کر دینے پر قادر ہے مگر یہ سب آیات فقط لَقٰی حَقِّیْ مَنُوۡنَ قَوْمَ مَیۡمِیۡنَ کے لیے ہیں نہ پہلے خطاب کم  
سے عام لاجہ و تفکرہ نمبر کا اشارہ فرمایا اور بیان قوم مومنین کو خاص کر دیا اس واسطے کہ اس صنعت اور تعالیٰ عز و جل سے انتفاع نہیں  
لوگوں کو ہے اور یا وجود ظہور اس تمام قدر تہائے گوناگون کے شمعیت میں چونکہ کافر و مشرک مطرود ہوئے ہیں انکی آنکھوں پر پردے پڑے  
ہیں کہ انکو یہ نظری نہیں آتا اور یہ خود چشم ایمانی میں عجیب قدرت نظر آتی ہے اور سخت حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ تعالیٰ یہ کہ  
آنکھوں والے سوئے تازے یہاں اندھے ہیں اللہم ثبت قلبی و قلب المؤمنین علی ویک ربنا لا تززع قلوبنا بعد از ہدیتنا انک انت اول  
اسے پروردگار تو نے محض اپنے فضل سے یہ ہدایت ہو کہو بلیہ فرمائی ہے تو دما ب ہو ہم امید دار ہیں کہ یہ مومنین عظمیٰ ہم سے مشر نہ تو دار ہم  
الرا حین ہے ففی العرائس قولہ و ہوالذی انشا کم الایۃ۔ دوسرے مقام پر یعنی سابق میں تفسیر قولہ خلکم من نفس واحدۃ۔ بیان





و بد اعتقاد یوں سے پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرما دے وہی ارحم الراحمین ہر وہ اسلام قد فصّلنا الاٰیٰت لیقوم یعلموٰت  
اسے قدیمنا الدلالات علی وحدانیۃ و القدرة لقوم جمہورون یعنی ہم نے اپنی وحدانیت و قدرت پر دلالات بیان کر دیں ایسی قوم کے لئے  
جو اپنے خالق عزوجل کی عظمت میں فکر کرتے ہیں۔ یہ ایسا کھلا بیان ہے کہ جس قوم کو اللہ تعالیٰ نے علم ہدایت فرمائی وہ اس کی عظمت و جلال  
و توحید کے مشاہدہ سے کھٹلے جاتے ہیں وہی خوب یقین لاتے ہیں اور جو یہود و شیطانیا خیالات میں پڑے ہیں وہ اپنی گمراہی کے  
اندھیرے میں اوندھے گھسے جاتے ہیں لغو ذباۃ من الضلال فن فی العرائس قولہ تعالیٰ فانی الاصلح الاٰیہ۔ صبح الازار شہود  
کو اہل ایمان و معرفت کے لئے منکشف فرمایا۔ از انجملہ مطلع قلوب انبیاء و علیہم السلام و اولیاء و رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جسکے نور نے انکے  
چہروں سے ظہور کر کے نیک بندوں کو منور کر دیا۔ قال المترجم حضرت معلم میں یہ آفتاب بدرجہ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والوں کو  
بھی بشارت دی ہے اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور بروائت کی طرح انکا اپنی جان میں فنا کرنا احادیث و آثار سے جانتا ہے وہ ان  
اشارات سے معرفت و ہدایت پاتا ہے فتذکر۔ قولہ جاعل اللیل سکنا۔ جنکو آئیں ہر وہ رات میں اسکا کلام پاک تنہائی میں پڑھتے اور  
اولیٰ تعالیٰ دانا تر ہے کہ کیا اسکا شفا پاتے ہیں قال المترجم حدیث صحیح میں افضل بندہ کہ بیان کیا کہ وہ کہ جسے تنہائی میں اولیٰ  
گویا دیکھا اور آئینہ جاری ہوئے۔ یہ جو شجبت کی خبر ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب و سینہ کو از انجیب سے کشادہ کرنے والا۔ بعض نے  
کہا کہ اسرار کو نور معرفت سے منور کرنے والا۔ قولہ تعالیٰ و ہوالذی جبل لکم انجوم لتہتدوا لایہ سواح ہو کہ عوام لوگ جسم و جسمانیات  
کے متعلق و قوت ہو اسکو عقل سمجھتے ہیں اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری و باطنی و اس کہتے ہیں جیسے یہ وہ اس کچھ چیز نہیں  
و ایسی ہی یہ عقل کچھ چیز نہیں ہے بلکہ عقل انکے نزدیک جسکا نام ہے وہ عقل کلی ہے اور عارف تابع شریعت و سنت اس سے فیض پاتا ہے پس  
اشارہ ہے کہ عقل کے ستارے ہیں جس سے حقائق آیات ملتے ہیں توضیح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ دون ہے کہ نفوس  
کی تاریکیوں میں عقول کے ستاروں سے حقائق آیات و اوصاف کی راہ ملتی ہے اور روح کے ستاروں سے اوزار ذات کی ہدایت ملتی ہے  
افعال قدرت کے ستارے راہ دیتے ہیں صفات کی اوصاف کے ستارے اوزار ذات کی شیعہ ابو علی جو زبانی رحم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ  
نے رات کو سکن کر دیا کہ ہر امطر اب سے ساکن ہو کر رضا و تسلیم کے ساتھ درجہ قرب و منزلت حاصل کر دے اور نجوم ہدایت سے بارگاہ  
رضا و حق عزوجل پر پہونچکر ایسی جنت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کر دے۔

وہو الذی انشا کون من نفیس و احدۃ فمستقر و مستودع و قد فصّلنا الاٰیٰت  
اور اسی نے بنا ویدہ نگو نکلا ایک جان سے ہر کہیں نگو ٹھہراؤ ہو کہ میں سپرد رہتا ہوں کہوں سنائے ہے  
لقوم یتفقہون و ہو الذی انزل من السماء ماء فخرجنا بہ نبات کل

اس قوم کو جو سمجھتے ہیں اور اسی نے انکارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے اُگنے والی  
شیء فخرجنا منہ خضر و اخرجنا منہ کربا و کباج و من النخل من طلعہا قنوت  
چیز پھر اس میں سے نکالا سبزہ جس سے نکالتے ہیں دانے جلے ہوئے اور کھجور کے تنے سے پھل  
قنوت و جنت من اعناب و الذی یثون و الس ماکت مشہبات غیل متشابہ  
نکلتے ہیں اور باغ انگور کے اور زیتوں اور تار آہیں میں لٹے اور

کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ستاروں سے اعتقاد کیا جس سے خشکی و قحط کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈنا ہو پھر اور باز رہو۔ روایہ ابن مردودہ و خطیب۔ امام غزالی رحمہ اللہ سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم نجوم میں دقائق و مغنیات ہیں جو اہل علم کی شان ہیں اور عوام اس سے منع ہیں تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہو کہ عجیب قدرت الہی اسے ظاہر ہو تو وہ تفکر فی خلق السموات والارض میں شامل ہو اور اگر مراد یہ کہ اہل علم انہیں بظہر معروف نجوم جانتے ہر نظر میں تو یہ صحیح نہیں ہو اور یہ کہ انہیں اس میں سنی کچھ کے اندر کچھ منع عوام ہو تو نہیں دیکھنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ مجھے نبی فرمائی کہ رسول اللہ صلعم نے نجوم میں نظر کرنے سے۔ روایہ ابن مردودہ و خطیب و حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ اس کے مثل انہیں دو ذہن ایمان و مہربانی نے روایت کیا اور خطیب رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اسی کے مثل روایت کیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو زبان سنبھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بد اعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو۔ روایہ ابن خطیب۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسے جہنم میں جلاؤں میں سے ایک شعبہ اقتباس کیا۔ روایہ ابن ابی شیبہ و ابو داؤد و ابن مردودہ۔ اور بعض آثار و اقوال ملت جن سے محل معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں وغیرہ میں نظر کرنا اور جو بر تقدیر محنت کے مراد نہ لے لے یہ کہ تین امور مذکور ہیں درافت جہت قبلت کے یا اندر دریافت اوقات نماز کے انہیں نظر کرنا روا ہے۔ عن ابی ہریرہ عن النبی صلعم اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب بندے وہ ہیں جو نگاہ رکھیں سورج و چاند کو اپنا ناز کے وقوف کے پینے روز الحاکم و صحیح۔ عن ابن ابی اوفی زبانی اللہ عنہ و ابی ہریرہ نحوہ روایہ ابن شاپر و الطبرانی و الخطیب و الامام احمد۔ اگر کہا جاوے کہ ستاروں کی بہت سی تاثیرات کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں اور وہ موافق ہوتی ہیں تو جواب یہ ہو کہ تاثیر کے معنی ہیں کسی چیز میں اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہے کہ مخلوقات میں سے کوئی چیز خود اس امر پر قادر ہو کہ کسی چیز میں اثر کرے اور اگر یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا جو اسباب نظر مخلوق میں رکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہو تو اس میں خود خود گناہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس ریل سے ثابت ہوئے ہیں اگر تجربہ و قیاس و گمان سے ہیں تو انکا کیا اعتبار ہو اور کہہ کر یہ یقین ہو کہ آئندہ زمانہ میں یوں ہی ہوگا خصوص جب کہ بارہا تجربہ ہو چکا کہ خسری میں چاند اُٹھتا ہے لگھا ہوا اور ہرگز ہوا اور دیکھ مطلع صاف تھا چنانچہ اس سال شہر سحر میں مطلع نہایت صاف تھا اور خسری سے خلاف تیس کا چاند ہوا پس نجوم پر اعتقاد نہایت بدتر ہو۔ اول تو انہیں خود تاثیر نہیں دوم انکا علم فقط وہم و گمان پر ہے۔ سوم تاثیر کا حال معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ تاثیر دے یا نہ دے۔ چہاں حرکت بتقدیر الہی ہو چکا ہو چکا و بارش ہونا یا ہونا اور خیمین و جان جو بخوبی بیان کرتے ہیں صد امر تجربہ ہو کہ بالکل غلط و خلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی وجہیں کئی ظاہر ہیں پھر مرد مسلمان و مومن کے عقل کی راہ سے بھی ہرگز ہوا انہیں کہ اس پر اعتقاد کرے اور شریع پاک و صحیح میں صریح مذکور ہے کہ جو اس پر اعتقاد کرے وہ دین اسلام سے شکر ہوا جیسا کہ مجمع احادیث مسابن میں مذکور ہو چکی ہیں اور دلی یوں مطمئن کر دے کہ جو امر حضرت باری تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہر دن اس کے حکم کے ایک ذرہ بخلاف نہیں کر سکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایک ادنیٰ مخلوق سب اس کے حکم کے موافق آدمیوں کی طرح رات دن حرکت میں یا ثابت ہیں اور اسی کی یاد میں معروف ہیں اسی کے حکم میں سحر و جہر ہیں وہ پیدا کیا کر سکتے ہیں لہذا ایسے اعمال کرنا جو اللہ تعالیٰ نے عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور دنیا کو فانی جاننا اور موت ضرور آنا چاہتی ہیں آخرت کا توشہ درست کرنا جسکو قبر میں آئے لیکن حدیث صحیح میں کہ قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہو یا دوزخ کا ایک کھنڈر پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے بھاگنا اور کفر و شرک

کہ اول تعالیٰ شوق فرماتا ہے صبح کے غور کو و عکس ہو دن کی روشنی سے و دوم آنکہ صبح کی تاریکی کو شوق کر دینے والا ہے۔ قال قتادہ فاق  
 الاصلح ای فاق البصیح۔ **وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا** اور رات کو سکون بنانے والا ہے۔ **فَسَكَنَ** سکون یوں کہ اسپین تمام مخلوق  
 لقب و شقت یعنی تھکاوٹ سے سکون و راحت حاصل کرتی ہے۔ سکون محل سکون۔ قال قتادہ اسپین ہر چہ پایہ و پر نہ سکون لیتا ہے۔  
 قال ابن کثیر رحمہ اللہ کی جو روئے اسکو زیادہ جاننے پر ملامت کی تو کہا کہ اول تعالیٰ نے ذات کو محل سکون بتایا سو اسے  
 صہیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اسکا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کو یاد کرتا ہے تو اسکی نیند اڑ جاتی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم  
**وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا** اور سورج و چاند کہ حساب بنانے والا ہے۔ **فَسُجِّرَ** وضع ہو کہ شمس و قمر کو نصب کا اعزاب بنا کر انکے الیل کے  
 محل پر عطف ہے کیونکہ الیل اگرچہ حائل کا مضاف الیہ ہے لیکن بحسب المعنی مفعول ہے یوں اسی پر شمس و قمر کا عطف ہے اور حسابان یعنی  
 اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدر ہے حال ہے یعنی بحر یان بحسان۔ پس یاد بخند وقت ہے چنانچہ سورہ الرحمن میں طائر مذکور ہے۔  
 اخفش نے کہا کہ حسابان جمع حساب مانند شہبان و شہاب اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حسابان یعنی عدد ایام و ماہ و سال۔ ابن کثیر  
 نے کہا کہ جاری ہوئے ہیں بحسان مقدر بقانون مقنن کہ نہ تعبیر ہے اور نہ اضطراب ہے بلکہ ہر ایک کے واسطے منزلیں ہیں کہ جائزے گری میں  
 اسی پر چلتے ہیں اور اسی پر رات و دن کی کمی زیادتی ہوتی ہے۔ کما فی قولہ وجعل الشمس ضیاء و القمر نورا و قدرہ منادلی۔ **ذَٰلِكَ**  
**تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ** جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہے جو غالب ہے اپنی بادشاہت میں دانا ہے اپنی  
 مخلوق سے یعنی یہ تقدیر الہی عزوجل ہے۔ **وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ** جمع نجم ہر جم کو بوس شمس و قمر کو بھی شامل ہے اور  
 طائر بیان ماسوئے شمس و قمر کے ثابت ستارے ہیں یعنی اسی پاک عزوجل نے تارے سے ستارے بنا دیے **لِتَهْتَدُوا بِهَا**  
 تاکہ راستہ تلاش کرو ان نجوم کے ذریعہ سے **فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ** یعنی اپنے سفروں میں۔ یعنی رات کی تاریکیوں میں فواشکی  
 میں ہو یا سمندر میں ہو اور ظلمات کی اضافت ان دونوں کی طرف بسبب ملاہست کے ہے یا ظلمات سے مراد ان دونوں کے اندر رہوں کا  
 اشتباہ ہے کہ بدون نجوم کے وہاں مشناخت نہ ہو۔ واضح ہو کہ اکثر روئے زمین پر ملکوں کی راہیں بسبب علامت نہونے یا علامت کے  
 ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوص جہان ریگستان و جنگل و پہاڑ و ہرگز پتا نہیں لگتا کہ کھر جاوین اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک  
 ہو جاتے ہیں پس اول تعالیٰ نے ستارے ثابت پیدا فرمائے جن سے فوب راہ مل جاتی ہے اور آنحضرت صلعم نے انھیں سے اپنے  
 اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہ دی فیما روی عنہ اصحابی کا نجوم باہم اقتدیم اقتدیم۔ یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند  
 ہیں جس سے اقتدا کر دگے اسکے پیچھے راہ پر پہونچ جاؤ گے۔ ظاہر ہوا کہ ستاروں کی پیدائش اس لیے نہیں کہ کافر و مشرک اُنکی ستش  
 کریں یا انکی طرف سے اپنے حق میں رزق وغیرہ مقدرات خیال کریں بلکہ یہ فائدہ ہے کہ راہ بھول حادین تو راستہ کا پتا لگا دیں۔ قال  
 ابن کثیر رحمہ اللہ بعض سلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جسے ستاروں میں سوائے تین باتوں کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اسنے اللہ  
 پر جھوٹ باندھا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انکو آسمان کی زینت کیا ہے اور شیطانوں کے لیے رجوم کیا اور اندھیرے میں جنگل یا دریاؤں  
 میں انکے پتے سے راہ ڈھونڈنے کا فائدہ رکھا ہے۔ عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ فرمایا اسے تو کہ تم ان ستاروں سے خشکی و ترمی میں  
 راہ ڈھونڈ لینا سیکھو پھر اپنے ادا م کو روکو کیونکہ اللہ یہ ستارے نہیں پیدا ہوئے مگر آسمان کی زینت کے واسطے اور شباطین  
 کے رجوم کے واسطے اور علامات کے لیے کہ ان سے راہ ڈھونڈ لو۔ قتادہ رحم سے اسی کے مانند مروی ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ۚ الَّذِي يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمْ اللّٰهُ فَاَنۢى تُوْفِكُوۡنَ ۚ ۝۱۸۲

اللہ جو حب و نوا کو الگ کرتا ہے اور زندہ کو مرنے سے نکالتا ہے اور مرنے والے کو زندہ سے نکالتا ہے۔

اَللّٰیۤ اَسْكَنَّا وَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيۡرُ الْعَزِيۡزِ الْعَلِيۡمِ ۚ ۝۱۸۳

وہ جس نے سورج اور چاند کو حساب پر رکھا ہے اور رات اور دن کو تدبیر کرنے والا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيۤ جَعَلَ لَكُمُ النَّجۡوۡا مَرۡلَتۡمَدًۢا وَّ اَبۡهَآفِیۡ ظُلُمٰتِ الْبَیۡتِ ۚ وَ الْبَحۡرِ ۚ قَدْ فَصَّلْنَا الْآٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوۡنَ ۚ ۝۱۸۴

اور اسی نے تم کو گھاٹیوں میں اور دریا کے کنارے پر راستے دیے ہیں تاکہ تم لوگ جان سکو۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ۚ یہاں سے عجب قدرت الہی کا بیان ہے اور فائق اسم فاعل از فلق یعنی شق ہوا ہے چاک کر دینا اور بعض نے معنی خالق کہا اور یہ بعید ہے۔ کما قال ابن جریر رحمہ اللہ اور حب ہر دانہ جسے اندر گٹھلی نہ ہو مانند گہون وغیرہ کے اور نوا ہی ہر گٹھلی خرما کی گٹھلی ہوتی ہے۔ معنی آنکہ دانہ سے اللہ قلعے درخت لگاتا ہے جس میں بالیان ہزاروں دانہ لاتی ہیں اور گٹھلی سے درخت جاتا ہے جس کا سر ہوا میں بلند ہوتا ہے اور ہری ہری پتیاں و شاخیں ہوتی ہیں یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے اور مشک و کافور جو اپنا معبود بتاتے ہیں انہیں سے سیکر ایک بٹی کی قدرت نہیں ہے پھر بدون غطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔ ہر دانہ و گٹھلی و حیوان و انسان کا لطفہ مردہ ہیں اس سے زندہ نکالا اور یہاں سے استنباس ہے کہ ہر درخت سبز و نباتات میں جان ہے و قد قال قتادہ فانی اے آثار رحمۃ اللہ کیسے سبھی الارض بعد موت ہوا ان ذلک لمحی الموتی الایۃ۔ پھر فائق پر عطف کیا بقولہ وَخُفِّرُجَ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ زندہ سے مردہ نکالتا ہے۔ جیسے انسان و پرند وغیرہ سے لطفہ دانہ نکالتا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے جیسے مذکور ہوا پس بعد موت کے زندہ ہونے میں فرقہ برابر بھی شک و انکار کو مجال نہیں مگر آنکہ آدمی خود اندھا ہو۔ پھر اپنی وحید کی طرف بلایا۔ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ یعنی جسکی قدیم قون میں سے تمہاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمہارا اللہ تھا اسی کی خالص عبادت و بندگی واجب ہے۔ فَاَنۢى تُوْفِكُوۡنَ یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے خوب ترین تم کہاں ٹھہ موڑے جاتے ہو اور مفسر رح نے انی بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر ٹھہ موڑتے ہو۔ عن ابن عباس کیونکر جھٹلاتے و کفر کرتے ہو۔ پھر عجیب قدر میں بیان فرمائی بقولہ اَلَاۤ اَصْبَاحُ اَصْبَاحُ کو شق کرنے والا ہے۔ مفسر رح نے کہا کہ اصباح مصدر بمعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شق کرنے والا ہے عمود صبح کا اور عمود صبح وہ روشنی ہے جو صبح کا ذب کے وقت تاریکی شب سے ظاہر ہوتی ہے قال فی الکمالین یعنی جو صبح کا ذب کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور حاصل یہ کہ اوتھالے اس پر وہ نور کو جو صبح کا ذب کے وقت ہوتا ہے جو شب سے کھولنے والا ہے پس جو ہم یہاں وارد ہوتا تھا کہ مشق تو تاریکی کی تھی کہ صبح ظاہر ہوتی ہے اور آیت سے معلوم اس کے برعکس ہے یہ وہم دفع ہو گیا۔ اور غیر دو وجہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا۔



ذات و عزی میری سفارش کر چکی تھی کہ امت نازل ہوئی۔ و تَرْكُمُو مَا خَلَقْنَا لَكُمْ اَعْلِيَاكُمْ مِنْ الْاَوَالِ۔ اور چھوڑا تم نے وہ  
سب کچھ جو ہم نے تم کو ابتعال و شائع وغیرہ۔ قول۔ جملہ شائع دنیا و اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دی ہوں۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ یعنی جو نعمتیں  
وہاں تھے وہاں دنیا میں جو چیز جو ضرر کچھ سب تم نے چھوڑے۔ و سَاءَ ظَنُّوْا رَبَّكُمْ اِذْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ الْكِتَابَ فِيهِ اٰيَاتٌ لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ پس اگر  
ایمان لا کر اپنی نیت نیک و اختیار سے کار خیر میں صرف کر کے چھوڑا ہوتا تو وہاں کتاب آیت چار چار چھوڑا تے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ آدمی  
کتبا ہو کہ میرا مال میرا مال بھلا کچھ میرا مال بھی ہو سوائے اسکے جو تھے لکھا کر فاکر دیا اور ہنکر بہاڑا الا یہ قدر دیکر آخرت کے لیے باقی رکھ چھوڑا  
اور جو اسکے سوائے ہو وہ سب اور زمین کے لیے چھوڑ جانے والا ہو و مَا تَرَىٰ مِنْ شَيْءٍ مِّنْهُ لَآ يَخْشَىٰ فِى ذٰلِكَ نَارَ الْاِنْفِاسِ۔ اللہ تعالیٰ نے  
ترک کیا ہے اُن کو جو شے کو آ لینی لاسکتا ہے کہ اس کے طور پر اُن سے کہا جائے گا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں لات و عزی وغیرہ ہوں کہ  
جو تمہارے غم میں تمہاری شے سے نفع تھے اب ہمیں دیکھنے کی نسبت لکھا اعتقاد تھا کہ یہ عبارت کہہ استحقاق میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے شریک  
ہیں لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ۔ لکھتے ہو گیا وصل و وصل تمہارا یعنی تمہارا اجتہاد ٹوٹ گیا۔ اور یہ بنا پر قراۃ رفع کے ہو یعنی منکلم  
فاعل واقع ہو اور یہی اکثر قراۃ رحمہ اللہ کی قراۃ ہو۔ بین اسم ہو بمعنی وصل یعنی ملاپ اور رواج رہنے کے کہا کہ میں ایک نعت ہو بد وصل  
اور خیالی دونوں معنی میں آتا ہے پس یہ افساد زمین سے ہو اور یہاں بمعنی اول ہو اور حقیقت و نافع وغیرہ کی قراۃ میں منکلم نصب ہو یعنی  
تقطع ما منکلم۔ اور یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراۃ ہو اور مراد موصوٰلہ سے میل جول ہو۔ و وصل عَمَلِكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ یعنی دنیا  
میں جو تمہاری سنانہ پیش و رد گاری پر کھنڈ تھا وہ اب سب گم ہو گیا اور یہ بانہ قولہ اذْخِرُوا الَّذِيْنَ اٰتَوْا رِزْقًا وَارْتَضَوْا بِالْحَدِثِ  
وَلَقَطَعْنَا مِنْهُمُ الْاَسْبَابَ الْاَلْهِيَّةَ۔ فی العر اس قولہ تعالیٰ و من اظلم من افری آیت۔ اس میں اشارہ ہو کہ امر الہی میں ہر مفسر کی  
وجود نا ایسا ہی ظالم ہو چنانچہ جو کوئی عرفان الہی کا دعویٰ کرے اور عادت بنے وہ ظالم ہے اور لوگوں کو بہکا تا اور نافی خراب و برباد کر تا ہو  
انجام کار خود دین و دنیا میں برباد ہوگا۔ بعض نے کہا کہ ولایت جناب الہی نہوا سکے بیان کرنا بھی اسی حکم میں داخل ہو۔ سہل بن عبد  
نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اسے افرار کیا اور مراد ذکر غفلت ہو۔ قولہ تعالیٰ و لَقَدْ جَعَلْنَا فِرَادٰی۔ اس سے ظاہر ہو کہ اعمال تمام مخلوق کے  
اسکے عظمت و جلال کے طور میں جمع و منجمل ہیں جب بندوں پر اقرار نازل ہو کر نیلے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے بیزاری ظاہر کر نیلے  
کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ دیکھیں گے اور نہ کسی نعمت و کرامت کے مقابلہ میں انکی کچھ ہستی سمجھیں گے اور دیدار قدم کے وقت  
ایسے ہونگے جیسے عدم سے نکلے۔ بعض نے کہا کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہو کہ تمام طاعت و بندگی سے اپنے کو سفلس جان کر اللہ تعالیٰ کی درگاہ  
میں رافع لاوے۔ شیخ ابو حفص سے کہا گیا کہ آپ اپنا کون عہدہ عمل دیکھ حضور الہی میں جاوینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقر کے پاس  
سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہو کہ ایسے غنی کی درگاہ میں بجاوے۔ قال تعالیٰ لَقَدْ جَعَلْنَا فِرَادٰی۔ یعنی اپنے اعمال و احوال و طامات  
سب سے عالی آئے۔ قال الشیخ مجھے بیان ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے در حالیکہ موجد ہو میری وحدانیت سے  
اور کشف کے ساتھ میرے شاہدہ کے شاہد ہو جیسے تم اب اسے حال میں عدم سے پیدا کر کے میری ربوبیت پر شاہد ہوئے تھے کہ  
تمنے است برکم کے جواب میں بتایا ہے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ و بدون غلطی تطیل کے چنانچہ حدیث حضرت مسلم  
یوسف و لد علی الفطرۃ ایسے آخرہ میں اشارہ ہو کہ فطرۃ اذل پر پیدا ہوتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے قولہ و تَرْكُمُو مَا خَلَقْنَا لَكُمْ اَعْلٰیَاكُمْ سے  
برہنیت امدادہ اذلی پر داغ عبودیت بدون علت ہونے کا اشارہ فرمایا ہو۔

بن ابی سرح بتھا جو آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا جب حضرت صلعم نے قرآن تعالیٰ تم انشاء خلقا آخرہ اسکو لکھو یا تو بعد امتہ ہوا کہ فقہار ک  
 اللہ احسن الخالقین۔ تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھو یوں ہی نازل ہوا ہے اور یہ مکرر قدم تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر مکرر سے ہیں تو پھر بھی  
 مثل وحی کی گئی پھر آیا کہ یہ جھوٹے ہیں تو میں نے انکے مثل کہہ لیا پس اسلام سے مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس پہنچا پھر  
 فتح مکہ کے روز مسلمان ہو گیا۔ قال المترجم یہ سورہ یکہ ہے اور قصہ عبد اللہ مذکور کا مدینہ میں واقع ہوا تھا ہاں خبر غیب ہو سکتا ہے  
 اور عموم کلام میں عبد اللہ مذکور کے مانند لوگ بھی شامل ہیں لہذا مفسر رحمہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اُسکے معداق وہی  
 غرض کرنے والے مفسد لوگ تھے۔ پھر اسنے اعظم لوگوں کا حال خراب بیان فرمایا۔ وَلَقَدْ تَرَكْتُمْ يٰ مَعْشَرُ اور اگر اسے محمد تو دیکھتے  
 اِذَا الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ جبکہ ظالم مذکور سکرات موت میں ہونگے۔ غمرات جمع غمرہ یعنی شدت۔ جمع آن غمرمانند  
 توبہ و توب۔ قال ابن عباس غمرات الموت وہ سکرات موت ہیں۔ وَ الْمَلَائِكَةُ بَاسِطُوْا اَيْدِيَهُمْ اور ملائکہ اپنے  
 ہاتھ بڑھائے ہونگے۔ ان ظالموں کی طرف مارنے و ملامت دینے کے واسطے اور انسے سختی سے کہتے ہونگے کہ۔ اَخْرِجُوْا  
 اَنْفُسَكُمْ کواپنی روحوں کو۔ ہم انکو قبض کریں گے۔ مدارک میں کہا کہ یہ بیان ہر روح نکالنے میں سختی و درشتی کرنے کا بہترین  
 بالکل مہلت و آسانی نہوگی۔ اور ابن عباس رحمہ سے روایت ہے کہ ملائکہ سے مراد ملاک الموت علیہ السلام مع اعوان و انصار ہیں۔ قال  
 ابن کثیر رحمہ۔ باسطوا الیدیم یعنی مار پیٹ سے دست درازی کرنے والے۔ قال الضحاک و ابو صالح یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے  
 والے مانند قولہ تعالیٰ وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الْمُرْسَلُونَ كَرِهُوا الْمَلَائِكَةَ يَقْرِضُوْهُمْ وادبارہم۔ اسی واسطے فرمایا۔ اخرجوا انفسکم۔ کیونکہ جب کافر کی  
 موت آگئی تو ملائکہ اسکو عذاب و سختی و فواری و غضب آسمانی کی خبر سناتے ہیں پس اُسکی روح اسکے جسم میں ڈری ہوئی دیکھتی ہے اور نگہنا  
 نہیں چاہتی ہے پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ نکالو۔ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْلِ جہنم و عذاب  
 عذاب ہواں و ذلت و فواری دیے جاؤ گے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ عَيُّو الْحَقِّ۔ بوجہ نفاق بہتان باندھنے کے استہزاف  
 یعنی جھوٹ و دعویٰ نبوت و وحی کیے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہتان باندھنے کے سبب سے۔  
 وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تُسْتَكْبِرُوْنَ اور ایتام کے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب سے۔ قال  
 المفسر ح۔ جواب لو مخذوف ہے بسبب ظہور کے یعنی ولو تری یا محمد حین یکون الظالمون بتلین فی کذا و کذا الرأیت امر اعطیای یعنی اگر تو دیکھتا  
 ظالموں کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب میں مبتلا ہو کر یہ حال ہونگے تو البتہ تجھکو ایک نہایت کریہ منظر ہونا کہ ان لوگوں کا حال نظر آتا  
 باجملہ کافروں پر یہ حال ہونا ضرور ہے نفوذ باللہ منہ۔ پھر روز حشر کا حال فرمایا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَ اَرْضَہٗا یعنی جب حشر کے روز زندہ  
 کر کے اٹھائے جاؤ گے تو اسے کہا جائیگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی درحالیکہ ال و اولاد اور بارہ مددگار سب سے منفرد کیلئے ہماری طرف  
 آئے ہو۔ کَمَا خَلَقْتُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے پہلے تکرار اول بار پیدا کیا تھا۔ قال المفسر ح۔ یعنی ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے  
 یہی حدیث صحیح میں اہل حشر کی حالت بیان ہوئی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگ کیونکر شرم نہ کریں گے فرمایا کہ اے عائشہ  
 وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ بذا کہ فرادی نوزین بنا برلخت ہونے پر ہا گیا اور بالفت تانیث مقصورہ پڑھا گیا  
 بنا برآنکہ جمع فرد و فرد ہے اور بعض نے کہا کہ فرد کی جمع فرادی نہیں پس اسم جمع ہے اور راغب رحمہ نے کہا کہ فرید کی جمع فرادی ہے۔ باجملہ دم  
 حال و لوق ہے اسے جہنم و منفردین۔ الگ الگ ایک ایک آئے ہو جیسے پیدا ہوئے تھے۔ مکرر رحمہ سے مروی ہے کہ لفظ الحارث نے کہا کہ

ایمان لانے والوں کے لیے۔ اور ایسی ہی تقدیریں عمل کرنے والوں کے لیے اور ایسے ہی اسکے حکم و ہی سمجھنے والوں کے لیے اور ایسے ہی حضورِ رسول سے سمجھ کر رہنے والوں کے لیے۔ قال الاستاذ حبیب کی کن بہ نہایت عزیز بنی ہو جس سے تلبہ وجد و حال میں تسکین اور شفا و از در دہم و فناء ہو۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ

اور ان سے ظالم کون مگر ایسا جو مانہ ہے اللہ پر جو کچھ دیکھنے والے جھوٹے کہتے ہیں اور ان کو دیکھ کر نہیں سمجھتی وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَشَاءُ إِذِ الظَّالِمُونَ

آئی اور جو کہتے ہیں اُن کا نزول۔ اور ان کے اللہ سے اُن کا ارادہ اور بھی تو دیکھتے ہیں وقت ظالم ہیں فَيُفْعَلُ الْغَوْثُ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمْ

الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُمَاتِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ

وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَىٰ كَمَا خَلَقْتُمْ

أَقَال مَدَدَةً وَتَذَكَّرْتُمْ مَا خَوَّلَكُمْ وَرَأَوْا ظُهُورَكُمْ وَمَا

نَدَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءُ كُفَّالِ الدِّينِ زَعَمْتُمْ أَهْمُ فَيَكُونُ شَرٌّ كَوْنًا

لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ

وَمَنْ أَظْلَمُ لِمَنْ أَظْلَمُ - کوئی زیادہ ظالم نہیں۔ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا دُعا و اللہ و لم یکن نبیا۔

ایسے شخص سے جسے بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر۔ باین طور کہ نبوت کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا۔ اَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ

پر عام ہو بنا بر قول شیخ ابو حمان رحمہ کے۔ یا کہا کہ۔ اَوْحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ مجھے وحی آئی کی گئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں کی گئی تھی۔ مگر یہ رحم سے ابن جریر رحمہ نے روایت کیا کہ یہ سیلہ کتاب کے حق میں نازل ہوا۔ اور یہ عالم میں تھا کہ وہ رحم سے بھی یہی

سبب نزول ذکر کیا اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے عکرمہ و فناء و نزول کا قول ذکر کیا ہے۔ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

اور من افتری۔ پر یعنی اور کون اظلم ہو ایسے جسے کہا۔ یعنی کوئی اظلم نہیں اُس سے جسے کہا۔ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ

کہ پھر اترنے والا ہو جیسا اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم پر اُنارک اور یہ ان لوگوں نے بیباکی و حماقت سے کہا اظلم طلب اُکا یہ تھا کہ یہ بنائی باتیں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی جالین۔ کہا قال تعالیٰ وَاذَا عَلِيٌّ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا قَالُوا تِلْكَ آيَاتُ الْفُلَانِ تِلْكَ آيَاتُ الْفُلَانِ

بیان ما التبتس علیکم واختلقت فیہ۔ اور سکھلائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی ہے ایسی باتیں جنکو نہیں جانتے اور نہ تمہارے باپ دادوں نے توریت میں سے یا بن طور کہ قرآن میں بیان آگیا اس چیز کا جو تمہارے شہدہ ہو گئی تھی اور تم اس میں باہم جھگڑتے تھے (اسیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہی لینے تم کو قرآن کے اتارنے سے اگلی و پچھلی وہ خیرین و علوم سکھلائے جو تم و تمہارے باپ کوئی نہیں جانتے تھے۔ لیکن پوشیدہ نہیں کہ استفہام کے تحت میں یہ بھی داخل ہو لینے کے موسیٰ پر کتاب اتاری ایسی اور ایسی اور تم نے اسکو اسطرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم و تمہارے باپ نہ جانتے تھے وہ سکھلائے گئے ہیں اگر یہ معنی ہوں کہ قرآن سے سکھلائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہو پس اولی وہ ہو جو بعض نے کہا کہ یہ بطور نسیان و احسان کے ہے یہود پر اور نعمت کی یاد دہانی ہے تاکہ جان بوجھ کر جاہلون کو بہکانے سے شرم کریں۔ پھر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ ان جھوٹوں کو جو انزال کتاب سے انکار کرتے ہیں بعد استفہام مذکور کے کہنے توریت موسیٰ پر اتاری تھی جواب دے کہ قولہ قبل اللہ اے اللہ تعالیٰ انزلہ۔ رواہ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یعنی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اتارا۔ یعنی یہودی جھوٹے مفسر شرمندہ ہو کر کیا جواب دینگے جواب دہی ہو تو خود جواب دیدے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اتارا پس جیسا ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر کتاب اتاری تو مشرکون و یہودیوں کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا ہو رد ہو گیا اسلئے کہ سائبہ کلہ کے غلط ہونے کے واسطے وہ جہہ جزئیہ کافی ہے۔ **فَإِنْ هُمْ فِي حُذْرٍ مِنْ بَاطِلِهِمْ يَكْجَبُونَ** پھر انکو انکی جہالت و گمراہی اور بہتان و افتراء میں چھوڑ دے لہو و لب کریں۔ **فَتَبَيَّنَ بَاطِلُهُمْ** یہاں تک کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مشیت ہے ان میں جاری ہو۔ اور یہ بیان مشیت ہے کہ صریح الزام انپر عائد ہیں اور دیکھتے و جانتے ہیں پھر یہ ایت نہیں پاتے میں پس بعض نے جو کہا کہ یہ آیت السیف سے غسیح ہے یہ بعید ہے کہ۔ پھر قرآن مجید کو بیان فرمایا **وَهَذَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَيْفَ أَنْزَلْنَاهُ مَبْرُكًا مَصْدَقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ** ایسی کتاب ہے کہ ہم نے اسکو اتارا مبارک ہے جو پہلے رو برواے کی تصدیق کرنے والے ہو یعنی اپنے زمانہ سے پہلے اُتری ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ **وَلَتَنْذِرُكَ** دو قرآن میں بناء خطاب پس آنحضرت صلعم کو خطاب ہے اور یہاں متناہیہ پس قرآن مجید فاعل ہے اور یہ اپنے ماقبل پر ازراہ معنی کے عطف ہے اور اصل آیت یہ قرآن ایک کتاب ہے کہ اسکو ہم نے اتارا واسطے برکت و اگلی کتابوں کی تصدیق کے اور واسطے اس بات کے کہ اسکے ساتھ توڑ سناوے۔ **أَمَّا الْقُرْآنُ وَمَنْ حَقَّ لَكُمْ** ام القریٰ کو یعنی ام القریٰ والوں کو اور ان لوگوں کو جو اسکے گرد ہیں۔ متناہیہ رحمت سے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ زمین جب اجدا سے خلقت میں بچائی گئی تو اسی مقام سے بچھائی گئی اسی واسطے کہ کو ام القریٰ کہتے ہیں کہ تمام شہر و زمین جہان کا وجود زمین سے ہے اور بعض نے اسکو کہا کہ زمین کی ناف ہے۔ بالکلہ ام القریٰ کے گرد والے تمام روئے زمین کے باشندے ہوئے یعنی تمام ان قری والے جنکے واسطے کہ مانند مان کے ہے چنانچہ دوسری آیت میں ہے۔ **قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ** ایکم جمیعاً الآتية۔ اور فرمایا۔ تبارک الذی انزل الفرقان علی عبده لیکون للعالمین نذیراً۔ اور فرمایا۔ لا نذر کم یہ ومن بلغ الآتية پس یہ وارد ہوا کہ کہ قولہ لتندرام القریٰ سے آنحضرت صلعم کی عموم بعثت نہیں ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ من و کہا۔ کے معنی عموم بعثت کے بعثت بیان ہوئے علاوہ برین دیگر نفوس صریحہ مفید عموم بعثت موجود ہیں تو اگر من و کہا۔ سے مضافات کہ مراد ہوں تاہم ایک خاص فعل میں ہوگا کہ آنحضرت صلعم بذات خود انذار کریں اور یہ عموم بعثت کو منافی نہیں یاں معنی کہ جبکو واسطہ آپ کے بعثت پہونچی ہے پر ایمان فرض ہے ورنہ کافر ہوگا۔ فاقم۔ **وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْآخِرَةِ يَدْعُونَ إِلَى الْبَاطِلِ** جو لوگ آخرت کو حق جانتے وہ قرآن

پر ایمان لانے ہیں۔ کچھ نہ آخرت کی اور روز جزاء و حساب کی جو تصدیق کرتا ہو وہ در مسئلے پر متنبہ ہوتا اور اعمال خیر کی گرفت کرتا ہو کہ کچھ حیات دنیاوی تو چند روزہ ہو اور اس کو لعب بیکار ہو اور یہودیوں و نصرانیوں کو در حقیقت دار آخرت پر ایمان نہیں رہا سو جو سے قرآن سے منکر ہیں۔ **وَقَسُّوْا عَلٰی صُلٰکِ تَحْمِیْمًا فِیْ طُرُقٍ** اور یہ لوگ اپنی ناز پر کج غفلت رکھتے ہیں **ف** یعنی عذاب الہی کے خوف سے اس کو محفوظ رکھتے ہیں۔ **قَالَ فِی الْمَدَارِکِ نَازِکِیْ خُصُوْصِیَّتِ بَیْنِ مَعْنٰی** کہ دو دین کا ستون اور اصل اعمال ہے جسے اس کو نگاہ رکھنا وہ ظاہر ہے کہ سب کو نگاہ رکھنا۔ **قَالَ الْمَرْحُومُ** اور جن لوگوں کو نماز پڑھنے سے یہ فیض نہیں ہوتا کہ تمام بری باتوں کو چھوڑ دیں تو اس وجہ سے کہ نماز کہ عید ملی سے بدوین مطلب سمجھے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی اور سر جھکانے کو خیال نہیں رکھتے اور سورہ الحج میں جو دعا و مناجات ہے اس کو دل سے نہیں مانگتے ہیں **اللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا اِیَّاهِیْ وَ اَلْمُسْلِمِیْنَ جَمِیْعًا وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ**۔ **ف** فی العرائس قولہ **وَمَا قَدَرُوا الْاَنْدَقَ قَدِیْرًا** اس سے خلافت کی ہوس اس بات کی توڑ دی کہ اسکے کہ قدم کو پا دین کیونکہ اس کی درگاہ عودت تک پہنچنے میں تو یہ کیفیت ہے کہ وہ ان حدود کا اثر و نشان نہیں رہتا پھر قدر عظمت و کبریا کو کوئی کیا جانے ان معرفت اس کا فضل ہے سو جس کو معرفت نہیں وہ قدر کیا کرے گا اور معرفت اس کو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو ترجیح دیتا نہیں و لیکن اپنے نفس کی حقیقت کہ ان جان سکتا ہے الا اسی صورت سے کہ اس کا خود خالق ہوتا پھر خود با اللہ منہ کوئی اور خالق کہ ان سے ممکن ہے حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پاک ہے ہر شرک و ضد و مذہب غیرہ سے اور اس کی سطوات عظمت میں غیر کا وجود ہی ندارد ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ وہ پاک پروردگار و وحدہ لا شریک ہے وہ اپنی قدر معرفت خود ہی جانتا ہے اس کا ادراک کسی بندہ مخلوق کی طاقت نہیں لینے کوئی غیر اسکے جناب میں نہیں ہے وہ ان عقلین حیران دین کہ غیر متناہی ہے اور قلب تہیہ میں کہتے ہیں کہ غیر محدود و کمین مکان و زمان میں اس کا حلول نہیں اس کا علم سب کو محیط ہے وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہے کہ زبان میں حقنی بے انتہا تعریف کریں وہ اس کی پاک برتر شان میں حقوڑی سے حقوڑی ہے اس کی تعریف و حمد و ثناء وہی خود کر سکتا ہے۔ اس کا فضل ہے جس بندے کو مقرب فرمایا وہ عارت کہلایا اور جس حال و بزرگی میں یہ بندہ پہنچا اس کی نظر میں جفت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دو وزن جہان کی نعمت گر ہو وہ ہو اللہ فی السموات و فی الارض لیعلم سر کم و جہر کم و لیعلم ما تکسبون۔ یہ آیت پڑھو اور اس کی عظمت کے واسطے گردن جھکاؤ **سُبْحٰنَکَ اللّٰهُمَّ اَمَّا بَکَ وَ بَیْنا جَاوِدَیْہِیْ صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلٰم**۔ حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ او تعالیٰ پاک پروردگار ہے بھلا کوئی اس کی حق قدر کر جان سکتا ہے اسی نے اس کو تقدیر کیا ہے اور اوصاف قدم سے حوادث کے اوصاف پر ایک پر تو ہے پس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت پھر قدر آتی اور کرتا۔ **قَالَ الْمَرْحُومُ** یعنی فنا ہو جائے۔ بعض نے کہا کہ او تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی ورنہ ہر شے الہی کے وارد ہونے پر ان کی روحیں گھل جائیں اور فنا ہو جائیں۔ **قَوْلُهُ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْہُمْ**۔ یعنی جب کہ وہ اصلین کے اسرار و ادوی الہیت میں پڑے اور شوق ہویت میں ان کی روحیں متحیر ہوئیں اور سطوات قدرت میں عقلیں فنا ہوئیں اور تجلی مشاہدہ میں اجسام فنا ہوئے اور مراد تجلی جمال و جلال کے واردات سے جو اپنے راہ ہوا اسکے مسالک نہیں پہچانتے پس تجھے پوچھتے ہیں اس حیرانی میں کہ ہم کون ہیں اور کہاں ہیں تو جو ان ادا سے محبت کہہ دے اللہ یعنی حسین تم پڑے ہو یہ دریا سے ازل جو تم اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس معرفت میں پہنچے ہو سو اور جب وہ لوگ تجھے پوچھیں جو قبر الہی میں پڑ کر حیرت گر اہی میں بھٹکے پھرتے ہیں کہ ان کو یہ کہاں سے ہو تو کہہ دے کہ مشیت الہی نے حکم دیا ہے اور وہی و محبوب ہونا کچھ مجاہدہ سے نہیں ہے اور اگر وہ کسی علت پر نہیں ہے پھر چھوڑ دے دو وزن گردہ کو اور تو میری طرف مشغول ہو کیونکہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو اس کو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہیں ہے۔ **قَالَ الْمَرْحُومُ** ہر دو گردہ کی تفسیر مجاہدہ میں داخل کی مترجم کی سمجھ میں نہ جیسا شاہ



کے اقتدار کا حکم دین اور یہ شریعت وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہے چنانچہ اوتھالے نے فرمایا۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ لولا آلائیہ۔ و اسٹی  
نے اس آیت میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و غرض  
سب اُنسے ساقط کر دی اور ان کے اسرار باطنی میں اشارات حقائق کو بھر دیا۔ اس آیت سے بعض نے اشارہ لیا کہ آدمی کی اراست پوری  
نہیں ہوتی جب تک کہ پیشواؤں سے نہ لیدے اور انکی نظر کی برکتیں حاصل نہ کرے بھلا تو نہیں دیکھا کہ سلفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے  
دوران وزیروں سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا۔ اعدوا باللذین من بعدی الی بکر و عمر۔ یعنی تم لوگ اقتدار کو دو دنوں سے جو میرے  
بعد راہ شریعت کو برتیں وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ پس ایسے ہی شخص کی اقتدار صحیح ہو جو پیشواؤں کے طریقہ پر ہو اور انکی برکتوں  
نے اس میں اثر کیا ہو تو غور سے دیکھ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جسے مجھے دیکھا یعنی جہین میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہو۔ تاہم  
وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَن آتَزَالُ

اور انھوں نے نہ جاننا اللہ کو پورا جاننا جب کہنے لگے اللہ نے انہما نہیں کسی انسان پر کچھ بوجھ تو کئے اتاری  
الکِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ نُورًا وَهُدًى لِّلنَّاسِ يَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ

تَبْدُوهَا وَتُخْفُونَ كِتَابَهُ وَعِلْمُهُمْ طَائِفَةٌ لِّبَنِي آدَمَ وَنُورُهُمْ نُورُ الْوَحْيِ

اللَّهُ لَا تَزِرُ وَهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ وَهَذَا كِتَابُنَا

مُبَارَكٌ مَّصَدَّقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ

حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ الَّذِينَ لَئِيْلٌ عَلَيْهِمْ سَعَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

مَنْ تَتَّبِعْهُ يَكُنْ مِنَ الْغَالِبِينَ

مَنْ تَتَّبِعْهُ يَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ

مَنْ تَتَّبِعْهُ يَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ

مَنْ تَتَّبِعْهُ يَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ

مَنْ تَتَّبِعْهُ يَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ

سہی رح نے کہا کہ یہ فحاص یہودی سنے کہا تھا۔ اور فکر مدح سے مروی ہو کہ مالک بن اعین یسوی نے کہا اور اسی کے مانند سید بن جبیر سے مروی ہو۔ شاید ان یہودیوں نے عوام کو شک دلانے کے لیے اس طرح بے ایمانی سے قسم کھائی۔ بالجملہ یہ آیت اس موعظ میں مدینہ ہوگی کیونکہ یہود تو مدینہ میں تھے یا اتفاق سے مکہ میں گئے ہوں۔ اور یہ سورہ مکہ ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رح قولہ و ما قدرہ اللہ فی قدرہ۔ نہیں تعظیم کی اللہ تعالیٰ کے حق تعظیم جبکہ انھوں نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس ہدایت کو پہنچا۔ ابن عباس و مجاہد و عبد بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق میں ہو اور ان میں جو یہودی تھے اسی کو اختیار کیا جو پھر اختلاف مذکور بالا ذکر کر کے کہا کہ اصح یہ ہو کہ قریش کے حق میں نزول ہوا کیونکہ یہ سورہ و آیت یکہ ہو اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کیے جانے سے منکر نہیں ہیں ہاں قریش و عرب والے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہیں کافی قولہ قالوا البعث اللہ بشر ارسولاً الایہ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس یہاں انکا انکار ذکر فرمایا کہ ان مشرکوں نے کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شئی۔ مترجم کہتا ہو کہ واقعہ محتمل ہو اور صورتیں سب واقع ہو سکتی ہیں اگرچہ سبب نزول میں رے کو دخل نہیں مگر توفیق ہوں ہو سکتی ہو کہ یہود کج بخت نے مکہ میں یا دوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات میں بکایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر آسمان سے کوئی کتاب نہیں اتاری ہو وہی مشرکین نے انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرنے میں کفار قریش کا رد ہو کیونکہ قریش تو اس بات میں یہودی تقدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا۔ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ بِمُوسَىٰ ان لوگوں سے کہہ دے کہ اے آدمی وہ کتاب جسکو لایا موسیٰ فن۔ یعنی توریت پھر کہنے اتاری۔ یہ بین باو تقدیرہ اور ضمیر مفعول نہ ہو۔ اولیٰ اسکی حال ہو قولہ نُونًا وَهَدًى لِّلنَّاسِ در حالیکہ نور ہو وہ کتاب اور ہدایت ہو لوگوں کے لیے یعنی نور و ہادی ہو۔ قال الحافظ یعنی مشکلات حل ہونے اور شبہات کی تاریکی دور ہونے میں اس کتاب سے روشنی لی جاتی تھی۔ اور قریش پر یہ اسوجہ سے حجت ہو کہ وہ یہودی تقدیق کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتری ہو یا ہر شخص اسکو جان گیا ہو انکار نہیں کر سکتا اور اگر نزول در بارہ یہود ہو تو انبر الزام ظاہر ہو اور جو مشرک ہم نے توفیق بیان کی اس کے موافق کچھ اشکال نہیں کیونکہ یہود کو جھوٹا ثابت کر دیا اور قریش نے انھیں جھوٹوں و بہتان کہنے والوں کی تقدیق کی تھی پس قریش پر بھی رد ہو گیا۔ یہودی اس سے کسی طرح انکار نہیں کر سکتے۔ پھر دوسرا حلیہ فرمایا بقولہ تَجْعَلُونَهُ قُرْآنًا طیس اور حالیکہ تم لوگ (یا یہ لوگ) اس کتاب کو اجزائے متفرقہ بناتے ہو۔ ابو عمرو و ابن کثیر نے یجعلون بجا برخانیہ متینوں جگہ پڑھا یعنی یجعلونہ اور بد و نہا اور یخفون۔ سب بیار تخانیہ پڑھے ہیں اور باقیوں نے یجعلونہ وغیرہ کو بتاء خطاب پڑھا پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہوگا جسکے فوائد میں سے یہ بھی ہو کہ بالمشافہ و خطاب میں جھوٹ بدلنے سے شرم کریں اور قرطیس جمع قرطاس بمعنی پارہ پارہ۔ یعنی تم کرتے ہو اسکو قرطیس میں یا تقدیر کلام آنکہ یجعلونہ ذا قرطیس۔ یعنی اسکو اصلی کتاب میں سے نقل کر کے قرطیس میں لاتے ہو اور اسکو جدا جدا ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ وہ انکی مراد ہو کہ یہودی ہو کہ تحریف کریں اور تبدیل کریں اور کچھ ظاہر کریں اور جو چاہیں وہ چھپا ڈالیں جیسے بنی صلیع کی صفت پوشیدہ کر ڈالی۔ اور یہ ان لوگوں کی مذمت ہے جو یہودیوں سے یہودین اسوئے فرمایا تبتُّ و نھا یعنی جو کچھ اس میں سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو یا ظاہر کرتے ہیں و یخفون کہیں اور انھاء کرتے ہو بہت کو (یا) دے لوگ اس میں سے بہت اختیار کرتے جیسے نفث صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ۔ پھر واضح ہو کہ بتاء خطاب پڑھنا اولیٰ ہو بقیرہ قولہ و علیٰ ما تعلمون ما تعلمون و لا آباءکم من التورۃ

محال ہے۔ قال المترجم پس اس طرح قولہ ولو اشد کذا۔ میں یہ جائز نہیں کہ شرک ان بندوں سے واقع ہووے بسبب اسکے کہ اولاً عزوجل نے تقدیر ازل میں انکو برگزیدہ پاک اعلان کر دیا تھا۔ لہذا مفسر سیوطی رحمہ نے بالفرض کے معنی بیان کیے اور بیان سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ تقدیر نہیں ہے بلکہ معنی ہی اسکے یہ ہیں پس یہ لفظ توضیح کے واسطے ظاہر کر دیا ہے۔ اور علماء بیان نے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہے اسکے معنی یہ ہیں جو امر محتمل ہو اس پر حرف قطعی الوقوع داخل ہوگا اور جو ضرور واقع ہوئے والا ہو اس پر حرف شک نہیں داخل ہوگا مثلاً اذا جلت الشمس اتيتک۔ جب سورج حاملہ ہوگا تو میں تیرے پاس آؤں گا۔ یہ غیر ممکن ہے لیکن یہاں حرف رن لاؤں اگرچہ محال ہے اور مثلاً ان غربت الشمس اتيتک۔ اگر سورج غروب ہوگا انھیں یہ شک غلط ہے بلکہ اذا غربت الشمس کہنا چاہیے پس جس شخص نے یہ زعم کیا کہ حرف شرط جسر داخل ہو اسکا وقوع محتمل ہوتا ہے تو وہ غلط سمجھا۔ **اولئك الموصوفون** المذكورون۔ یہ پاک بندے جو مذکور و موصوف ہوئے ہیں یہی ہیں کہ **الذين اتيتهم الكتب** جنکو پہنچے دی ہو کتاب و فیہ لیسانی کتابین عطا فرمائی ہیں فواہ باین طور کہ انہیں نازل ہوئی یا انکے فہم میں ہدایت کے طور پر ملی۔ **والله اعلم** اور نبوت سے اس سے معلوم ہوا کہ کتاب و حکمت و نبوت سب الگ الگ چیزیں ہیں پس جس شخص نے نبوت کی ماہیت بیان کی اسنے حفاظ کی ہاں لازم نبوت کو بیان کر سکتا ہے اور وہ ظاہر ہیں۔ **فان تکفروا** اے ہندہ الثلثہ پھر اگر کفر کریں اس سے یعنی انہیں تینوں باتوں کتاب و حکم و نبوت سے۔ اور بعض نے فقط نبوت کی طرف تفسیر راجع کی۔ ورجحہ الشیخ الحافظ۔ یعنی اگر ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کریں **لھو کلا** اہل مکہ۔ کذا تفسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وسیع بن المسیب و الضحاک و قتادہ و السدی وغیرہ و احمر رحمہ اللہ تباری۔ **فقد وکلتنا بها** ارصدنا لہا۔ یعنی تو کیل یعنی ارصاد ہی یعنی تو منظور نظر کر دیا ہم نے اسکے ساتھ ایمان لانے کے لیے۔ **قوما لیس وکھا بکفرین** ایسی قوم کو جو کچھ بھی اس سے منکر نہیں ہیں۔ اور بیکافورین پر باور اندہ ہے بالفرض مزید بیان کے۔ قال المفسر رحمہ اللہ یہ قوم مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور اسی کے مانند ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعض نے اس قوم سے ملا کہ مراد یہ ہے اور بعض نے انبیاء مذکورین علیہم السلام مراد لیے اور یہ بعید ہے اور یہ ہے کہ جیسے کفر و انکار کرنے والے اولاً تو اہل مکہ تھے مگر ہر انکار کرنے والے انہیں شامل تھا اس طرح ایمان لانے والے اولاً تو صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں اور جو اس طرح ایمان لاوے انہیں شامل ہے اور انکی تعیین علم الہی میں موجود و معلوم ہے اور اسی کے مانند زید بن اسلم رحمہ سے مروی ہوا قال الشیخ الحافظ یعنی اگر نعمتوں سے قریش اہل مکہ میں سے ایک گروہ نے انکار کیا اور نیز دیگر اقوام عرب و عجم و یہود و نصاری نے انکار کیا تو ہم نے اسے ایمان لانے والی ایک۔ دوسری قوم منظور نظر فرمائی ہے وہ برابر اس پر ایمان لا دیگی یعنی جیسے ازل میں قریش وغیرہ میں سے منکروں کا کفر مقدر کیا اور پاک قوم دیگر کا ایمان مقدر کر دیا اور یہ قوم مہاجرین و انصار ہیں اور نیز جو لوگ قیامت تک اس میں اپنے پیر و پیوں اس طرح کہ اس میں سے ایک حرف بھی انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ قرآن و آیات الہی حکم و منشا بہ سب پر ایمان لاتے ہیں۔ **اولئك الذين** **لھما فی اللہ** اے ہدایم اللہ تعالیٰ۔ یہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔ **فیہم لھما اقتد** اے بطریق من التوحید و الصبر اقتدہ۔ پس تو بھی انکے طریقہ توحید میں یا کافروں کے ایثار پر صبر کرنے میں اقتدا کر۔ یہ خطاب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام کی ہدی میں اقتدا کریں اور سورہ ص میں سجدہ کرتے تھے۔ رواہ البخاری و النسائی اور اہل علم نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔

کیونکہ خصال عہدہ جو انبیاء میں متفرق تھے وہ آپ میں مجتمع ہوئے اور مترجیم کہتا ہے کہ دلائل افضل ہونے کے دیگر اقویٰ و احسن ہیں اور اس مقام پر حجت خصال ہدایت مذکور نہیں ہیں پس اگر وحی سے معلوم ہوئے تو وہ وحی مستقل ہے ورنہ توحید میں اقتدار ہوگی اور اولیٰ یہ ہے کہ جس طریقہ سے انھوں نے لوگوں کو ہدایت کی اور نبوت کو پہنچایا اس میں اقتدار کرنے کا حکم ہے تاکہ آنحضرت صلعم علمین ہوں اس امر سے کہ شریکین نہیں ماننے اور ایمان نہیں لاتے ہیں دیگر انور میں مانند صبر برائی یا کفار میں اقتدار کرین بابت قولہ فاصبر کیا صبر اولو العزم من الرسل۔ یعنی جیسے اولو العزم رسولوں نے صبر کیا ویسے تو بھی صبر کر۔ اور اقتدار کے معنی یہ ہیں کہ غیر کے فعل میں نفوذ چاہنا۔ پھر اقتدار بہاء سکتہ ہو پس وقت میں یہ ہوا آتی ہے اور کوئی اشکال نہیں اور رہا وصل میں تو باین طور کہ وصل کو وقت کے بجائے جاری کیا اور حرمہ و کسائی لے وصل کی راہ سے اسکو بھٹ کیا ہے اور اکثر قراء کے نزدیک اثبات ہے نہ حذف اور بعض نے کہا کہ ضمیر ہی اور راجع بجانب مصدر ہے یعنی اقتدار یعنی اقتدار ہے۔ قل لاہل کونہ۔ کہہ دے یعنی اہل مکہ سے کہہ دے کہ۔ لا اسئلكم علیہ اے علی القرآن۔ نہیں مانگتا میں تم سے قرآن کے عوض یا تم کو راہ ستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض یا اجر۔ ان تعطونہ کچھ اجر تہ جسکو تم لوگ دیدو۔ بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالیٰ عطا فرما دیگا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو۔ انھو ما ہذا القرآن۔ نہیں ہے یہ قرآن۔ الا ذی کسی للعلیائین مگر نصیحت واسطے عالمین کے۔ یعنی جن و انسا کے واسطے خواہ اسوقت موجود ہیں یا آئندہ تیارست تک پائے جاویں اور اس میں دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی نصیحت عام تھی کہ جمیع مخلوق جن و انسان کی طرف تھی اور تمام خلائی پر آپ کی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کے مانتا فرض ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جس یہودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری دعوت اسکو پہنچی پھر وہ ایمان نہ لایا تو کا فر ہو گیا اور مسئلہ معروف ہے۔ اس میں اختلاف نہیں ہاں بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی نصیحت میں داخل ہیں اور اس میں اختلاف ہے اور دلیل یہی لفظ عالمین ہے جو مستغرق جمیع عوالم کو چھوٹے سے ملائکہ بھی ہیں فافهم و الله اعلم۔ فی العرائس قولہ و احببنا ہم و دہرنا ہم۔ اپنی معرفت کے واسطے ان لوگوں کو اذل ہی میں قبل ان کے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عادت کی درجہ مشاہدہ میں یوں ہے کہ اس عادت میں خطرات نہ آویں اور بشریات یعنی بشریات کے مقتضیات سے مضطرب نہ ہو اور جنید رحم نے فرمایا کہ ہم نے انکو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ کے واسطے انکو ادب دیا اور تمام عالم سے مجھ کو صرف اوتعالیٰ کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی۔ قولہ تعالیٰ اولئک الذین ہدی اللہ۔ اوتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت میں انبیاء سابقین کی اقتدار کریں کیونکہ اس مقام میں وسائل کی منزلتیں ہیں پھر جب آنحضرت صلعم بالکل واصل و کامل ہو گئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب حاقط کرے چنانچہ فرمایا قل انما اتبع الیوحی الی من ربی الایہ۔ کہہ دے کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا ہے کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب توحید پڑھتے ہوئے آئے تو انکو جھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجائش نہ ہوتی سوائے اس بات کے کہ میری پیروی کرے قال البیہرجم علماء تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور میں آپ پر کوئی نفس وحی نہیں آئی اس میں آپ کو انبیاء سابقین کی مشرع پر عمل کرنے کا حکم تھا لہذا علماء نے کہا کہ انبیاء سابقین کی مشرع مفسوخ نہ ہو اس پر حکم عمل کرنا چاہیے ہے اور مترجم جسم اس بحث کو پہلے ذکر کر چکا ہے فندکہ۔ قال الشیخ اور نیز قولہ اولئک الذین ہدی اللہ کے یہی معنی ہیں کہ انکو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور حقائق کے آداب انکو سکھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت



تھے بلکہ انکے نام پر تبرکات نام رکھا تھا۔ اور محمد بن کعب نے کہا کہ امون اور چچا بھی والد کے حکم میں ہی چنانچہ لوط کو ذریعہ ابراہیم میں شمار کیا اور عیسیٰ کو ذریت میں شمار کیا حالانکہ انکا کوئی باپ نہ تھا فقط ان کے رشتہ سے انانکی ذریت ہوئے محمد الملک بن عمر سے روایت ہے کہ یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ حجاج ثقفی ظالم کے پاس گئے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حجاج بولا کہ وہ بنی صلیہ اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں نہ تھے تو یحییٰ بن یعمر رحمہ نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ حجاج بولا کہ تم اپنے قول پر کوئی دلیل لاؤ۔ یحییٰ رحمہ نے یہی آیت قولہ ومن ذریتہ سے عیسیٰ تک پڑھی پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے نسب سے حضرت ابراہیم کی ذریت میں سے ہیں تو حجاج نے اقرار کیا کہ تم سچے ہو۔ رواہ ابو الشیخ و الحاکم و البیہقی و قدر و ابی حاتم عن ابی حرب بن ابی الاسود۔ اور لفظ یہ ہیں کہ حجاج نے یحییٰ بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے خبر پہنچی کہ دو گمان کرتا ہے کہ حسن و حسین دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت ہیں اور تو اس بات کو قرآن سے پاتا ہے حالانکہ میں نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہ میں نہ پایا تو یحییٰ رحمہ نے کہا کہ کیا تو نے سورہ النعام نہیں پڑھی ثم ذکر نحو سابق مفسر رحمہ اللہ نے لکھا کہ عیسیٰ کے ذریعہ میں شمار کرنے سے یہ حکم نکلا کہ ذریت کا لفظ بیٹوں کی اولاد کو بھی شامل ہے۔ قال الحافظ اگر کسی شخص نے اپنی ذریت کے واسطے وصیت کی یا ذریت پر کوئی ملک وقف کی یا ذریت کو کچھ ہبہ کیا یعنی یوں کہا کہ میں نے یہ گائے شکر اپنی ذریت پر وقف کیا یا انکے لیے وصیت کی یا انکو ہبہ کیا تو اسکی ذریت میں دختر و بچوں کی اولاد بھی شامل ہوگی کیونکہ ذریت کا لفظ اولاد دختر کو شامل ہوتا ہے۔ اور اگر کہا کہ وقف علی بنی۔ وقف کیا میں نے اپنے بیٹوں پر تو یہ خاص اسکے لفظ کے بیٹے اور بچوں کو شامل ہوگا اور ناتیوں کو شامل ہوگا اور دیگر علماء نے کہا کہ ناتیوں کو بھی شامل ہوگا کیونکہ حضرت صلعم نے حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اپنی ہذا سیدہ یہ بیٹا میرا سیدہ ہوا لی آخر الحدیث علی مانی صحیح البخاری۔ دیگر علماء نے کہا کہ یہ پیار سے بجا زاہر یعنی ذریت و اولاد کے قال المہتر جسم اور اولاد کا لفظ یا اقارب کا لفظ کہنے وغیرہ کے تمام مسائل ترجمہ عالمگیر یہ کتاب الوقف میں تلاش کرو۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق الیاس میں اختلاف ہے۔ ابن سعد و رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ وہ ادیس ہیں اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ الیاس بن سنان بن نضاح بن عیزار بن ہارون بن عمران ہیں یعنی حضرت موسیٰؑ کے بھائی ہارون کی اولاد میں سے ہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے الیاس کو حج ۲ کی ذریات میں گنا اور تاسع نسب بیان کرنے والے کہتے ہیں کہ ادیس حضرت نوح کے اجداد میں سے ہیں۔ ضحاک رحمہ نے کہا کہ الیاس از اولاد اسمعیل ہیں اور قتیبہ نے کہا کہ وہ ویشع بن نون کے پوتوں میں سے ہیں۔ اور واضح ہو کہ ان بندوں کے صاحبین ہدایت یافتہ ہونے کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ پر انعام و احسان قرار دیا کیونکہ بیٹوں کی شرافت و بزرگی اپنے باپ و والدوں سے ملتی ہے۔ وَاَسْمٰعِیْلَ اٰیْن ابراہیم خلیل علیہما السلام اور انکا ذکر اسوجہ سے یوحنا ہوا کہ پہلے اسحاق کا ذکر بطور مہبت الکی عطا ہونے کے ہوا پس انکی تمام اولاد انکے تحت میں مذکور ہو کر پھر اسمعیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ وَاِسْمٰعِیْلَ مفسر ح نے لام زائد بیان کیا اور التبع بن الخطوب بن العجوز ہیں اور بعض نے کہا کہ یہی الیاس ہیں اور یہ غلط ہے ہر ایک علیحدہ مراد ہے اور وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یہ الیاس کے صاحب تھے اور ذکر یا علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض نے کہا التبع خضر علیہ السلام ہیں۔ وَاِسْمٰعِیْلَ بن مہدی۔ حدیث صحیح میں آپ نے منع فرمایا کہ مجھے یونس بن مہدی پر فضیلت مت دو۔ وَاِسْمٰعِیْلَ ابراہیمؑ کے بھائی ہارون کے بیٹے لوطؑ ہو کہ ابراہیمؑ کے ماتحت بنی تھے اور انکی قوم پڑنا فرمائی کا نذاب آیا تھا جسکا قصہ آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ وَكَلَّا فَضْلًا عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ اور انہیں سے ہر ایک کو ہم نے مالین پر نبوت سے فضیلت دی تھی۔ اور یہ معلوم نہیں ہوتا

کہ آپس میں انہیں سے کون کس سے افضل ہو اور اہل فقہ و علم اس میں کلام نہیں کرتے ہاں دلائل شرعی چونکہ اس بات پر قائم ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں لہذا آپ کی افضلیت کو منہور نے کہا ہے اور جو زمین خلاف کرتے ہیں انکا قول ضعیف اور قابل اعتبار نہیں ہے۔ **وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ الْبَشَرِ مِنْ طِينٍ**۔ اور من بیانہ زمین ہو سکتا کہ کل باب داد سے وجہ ذریات و برادر مراد ہوں اسلئے کہ انہیں سے بعض کے تو فرزند ہی نہ تھا اور بعض کے اولاد میں بعض فرزند کا فرہو جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا کا فرہو جو غرق ہوا۔ یعنی ان کے آباء و ذریات و برادر من سے فتنہ تھے۔ **وَأَجْتَبَيْنَاهُمْ مُوسَىٰ أَخْرَجْنَاهُ مِنْ بَطْنِ إِمْلَاقٍ**۔ اور ہم نے انکو مع ان کے لائقین کے چھانٹ لیا اور برگزیدہ کر لیا **وَهَذَا يَتَنَبَّأُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** اور انکو صراط مستقیم کی ہدایت دیدی۔ **فَاسْتَقِمْ**۔ اسی مقام سے خاص بشر کو خاص ملاکہ ہر نفیلت دینے والوں نے دلیل پکڑی کیونکہ عالمین ہر نفیلت دی تو ملاکہ ہر بھی نفیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب کو شامل ہے وقال المترجم احسن مسئلہ میں گفتگو کرنا بیہودہ کام ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ اسے کس کو نفیلت دی ہے حالانکہ اس گفتگو میں ملاکہ کو نفیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہیں اور برعکس پس عقائد میں جو اسکا ذکر ہو بلا ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ **ذَٰلِكَ الَّذِي يُدْعَىٰ بِالْإِلَهِ**۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہو جسکی انکو ہدایت ملگئی تھی اور مترجم کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ ذلک الہی المقوم من ہدینا وفضلنا واجتبیانا کہا جاوے یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مقوم ہو اسکی طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین و اعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنیٰ مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام کو شامل تھی پس یہی کہنا چاہیے کہ یعنی یہ انعام جو اوپر سے مقوم ہوا۔ **هُدًى لِّلَّذِينَ يَدْعُونَ بِأَسْمَاءِ الْغَضَبِ**۔ یہ ہدایت الہی ہے اس سے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے۔ پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص گزردہ انبیاء علیہم السلام پر تھا وہ محض اپنی شہادت و فضل سے عطا ہوا اور دیگر بندوں کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کروں اور راہ سنت پر مستقیم رہیں اور باطل و شرک سے بچیں بالجملہ شرک نہایت ہی بدتر چیز ہے اس سے جسکو اللہ تعالیٰ نے بجایا اس پر انعام فرمایا اور یہ زندگان خاص جہان کمال مطیع تھے وہاں سب سے پہلے شرک سے بچے تھے چنانچہ فرمایا۔ **وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ** اور اگر یہ لگ کرتے تو جو کچھ عمل کرتے تھے وہ جھوٹ و نیست ہو جاتا۔ **فَاسْتَقِمْ**۔ مفسر رحمہ اللہ نے یہاں کو شرطیہ کو فرضیہ قرار دیا یعنی اگر بالفرض یہ لوگ کہیں کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرتے تھے سب الہی جھوٹ و نیست ہو جاتا۔ پس شرک عموماً برباد کر دیتا ہے۔ **قَالِ** الحافظ اس میں شرک کی انتہائی برائی اور اس کے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہے جیسے فرمایا۔ **وَلَقَدْ أَوْحَىٰ إِلَيْكَ وَإِلَىٰ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَنْ أَشْرَكَ بِمُحَمَّدٍ**۔ یعنی اے محمد تجھ کو اور تجھ سے پہلے والوں سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعاً تیرے عمل نیست ہو جائیگے۔ **م**۔ پھر واضح ہو کہ یہ شرط ہے اور شرط اس بات کو نہیں مقرر کرتی کہ اسکا واقع ہونا جائز ہے بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز نہیں بلکہ محال ہوتا ہے جیسے **قُلْ** ان کاں الرحمن ولہ فانا اول العابدین۔ یعنی کہہ دے اگر ہو فانا الرحمن کے کوئی بیٹا زمین پہلا عبادت کنندہ ہوتا۔ **م**۔ اور فرمایا۔ **لَا تَدْعُوا ان تَدْعُوا إِلَّا تَدْعُوا تَدْعُوا تَدْعُوا**۔ یعنی کہہ دے اگر ہم چاہتے کہ اسکو بیہودہ کہیں بناوین تو ہم اپنے یہاں بنا لیتے۔ **م**۔ اور فرمایا کہ لوارا واعدان بتحد دلہ الا صلی علیہ وسلم انما یشار الایہ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ فرزند بناوے تو جو کچھ مخلوق فرماتا ہے اس میں سے جو چاہے چھانٹ لے۔ **م**۔ حالانکہ انکا وقوع جائز نہیں

کے کرامات اور یہ سب خود ہی اوتھالے کی طرف راہ میں پھر جب بندہ وصل ہوا اور خود فتا ہو کر اس پاک کی بقا لازم وال سے باقی ہوا تو وہ ان کچھ درجات جنت وغیرہ نہیں بلکہ وہ ان شان معرفت کے درجات ہیں وہ ان عارفین و موحیدین کے لیے ازل وابد میں سیر ہو چکی انتہا نہیں بلکہ وہ ان انتہا و لا انتہا کسی کو دخل نہیں۔ قال اشارہ ہے کہ مریدین میں سے ہم جسے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں پس اسکو وصل کرتے اور وصول میں ان درجات سے میر عز خان ہے اور نیز درجات میں عشق و محبت و شوق کے درجہ ہیں اور نیز درجات میں صفاء سر باطن و صحت نیت ہے اور نیز اخلاق پاکیزہ ہیں اور بعض نے کہا کہ پروردگار علم الہی و فہم حکمت از و تعالیٰ ہے۔ قال المرتزحم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خلوص باطن سے بندہ حقیق ہوئے اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ درجات علم و حکمت دیے اور مزید برآں یہ کہ اولاد میں سے **وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا هَدَيْنَاہُ وَلَوْىٰ حَاحِدًا مِّنْ قَبْلِ وَمِزَّاتٍ بَیِّنَةٍ** اور اسکو بخشا ہے اسحق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اسکی اولاد میں **دَاوُدَ وَسُلَیْمٰنَ ۚ وَآیُوْبَ وَیُوسُفَ وَمُوسٰی وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ** داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یون بلا دیتے ہیں نیک کام والوں کو **وَكِرِّیْمًا یَّحْیٰی وَعِیْسٰی وَالیَاسَ ۚ كُلًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَاسْمٰعِیْلَ وَالیَسَعَ** اور کریم اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیکمتوں میں اور اسمعیل اور الیسع **وِیُوْنُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۚ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّیَّتِهِمْ** اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور بعضوں کو ان کے باپ دادوں اور اولاد میں **وَآخِیْاۤئِهِمْ وَاجْتَبٰیْنَاهُمْ وَهَدٰیْنَاهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ ذٰلِكَ** اور بھائیوں میں اور انکو ہم نے پسند کیا اور راہ **هُدٰی اللّٰہِ یَهْدِیْہِ اِلَآہٌ مِّنْ اَشْءَآءٍ مِّنْ عِبَادَہٗ ۚ وَلَوْ اَشْرَکُوْا لَحَبَطَ عَنْہُمْ** اہد کی ہدایت اور اس پر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندوں میں اور اگر وہ لوگ شرک کرتے البتہ ضائع ہوتا **مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۚ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَتٰیْنٰہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَ وَالنَّبِیَّۃَ** جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے جسکو دی ہے کتاب اور شریعت اور نبوت **فَاِنْ یَّکْفُرْ بِہَا هُوَ لَا فَعْلَ فَقَدْ وُکِّلَ بِہَا قَوْمًا لِّیَسُوْرَہَا بِکُفْرَانٍ ۚ اُولٰٓئِکَ** پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کیے ہیں وہ شخص کو وہ نہیں ان سے منکر وہ لوگ تھے **الَّذِیْنَ هَدٰی اللّٰہُ فَبِہِذِہُمُ اَقْبَدَ لَا قُلْ لَا اَسْأَلُکُمْ عَلَیْہِۤ اَجْرًا ۚ** جسکو **اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ** اہد دی اور نے سو تو جس کی راہ تو کہ میں نہیں مانگتا نے اس پر کچھ مزدوری **وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ** اور ہم نے ابراہیم کو بیہ کیا اسحق اور یعقوب یعنی پسر اسحاق کو پس یعقوب علیہ السلام





حق ہوا تو مستحب کا ثواب ملے گا اور اگر عدم جواز کا قول صحیح ہوا تو عذاب ہوگا لہذا آئین کا طریقہ یہ ہو کہ (مثلاً) دغظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات سننے اور اردو میں کتابیں دیکھنے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے جسکی فضیلت کلام اللہ کا واحد حدیث صحیح سے بہت کچھ ثابت بلکہ ہر وظیفہ و ہر ثواب کے فضل سے یہ اعلیٰ و ادلیٰ ہو واللہ الموفق۔ بالجملة کافرون کو نصیحت کی کہ تم بغیر دلیل علم کے اپنے وہم سے شریک بنالے والے بڈر ہو یا ہم لوگ وحید راہی سے ڈرنے والے۔ کون سختی امن ہو۔ **اِنْ كُنْتُمْ قُلُومُونَ**۔ اگر تم جانتے ہو کہ امن کا کوئی سزاوار ہو تو اسی پر عمل کرو یعنی وہ فریق ہم ہیں وحید کرنے والے اور شرک سے بیزار ہونے والے پس تم ہماری پیروی کرو اور ایمان لاؤ۔ **الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا اِلْمًا بِظُلْمٍ**۔ ایمان سے ظلم و شرک یعنی جو لوگ ایمان لائے اپنے ایمان کو شرک سے نہیں ملایا تو انھیں کے واسطے امن ہو اور حدیث بخاری و مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی تفسیر شرک سے بیان فرمائی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہو کہ ایمان لانے والا ایسے افعال اگر کرے جو شرک ہیں تو وہ مشرک ہو گیا پس اسلام و توحید یہ ہو کہ خلط نہ کرے وہ قاتل قاتلے و مایوس اکثر ہم باللہ الا وہم مشرکین۔ اور جو شرک نہیں کرتے یہاں انکی تعریف کی کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر ایمان کو شرک سے خلط کر کے مشرک نہیں ہوئے تو۔ **اُولَئِكَ لَمْ يَكُمَا اَمْنٌ** انکے لیے امن ہو یعنی عذاب سے امن ہو۔ **وَهُمْ مَهْتَكُونَ** اور وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں ہدایت پائے ہوئے ہیں۔ اور ظلم کی تفسیر شرک سے کافی قولہ ان الاشک لظلم عظیم ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم مانند ابو بکر الصدیق و عمر بن الخطاب و حذیفہ و سلمان فارسی و ابی بن کعب و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے صحیح ہوئی اور جماعت کثیر تابعین رحمہم اللہ سے بھی تفسیر مروی ہے پس زنجبیری نے جو کثافت میں اس سے انکار کیا اور کہا کہ لفظ لبس اس سے ملنے ہو کہ ظلم کی تفسیر شرک سے بکجا دے یہ زنجبیری کا زعم باطل ہے درحقیقت یہ بیچارہ علم حدیث سے بے سبج اپنے اعتزال کی بیماری میں گرفتار رہا اور تفصیل یہ کہ معتزلہ نے کہا کہ ظلم سے مراد بیان گناہ ہے اور شرک مراد نہیں کیونکہ ایمان و شرک کے خلط سے دونوں کا خلط لازم آتا ہے حالانکہ دونوں ضدین جمع نہیں ہوتے ہیں جو اب یہ کہ خلط کر کے شرک ہی رہ جاتا ہے علاوہ برین یہ اعتراض درحقیقت خود معتزلہ پر وارد ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک جیسے ایمان و شرک جمع نہیں ہوتے ویسے ہی ایمان و گناہ جمع نہیں ہوتے ہیں کیونکہ معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والا ایمان سے خارج ہو جاتا ہے پس ایمان تو فعل طاعات و اجتناب معاصی کا نام ہے پس مرکب کبیرہ گناہ کا تمہارے نزدیک مومن ہوگا پھر تم یہاں گناہ سے کیونکہ تفسیر کر سکتے ہو۔ **وَتِلْكَ حُجَّتُنَا** اس میں تلک مبتدا ہے اور وہ مبدل ہو کر جتنا بدل سے لکھ رہا ہوا اور یہ اسج قول ہے۔ اور مراد حجت سے وہ حجت ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کو اکب کے غروب و غائب ہونے وغیرہ سے قائم کر دی اور مبتدا و مذکور کی خبر آئندہ ہے۔ **اَتَيْنَاهَا اَبْرٰهِيْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ** اے ارشدنا حجۃ علی قومیہ المعنی اور یہ برہان نفیس ہماری دی ہوئی حجت ہے ابراہیم کو اسکی راہ بتادی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے۔ **نَقِصَ دَرَجَاتٍ** حجت نشاء ہم جسکو چاہتے ہیں مراتب میں بلند کرتے ہیں (یا) ہم جسکے درجات چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں **وَنُفِصَ** درجات کو اکثر قرارہ کے قرارۃ میں اضافت ہے اسی درجات میں۔ بدون تنوین کے اور کو فیون کی قرابہ میں درجات کہ تنوین ہے اور وہ تمیز واقع ہو اور سن مفعول ہے اور بنا بر قرارۃ اول کے درجات مفعول ہے۔ حاصل آنکہ علم معرفت و حکمت الہیہ سے ہم جسکا درجہ چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں اور جسکا نہیں چاہتے نہیں بلند کرتے۔ پس ابو تعالیٰ قادر مختار ہے اسپر کچھ بھی واجب نہیں جیسے معتزلہ بیوقوف کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر جو بہت بہتر ہو بندے کے واسطے وہ واجب ہے حالانکہ اس آیت کریمہ سے رد ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شیت پر ہی پس ابراہیم کو یہ قائم ہوا

فضل علم و حکمت دیا کہ حجت قائم کی اور انکی قوم کے سیکڑوں مشرک رہے انکو یہ ہدایت نہ ملی کیونکہ حکمت باللہ حضرت اکی من بھیث  
 سخی اسی واسطے فرمایا۔ اِنَّ رَکِکَ حَکِیْمٌ عَلِیْمٌ یعنی تیرا پروردگار ہر کام میں حکمت والا دانا اور قس فی العرائس قولہ  
 الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو صفت معرفت و توحید سے بچا نا اور حوادث و مخلوقات سے استدلال  
 کر کے نہیں بچا نا اور مقام مشاہدہ میں درجہ عبودیت سے تجاوز نہیں کیا اور احکام ربوبیت میں پروا کر کے حسن تجلی سے انانیت کا  
 دم نہیں مارا۔ کیونکہ عارف جب مشاہدہ میں مقام عبودیت میں ثابت قدم رہا تو وہ صحیح و ٹھیک میں ہی اور یہ انتہاء درجہ معرفت ہے۔ اور یہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے کہ اللہ لا الہ الا اللہ کی توحید میں انا العبد۔ میں بندہ مخلوق ہوں مطیع رہے قال المترجم  
 لیکن واضح رہے کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے میں یہ مقام آسان نہیں ہے جسکو اللہ تعالیٰ دے دے  
 اور یہی بعید ہے کہ قیامت میں جب ظہور عظمت و جلال کے ساتھ حضرت علیہ السلام کی خطاب ہوگا کہ بھلا تو نے ان لوگوں سے کہا کہ تم مجھ کو  
 سیری مان کو معبود بنا لو تو وہ کانپتے ہوئے اس سے بالکل بیزار سی کرینگے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرینگے بخوف انکہ شاید مقام سکرو  
 تلویں میں کوئی چوک زبان سے بجزی میں نکلے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ علیم و خیر ہے حالانکہ اُنہی ایسی خطا نہیں ہوئی ہے۔ قال  
 الشیخ اور اگر نور ربوبیت کے ادراک سے انانیت میں بڑھ گیا تو وہ سکرو تلویں میں رہا اور یہ مقام اضطراب ہے درجہ معرفت تک  
 نہیں پہنچتا جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شأنی۔ اپنی زبان سے خودی میں نکالا اگرچہ معذرت میں دیکھیں یہ ظلم ہے  
 اور ظلم یہی ہے کہ کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ میں اپنے بندہ ہونے پر راسخو اللہ تعالیٰ توحید  
 و معرفت خاصہ سے نگاہ رکھتا ہے اور اسکو موت کی سی تکلیف سکرو تلویں کی نہیں پہنچتی کما قال تعالیٰ اولئک اہم الامن وہم  
 متمسکون۔ یعنی اُنہی کے ساتھ اُسکی طرف ہدایت پائے ہوئے ہیں۔ اور نیز آیت میں اشارہ ایسے بندوں کی طرف ہے جو مشاہدہ کی حالت  
 میں جہان کی کسی چیز کی طرف رجوع نہیں کرتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ ما ازغ البصر و ما طفی۔ وصف فرمایا کیونکہ جو مقام  
 قرب میں کسی غیر کی طرف لغت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیونکہ وہ حقائق توحید میں مشرک ہے۔ پس جو اسطرح مشرک نہوا یہ اسکی  
 ترفیع ہے کہ اولئک اہم الامن۔ کیونکہ جب تک حد و غایت کا کوئی وصف باقی ہو تب تک امن نہیں اور کیونکہ ہوگا کہ وہ عبودیت کے  
 رقبہ میں پڑا ہوا اپنے نفس کو بچاتا ہے اور حق تعالیٰ کو وصف قدم و بقا و قہر جبروت سے بچاتا ہے قال اللہ تعالیٰ لا با من بکر اللہ  
 الا القوم الخاسرون۔ پھر جب اسنے اللہ تعالیٰ سبحانہ کو بصف محبت و عشق و شوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق عزوجل  
 سے مصفت ہوا تو او اہل امن سے پاتا ہے کیونکہ صفت قدم میں خوف و امید کا نشان نہیں ہے وہاں تو جنت قرب و وصل ہے اور وہ  
 لوگ خالص بندے قمر کی تجلیوں سے بالکل امن میں اور جب تک مصفت بصفات اکی من ہندون ہیں اگرچہ پوشیدہ مکر کے  
 رقائق سے اللہ تعالیٰ عزوجل کے منقشہ سے چشم پوشی کیے ہوئے ہوں۔ ابن طاہر رحم نے کہا کہ قولہ تعالیٰ ولم یلبسوا ایمانہم  
 بظلم۔ اس میں داخل ہے کہ کسی دکھ و مصیبت و فوشتی و نا فوشتی میں انکی نظر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور پر نہیں پڑی۔ اولئک اہم  
 الامن۔ ہر طرح کی کفایت انکی او قل لے جل جلالہ کی عنایت و تقدیر پر ہے۔ وہم متمسکون۔ احکام مرجع ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی نظر  
 ہو پس وہ راہ پائے ہوئے ہیں بٹکے نہیں ہیں۔ قال الاستیادہ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف بھجے پھر کسی غیر کی طرف نہیں  
 رجوع ہوئے۔ قولہ تعالیٰ و رفع درجات من نشاء۔ درجات چند چیزیں ہیں معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملات

موجب ہوں جسکے انوار فضل سے ہر وسیلہ کا طور و چنانچہ کہا جیسا یعنی ناکل از غیر حق بسوے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا و پرہیزگاری سے ہونے والا انسان المشرکین۔ جو شرک کرنے والے ہیں کہ وہ سائل پر نظر رکھتے ہیں۔ بلکہ میں اپنے پروردگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہوں کہ اسی سے میری بقا ہو۔ اور واسطیٰ رح نے کہا کہ قولہ لئن لم یهدنی۔ یعنی اگر مجھکو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ کیجھا اس مشاہدہ میں جو میں نے طور و کشف احوال خاص و مقام التباس میں دیکھا تو میں بھٹک جاؤنگا اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف جھکے اور اپنی صفات سے باقی ہیں۔ قولہ انی بری مما تشرون۔ بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پرستہ لال کرنے میں شرک کرنے والوں سے بری ہوں کیونکہ سوائے او تعالیٰ کے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف دلیل نہیں ہو۔ قال المترجم یہ قول بہت جید اور نہایت صحیح ہو اور یہی تحقیق ہو و لیکن اہل نظر پر الزام ہو کہ مناظر سے معرفت ظاہر و باطن و حیدر و انوار ہو و لیکن یقین ہو کہ ہدایت ہونا او تعالیٰ سے سچا نہ کہ ناممکن ہو اگرچہ افلاطون کیوں نہ دلیل لادے چنانچہ آخر افلاطون و ارسطو سب کے سب کا قریب ہے۔ فافہم۔ قولہ ما اتانا من المشرکین۔ واسطیٰ رح نے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہو سکتا ہو اور ہدایت کرنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص اس سے کینہ و طال کرے تو مشرک ہو اور خود گمراہ ہو کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت ہو و قد نبہ علی تلک الاشارة الشیخ العباد بن العباد الخواص الشامی کا رواہ عنہ الدارمی جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی وجہت وجہی۔ یعنی قلب کو میں نے اپنے خالق کا مطیع کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالیٰ سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہوا اور جسکی قدرت سے یہ مخلوق ہو وہ خوب ہی قادر ہو کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچا دے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہیں ہیں۔ بعض نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے چند مقامات تھے۔ اول مقام الفاتحہ جس میں بزبان دعا و کلام کیا کہ رب اجعلنی مقيم الصلوة الآتية۔ دوم مقام نعمت جس میں بزبان شکر کلام کیا کہ الذی ہو یعنی یسقین الآتية۔ اور سوم مقام معذرت جس میں بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی طمع ان لیغفر لی خطیئتی یوم الدین الآتية چہارم مقام محبت جس میں بزبان ہودت کلام کیا بقولہ انی بری مما تشرون۔ پنجم مقام معرفت جس میں بزبان انشاء کلام کیا بقولہ رب ارنی کیف یشی الموتی۔ ششم مقام ہیبت جس میں بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبریلؑ نے جو وقت آگ میں پھینکے جانے لگے آکر کہا کہ آپ کو کوئی حاجت ہو تو مجھے فرمائیے تو کہا اے جبریلؑ تمہاری طرف توجھے کوئی بھی حاجت نہیں ہو۔ پھر شیخ الفاضل ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر نہ تھے بلکہ قوم پر حجت لاتے و مناظر تھے جیسا کہ دلالت کرتا ہی قولہ تعالیٰ

وَحَاجَّةٌ قَوْمًا قَالَ اَلْحَاجُّونِیْ فِیْ اِلٰہِیْ وَقَدْ هَدٰی سُلٰطٌ لَا اَخَافُ

اور میں سے جگڑی اسکی قوم نے دعا کہ ہم سے جگڑو توئی ہر اللہ پر اور وہ مجھکو سوچا جگا اور میں ڈرتا نہیں مَا تَشْرِكُوْنَ بِہِ اِلَّا اَنْ تَشَاءَ رَبِّیْ شَیْءًا وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اور میں نے جگڑو توئی کہ میرا سوا کون ہے کہ میرا رب کی افلا تذكروُن ہ و کیف اَخَافُ مَا تَشْرِكُوْنَ لَا تَخَافُوْنَ اَشْکُمُ اَشْرَکُتُمُ عِلْمًا کیا تم وہ ان نہیں کرتے جو میں نے جگڑو توئی کہ میرا سوا کون ہے اور تم نہیں ڈرتے کہ میں نے جگڑو توئی کہ میرا سوا کون ہے

مذکور کو فرمادی ہے صبح کہا ہے پس نسخہ صبحہ قرنی یون کہ ہذا حدیث حسن صحیح اگرچہ موجودہ نسخوں میں حسن پرکتفا ہوا ہے ورنہ  
فی العرائس قولہ وکذلک فری ابراہیم ملکوت السموات والارض الا یہ - جیسے ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل میں خلعت کے ساتھ  
مخصوص فرمایا ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت انسان و زمین دکھلائے - یعنی ملکوت سموات وارض سے جو اوارفت و صفات ظاہرین  
وہم نے بطریق التباس کے ابراہیم کو دکھلائے تاکہ خلعت ثابت ہو اور وہ محبت میں راسخ و مستقیم تھا پس شوق جمال قدم بڑھ  
جاوے اور تاکہ بواستطاعت ملکوت کے مقام یقین میں ہمارے لقاء کے مشاہدہ کرنے والوں میں سے ہو جاوے قال المترجم  
یہ تصریح ہے کہ یہ دیدار بطور کشف التباسی تھا و اللہ اعلم - ابو سعید خزاز رحمہ نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلا دیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت کھینچ  
اور وہ اصلین میں ہوں - فارس رحمہ نے کہا کہ یہ ابتداء اعلام غیوب ہے کہ نفس میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ باقی نہیں رہتا اور مشلح  
کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہے - قال المترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونوں قول جمع ہو گئے ہیں طور  
کہ حضرت ابراہیم نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور ان سے مناظرہ کیا اور خود انکو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہائے  
مرتبہ معرفت ہے اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کہ تو ابتدائی مقامات اس کے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب  
بتلاوے اور اپنے واسطے اس میں سے دقائق و نکات وحل و اعتراضات سے علم حاصل کرے فلیناٹل - بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت  
دکھلائے تاکہ انکی طرف رجوع نہوں اور ان سے خالق کی طرف جا دیں - اور بعض نے کہا کہ مشغول باستدلال ہوئے تو حقائق کا انکشاف  
فرمایا پس سب سے بیزار ہو گئے اور کہا کہ اہل وجہت و جہی للذی الخ - شیخ نصر آبادی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کذلک فرمایا اور  
یون نصرایا کہ کذلک رای ابراہیم - کیونکہ دیدار ملکوت چشم فروغ سے غیر مفید ہے اور صدق دیدار چشم معرفت از ہدایت الہی ہے - فافہم  
قولہ فلما جن علیہ اللیل راسی کہ کیا - منجملہ امتحان کے ہے کہ دیدار قدم سے حادث میں مشغول نہوں پس کو کب شعری کہ منور لفضل خاں  
دکھلا یا پس خلیل علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ کافر و مشرکوں کے دُعم میں یہی میرا پروردگار ہے پس حضور ارادت ہوا اور نور مرتبہ  
سے تربیت پائی اور مقام خلعت میں پہنچا پس جب معدن ذات سے نور صفت کا طور ہوا اور نور فضل خاص کا قمرین دیکھ کر فعل میں  
صفت کا مشاہدہ کیا اور زبان شوق سے ہزاروں کہا پس دور خلعت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق میں پہنچا اور  
زیادت طلبی کا ہیجان ہوا پس نور ذات کا صفات میں اور صفات کا افعال خاصہ میں طور ہو کر سورج سے طور ہوا پس جب صفات  
حاصل ہوئی تو سورج سے مشاہدہ جلال قدم پاکر زبان عشق سے ہزاروں کہا پس غیرت قدم نے اگر اسکو دیدار قدم میں وسائط پر نظر کرنے  
سے اسطرح مجرور کر دیا کہ وسائط تمام عظمت قدم میں غائب و غروب ہیں اور طور قدم تجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم نے اسی کی وحدت  
سے توحید کی اور تمام وسائط سے بیزار ہو گئے اور نفس سے جو دیدار وحدت سے اپنا حظ چاہتے تھے فرمایا کہ لا احب الا قلیں - یعنی  
طور عظمت کے وقت غروب و نیست و ساقط ہونے والے کو نہیں چاہتا - اور عقل سے جو دیدار قمرینے منور لفضل سے دیدار قدرت کا  
حظ چاہتے تھے کہا کہ لنن لم یبدی ربی لا کون من القوم النعمالین - یعنی ایسے لوگوں میں سے جو خالص صفات کے دیدار سے مقام اعتبار  
میں پڑے رہے - قال المترجم قمر کے دیدار سے بیزاری کرنے میں کہا کہ لنن لم یبدی ربی - اس میں اشارہ ہے کہ معرفت رب بتبارک و تعالیٰ  
حاصل تھی فافہم - اور قلب سے جو مقام عشق میں وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احراق سے بچتا تھا کہا کہ ائی ہری ماشرکون - یعنی بلا واسطہ  
دیدار نقشب ہونے پر دیدار وسائط سے بیزار نہوں اور ائی وجہت و جہی للذی نصرایا سموات والارض - یعنی میں اس ملک قدم کی طرف



تاکہ انہر کھل جاوے کہ وہ لوگ جس حال میں پڑے ہیں وہ بالکل باطل ہیں یا پس باپس کے ساتھ کلام میں ظاہر کیا کہ تم لوگ بتوں کی پرستش میں جنکو جیسا کہ سادہ کی صورت سمجھاؤ غلطی پر ہو اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستاروں کی پرستش میں تم خطا کار غلطی پر ہو۔  
 قال المترجم سورۃ قصص میں انشاء اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کا قہر بتوں کے توڑنے اور کافروں کے پہلے جھکاڑنے پھر نادہوتی کا بیان ہوگا پس شاید بتوں سے فی الجملہ مشرکوں کو نہ است ہو چکی ہو تب انہر ستاروں کی پرستش میں غلطی ظاہر فرمائی یا بجائے مقصود یہ کہ ستاروں کی پرستش اور انہر انہر اہمیت گمان کرنا محض غلطی یا جملہ پہلے کو کب کے حق میں ظاہر کیا کہ یہ اہمیت کے وافی ہے یہ تو حکم الہی عزوجل کے تحت میں مسخر ہو کہ جسطرح حکم ہی برابر چلتا ہے ذرہ برابر بھی عدول حکمی نہیں کر سکتا جیسے اور اجرام سماویہ روشنی والے ہیں پھر اس سے زیادہ روشن قرین ہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج میں ہی ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برابرت ظاہر کی اور ان لوگوں کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض و الخلق وکل شیء کی طرف عبادت کے لیے سر جھکاؤ۔ قال الحافظ۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ابراہیم اس مقام پر اپنے واسطے نظر کرنے لے ہو ورنہ حالانکہ ابراہیم کے حق میں اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ولقد آتینا ابراہیم رشداً من قبل وکنایہ عالمین ہ از قال لایہ وقرنہ ما ہذہ التماثل الی انتم لہما عاکفون الآیات۔ اور نظرت اسلامیہ پر سب پیدا ہوتے ہیں چنانچہ آیات و احادیث سے معنی ہو چکا ہے کہ سب خلق کے حق میں ایسا ہے تو ابراہیم تو اس میں ادھے ہو گئے بہ نسبت نام لوگوں کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا شک و بلا شبہ اور سچا ان امور کے جو انکے مناظر قلم ہونے کے مؤید ہیں ایک یہ کلام الہی بھی ہو جو آگے فرمایا۔ یعنی و حاجہ قومہ قال استجاوہت فی اللہ الخ۔ مترجم کہتا ہے کہ غفریب اسکی تفسیر آئندہ مذکور ہوگی مجھے درمیان میں تفسیر عرائس لانا ضرور ہے اور اگر بالفرض ابراہیم اس مقام پر ناظر ہوں تو یہ ایک طریقہ ہدایت الہی کا خاص ہے کہ آراۃ ایک قوی طور بیان کے بدون نمایش ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام سے ہدایت کہلاتی ہے اور دوم ہدایت الہی ہے بمعنی راہ دکھلانا بمعنی حقیقی ہیں اور تعالیٰ نے انکو حقائق اشیاء کو دکھلا دیا کہ قال تعالیٰ وکنذک نبی ابراہیم ملکوت السموات والارض الآت۔ قال ابن کثیر۔ ابن جریر وغیرہ نے عطاء سعید بن جبیر و سدی و نجاہ و غیرہم رحمہم اللہ سے حکایت کیا کہ آسمان انکی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتی کہ جو کچھ آسمان پر ہے دیکھا یہاں تک کہ عرش تک نظر پہنچی اور ساتوں زمینیں بھی اسی طرح کشادہ ہوئیں۔ کذا قال مجاہد اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیم نے بندوں کو گناہوں میں اوردہ اور گناہ کرتے دیکھا کہ انہر بدعا کار کی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے ابراہیم میں تجھ سے زیادہ اپنے بندوں کا دیکھنے والا ہوں اور عوفی نے ابن عباس رحمہ سے اسکا مانند روایت کیا۔ قال ابن کثیر۔ محمل ہے کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ و معاۃ اسکو دیکھا اور احتمال ہے کہ بطریق بعیرت و علم ہو جیسا کہ امام احمد و الترمذی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رب تبارک و تعالیٰ کو خواب میں دیکھا یعنی فرمایا انا فی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فیم تحکم الملاء الاعلیٰ فقلت لا اور ہی فوضع کفہ بین یغنی حتی وجدت برداً بین یدینی فجللی در یافتہ نہیں ہے پس اپنی اچھلی میرے دونوں ہونڈھوں کے درمیان رکھی پس میں نے اسکی غنکی اپنی چھاتیوں کے درمیان پائی پھر میرے لیے ہر چیز کھل گئی الخ۔ مترجم کہتا ہے کہ ہذا ذکر الحافظ اور یہ تجلی صورتی کے اقسام میں سے ہے۔ بیان سے معلوم ہوا کہ حدیث روایت ہے

ربی هذا الکبر من الکوکب والقمر یہ میرا بڑا ہے جس سے بڑا ہو یعنی انہما کو دی کہ کہ کسا کا وہ حال ہوا اور قمر کا یہ حال ہوا اب نجوم و ستاروں میں سے ایک بھی آفتاب سے بڑا ہے۔ فلک کسباً آفلک جب وہ بھی ڈوبتا ہوگا کسان ہو سکتا ہو اور قوم پر حجت پوری ہو گئی۔  
 مگر وہ لوگ باز نہ آئے تو قال یقوہ فی کبریٰ ما کثر کون یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بیت ہوں یا تارے یا اور کوئی چیز ہو میں سب سے بڑا ہوں بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھنا۔ شرک بولے کہ پھر تو کیا پھر تو کیا اپنی وجہ سے تھی تھی  
 بنیادی میں نے اپنی عبادت کرنے سے مقصود رکھا۔ لکن فی فطر السموات والارض۔ اس ذات ہاں کہ جس نے آسمانوں و زمین  
 پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ۔ کما الی الدین الیقین۔ در حالیکہ میں تمام دینوں سے مٹھ ٹوڑ کر دینِ قویم وراہِ ستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں و کما  
 انما من المشرکین اور میں نہیں ہوں اس خالقِ پاک کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے قال المرتجم شیخ امام الحافظ الامام رحمہ نے لکھا  
 کہ مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیم کی نظر تھی یا قوم سے مناظرہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے علی بن ابی طلحہ  
 کے طریق سے ابن عباس سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ  
 نے یہ ہدایت دی کہ انہوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالقِ عزوجل کی معرفت حاصل کی اور شرک و بیوقوفی سب چھوڑ کر توحید الہی کو  
 اختیار کیا اور اسی کو ابن جریر رحمت نے خود اختیار کیا ہے دینِ دلیل کہ لکن لم یہدنی ربی لاکون الا یہ۔ اور محمد بن اسحاق نے لکھا کہ  
 یہ نظر کرنا و توحید پر دلیل لینا حضرت ابراہیم سے اس وقت ہوا کہ جب اس کچھوہ میں سے نکلے تھے جہین انکی والدہ بخوف مردود بن گئی  
 کے انکو وضع کر آئی تھیں کیونکہ مردود ہر بچہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو بخوبیوں نے خبر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت  
 جاتی رہنے کا سبب ہوگا پس اس خوف سے انکی والدہ بروقت وضع حل کے قریب شہر کے بھاڑ کے کچھوہ میں جا کر وہیں وضع کر کے  
 چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے وضع ہوئے سے یہ بہتر ہو کہ درندے کھا جاویں۔ اور حضرت ابراہیم کی غذا انکی انگلیوں سے دودھ وغیرہ  
 خود کھاتا تھا۔ قال الحافظ۔ اور محمد بن اسحاق نے یہاں چند باتیں فوارق عادات و کرامات الہی کی نقل کیں جیسے اور مفسرین سلف و  
 خلف نے بیان کی ہیں۔ قال المرتجم جسم مانند کہ ہر ساعت مثل دن کے اور دن مانند جہین کے اوزمینہ مانند سال کے برابھتے  
 اور نشو و نما پاتے تھے اور بچہ تھے جب ان سے کہا کہ تیرا رب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا رب کون ہے وہ بولی کہ مردود تو  
 فرمایا کہ مردود کا رب کون ہے وہ بولی کہ خاواشل ہو اور میں نے بعض نے لکھا کہ حضرت ابراہیم نے ستارے و قمر وغیرہ سے جہین میں  
 استدلال کیا اور جنہو مفسرین کے نزدیک بعد یلع کے واقع ہوا۔ فی السراج وغیرہ۔ تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہی یعنی قولہ  
 ہذا ربی۔ یعنی ابراہیم کی تارہ بتلاتے ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فان من مت فہم الخالدون۔ یعنی اہم الخالدون۔ تاویل سوم آنکہ  
 قوم کو سمجھانے کے لیے یہ طریقہ سکھایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اسطرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے  
 جاکر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد ہو رہی ہیں اسے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی وہ اس شخص کی طرف گردیدہ ہوئے یہاں تک کہ  
 اکثر باتوں میں ایسی کی رائے پر چلتے گئے پھر کوئی مصیبت آئی اور اسے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجزی کرو انہوں نے سب کچھ  
 عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اسے رائے دی کہ اللہ عزوجل کی طرف گردو اور لوہیں اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور کر دی پھر وہ سب  
 بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ قالوا ارجع یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پر حجت لانے کے طور پر ذکر کی مترجم کتبا  
 کہ یہی مفسر جلال رحمت نے اختیار کیا۔ وقال الحافظ۔ جی یہی کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ کرتے تھے

حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی۔ **إِنَّمَا آدَمُ وَ قَوْمُكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ** یعنی بسبب ہون کے معبود بنانے کے ٹھکانہ اور پیری قوم کو میں حق سے کھلا دور رکھنا دیکھتا ہوں اور سننے آ کر یقین جانتا ہوں اور یہ وزیر نبوت سے مشابہ تھا جس کو کھانا فرمایا۔ **وَ كَذَلِكَ** اسے کہا اریناہ اضلال ابیہ و قومہ کذا کہ **يَا أَيُّهَا هَيْهَاتُ مَكَوْنَتِ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ** لیستل بہ علی وحدانیتنا۔ جیسے ہم نے ابراہیم کو اسکے باپ و باپ کی قوم کی گمراہی دکھلا دی ایسی ہی ہم دکھلانے پر ایم کو لاک سموات و الارض تاکہ اس سے ہماری وحدانیت پر دلیل پادے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خلیفہ قاتلین شرعی طریقہ سے فکر کرنا اور اس سے دلی معرفت سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جانتا غوب ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا و یفکرون فی خلق السموات و الارض ربنا ما عقلت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔ اور یہ جیسی تیسرا لوگا کہ آدمی علم شرع سے کسی طرز پر وقت ہوا اور شرع پر سنت کے ساتھ قائم ہو۔ اور جو لوگ فلسفی طریقہ سے اس میں غرض کرتے ہیں وہ بڑے کام میں پڑے ہیں۔ بلکہ بلایقہ تفکر و حقیقت ہدایت آئی ہو۔ **وَلَيْكُونَنَّ مِنَ الْمُوقِنِينَ** یعنی ان اشیاء پر ان کے مخلوق ہونے کے ساتھ یا ہماری وحدانیت کے ساتھ یقین کرنے والا ہو۔ واضح ہو کہ قولہ و کذا کہ قری سے یہاں تاکہ جملہ معترضہ تھا جس سے قطعاً معلوم رہے کہ ابراہیم علیہ السلام خود مرتبہ یقین و تصدیق میں حاکم الہی ہو چکے ہوئے تھے اور باپ و قوم کو ہدایت ایک ایسے طریقہ سے بتلاتے تھے یس پہلے تو انکو زبانی صاف صاف کہا کہ تم گمراہ ہو رہے ہو جب نملے تو وہ ہوا جو آگے فرمایا۔ **فَلَمَّا جَنَّ عَنِ النَّارِ** یعنی رات کی اندھیری چھائی تو۔ **رَأَى الْكُوكَبَ** ایک روشن ستارہ دیکھا۔ **قَالَ** فی الزہار کہ جسکو وہ لوگ پوجتے تھے۔ **قَالَ** المفسر بعض نے کہا کہ وہ زہرہ تھا اور مہارک میں کہا کہ یا مشتری تھا اور مشتری کہتا ہے کہ یہ قول ہے دلیل ہیں اور بہت بعید ہیں کیونکہ زہرہ و مشتری کا بہت خفی ہوتا ہے اور اس تعبیر سے کوئی غرض متعلق نہیں صرف اتنا بیان چاہیے کہ ایک ستارہ دیکھا۔ **قَالَ** بقومہ و کانوا یطعمون۔ تو اپنی قوم سے کہا اور یہ لوگ نجوم کے دین پر تھے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ کہاں سے تفسیر فرمائی کہ خود اپنے آپ نہیں کہا بلکہ قوم سے کہا تو جواب یہ کہ آگے خود فرمایا کہ **قَالَ** یا قوم انے بری مانشر کرن۔ بالکل خود یقین پر تھے اپنی قوم کو الزام دینے اور قائل کر کے توحید کی راہ سے چھاننے کو قوم سے کہا **هَذَا رَبِّي** یعنی تم لوگوں کے اعتقاد کے موافق میرا پروردگار یہ ستارہ ہے۔ **فَلَمَّا أَفَلَ** جب غروب ہو گیا وغائب ہو گیا۔ **قَالَ** لا **أَحِبُّ الْآفِلِينَ** تو فرمایا کہ میں غروب ہونے والوں کو نہیں دوست رکھتا ہوں کہ انکو معبود بنالوں کیونکہ پروردگار پر تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال پر منتقل ہو جانا نہیں روا ہے کیونکہ تغیر و انتقال تو حادث کی شان سے ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ تم لوگوں نے اپنی پسند و خواہش نفسانی سے بدن راہ نور عقل کے معبود بنائے ہیں کیونکہ عقل نہیں روا رکھتی کہ تغیر و منتقل ہونے والا معبود آگے ہووے لیکن اس دلیل نے ان لوگوں میں کچھ کام نہ کیا اور آخر قوم کے لوگ نہ سمجھے تو پھر انکو تنبیہ فرمائی **فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا** جب قمر کو طلوع ہوتا دیکھا۔ **قَالَ** **هَذَا رَبِّي** قوم سے کہا کہ یہ میرا رب ہے یعنی تمہارے اعتقاد کے موافق۔ **فَلَمَّا أَفَلَ** **قَالَ** **لَيْنَ لَمْ يَكُنْ فِي مَسَاجِدَ** اگر پروردگار تمہارے ہدایت نہ دے تو ہدایت نہیں خواہ اول میں یا حالت ثبات میں چنانچہ جھکو بہت فرمائی ہو اگر اس پر جھکو ثابت نہ رہے۔ **لَا أَفْنَنْ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ** تو میں بھی گمراہ قوم میں سے ہو جاؤں۔ اس میں قوم پر تشریف فرمائی کہ تم لوگ گمراہی پر نہیں خوش رہو اور پروردگار حق عزوجل کی ہدایت مانگو مگر قوم گمراہ کو کچھ اثر نہ ہوا۔ **فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً** **قَالَ** **هَذَا رَبِّي** اس لفظ ہذا سے اشارہ ہے شمس کی طرف اور وہ اگرچہ نبوت سماعی ہے لیکن یہاں خبر کی رعایت بھی ہے کہ شمس کی خبر گمراہی کی ہدایت

تشریح کرتے ہوئے میں نے اپنا کلمہ کیا اسکی طرف جن نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہرگز اور دوسری نہیں شریک کرنے والا

وَأَذْكَالٍ ابْرَهِيمَ كَافٍ اذ قال ابراهيم لایہ الذی لقبہ آذر و اسمہ تارح - یعنی بیان کر بطور نصیحت کے کہ کہہ ابراہیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آذر تھا اور اصل نام اسکا تارح تھا آخر میں حارم لہو چنانچہ قلموس میں بھی باب الحارم المجلد میں مذکور ہے اور بعض نے بنجا و سحر ضبط کیا۔ وضحاک نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آذر نہ تھا بلکہ تارح تھا۔ رواہ ابن ابی حاتم و کذا فیما اسندہ عن عمر بن ابن عباس کہ آذر بت کا نام جو ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا اور ان کا نام مثلی اور درود کا نام سارہ اور درملوکہ باندی کا نام ہاجر تھا۔ قال ابن کثیر و کذا قال غیر واحد من علماء النسب۔ مجاہد و سہدی نے کہا کہ آذر بت کا نام ہو قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اس پر یہ نام غالب ہو گیا ہو و قال ابن جریر شاید اس کے دو نام ہوں آذر و تارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہو کہ اس کے باپ کا نام آذر تھا قال ابن کثیر یہ قول حمید قوی ہو۔ قال المشرعہم مفسرہم نے شاید تاریخ و نسب بیان کرنے والوں کی جماعت پر نظر کر کے یہ اختیار کر لیا کہ آذر لقب ہو اور تارح نام ہو اور حق وہی ہو جو ابن جریر نے کہا جیسا کہ ابن کثیر نے اسکی تجویز کی ہو اور تارح نام بنی اسرائیل یعنی ہجو و نصاریٰ سے مستعار ہو امر وہی ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہو جو سراج میں لایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں کہا کہ ابراہیم بیٹے بن آذر کے جسکا نام تارح بت میں تارح ہی پس ابراہیم کے باپ کے دو نام ہوئے جیسے یعقوب و اسرائیل دو وزن حضرت دوست کے باپ کے نام تھے اور بخاری رحمہ نے افراد میں روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آذر سے ملینگے اور آذر کے چہرہ پر قدرت و غبرت ہوگی اسے آخر الحدیث ہیں اس میں صریح کر دیا کہ آذر اسکا باپ تھا۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ قالے نے قرآن مجید میں صریح فرمایا کہ فاؤذک فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقاً یأبى اذ قال لایہ یا ابت لم تقبلد لایسع ولا یبصر ولا یفنی غمک شیئاً الا یات اور ان میں کہ باپ کو کہا کہ سلام علیک سا مستغفرک ربی الایہ۔ اور فرمایا و ما کان استغفار ابراہیم لایہ الا عن بوعده وعدہ بالایہ الایہ۔ اور صحیح حدیث میں ثابت ہوا کہ قیامت کے روز ابراہیم اپنے باپ آذر سے ملینگے پس آذر اُسے کہیگا کہ میرے بیٹے آج کے روز میں کچھ قیری باغیانی کر دیا پس ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ اسے پروردگار قونے مجھے وعدہ فرمایا کہ بروز بعثت تجھکو خفیف کر دینگا اور اس سے بڑھ کے کیا نوازی ہو کہ میرا باپ دو روز سے پس کہا جائیگا کہ اے ابراہیم پیچھے دیکھ پس دیکھنے کو نظر آدینگا کہ ایک بیج قطع ہو پس اس کے چاروں پاؤں پر دگر آگ میں پھینک دیا جائیگا۔ قال المشرعہم پس صحیح و صواب یہ ہو کہ ابراہیم کے باپ کا نام آذر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ اہل تاریخ و نسب و کلمۃ اہل کتاب نے کہا ہو کیونکہ قرابت میں تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہو اور حدیث آیات و احادیث صحیحہ کے کسی کہ خیال نہیں ہو کہ آذر نام ہونے میں کلام کرتے۔ فی السراج آذر نام ہونا صحیح ہو اور یہی ثابت ہو اور اصل نام تارح نہیں اور کہ کہ وہ کوئی نام گاؤں کا رہنے والا تھا جو سواد کو فہم ہو پھر کشرانی لوگ جہان پر موجود تھا و ہاں واسطے یہ اعتقاد کرتے کہ آسمان میں تارح مسجد دارکون اور زمین میں بت ہیں ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے ہیں جب اس ستارے سے قریب جاتے تو اس کے نام کے بت کو بوجھتے تھے تاکہ اس ستارے کی بیان سفارش کرے تو ابراہیم علیہ السلام نے انہرا نکار کیا اور ان کے فساد پر تنبیہ کر کے کہا

الْبَحْنَ اصْنَامًا الْهٰتِ تَعْبَدُ یعنی اے جانے والے ہاں میں معنی کہ انکی عبادت کرنا جو اور یہ استفہام تو بھی ہو بطور ملامت کے اور ہمیں



ڈرا یا بقولہ وان اقمیذا الصلوۃ و اتقوہ۔ نماز کی اقامت یہ ہے کہ عبودیت میں ربوبیت کا ظہور ہو اور حالت خدمت میں مشاہدہ کا چاند  
 نظر آوے بقولہ علیہ السلام بغیر اشد کائنات تراء۔ تقویٰ اس مقام پر یہ ہے کہ نماز میں اولیائے سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام ہیبت  
 اجلال و مباہلات ہے اس سے ہم پریز کر دے کہ متعارفے دل پر سوائے اولیائے کے اور کچھ حضور کرے پس اولیائی کے مشاہدہ سے عروج  
 نہ ہو گئے۔ ابن علیؑ اور حنفیہ نے کہا کہ اقامت نماز یہ کہ اسکے حدود کو حکم الہی کے ساتھ غلو طر گئے اور اسکے انحراف کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
 در ادب پر نگاہ رکھے اور انجلیہ یہ کہ اولیائے سوائے اولیائی کے کچھ خطرہ نہ آوے۔ قولہ قولہ الحق ولہ المملک الا یہ۔ ہر گاہ اولیائے  
 عدم سے وجود میں اس تمام خلقت کہ ہو یا ہوگی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کے واسطے تجلی فرمائی اور صفات سے انہی فعل  
 کے واسطے اور امر سے کاف و زن کے واسطے پس ہر دو حرف میں سے ایک دوسرے سے قبیح کرتا اور انکے درمیانی فوسے تمام عباد  
 کا ظہور ہوتا ہے بسبب اسکے کہ ذرات کا اتصال صفات سے اور نور صفات کا افعال سے اور نور امر کا کاف و زن سے ہوا ہے پس  
 مراد ازلی اس سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنی ہوا اسکے علم ازلی میں ہے وہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے متحقق ہوتا ہے  
 اس فوجی کے ساتھ کہ ایک ذرہ بھی اس میں سے خلل پذیر نہیں ہوتا اسکا فعل موافق امر ہے اور امر اسکا ارادہ ہے کیونکہ اسکی قدرت ازلیہ  
 قائم اسکی ذات سے باقی ازاں تا ابد ہے کبھی اسکی انتہا نہیں اور نہ کبھی تغیر و فناء ہے۔ حسین رح نے کہا کہ وہ حق ہے اور جو کچھ حق  
 سے ظاہر ہووے وہ فواء خواہ حق ہو گا یعنی صحیح و صادق و واقعی ہو گا۔ باطل و دروغ نہیں ہو سکتا پس قولہ الحق اسی معنی کر کہ وہ حق  
 عز وجل سے صادر ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ إِذْ رَاكَ أَتَّخِذُ أَصْنَامًا لِلهِ ۖ إِنِّيَ أَرَاكَ وَقَوْمَكَ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ اور کہو تو کیا پکڑنا ہو نور توں کو خدا میں دیکھتا ہوں تو اور تیر کا توں  
 فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَكَذٰلِكَ نَذِيْرُ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكَوْتِ السَّمٰوٰتِ

وَأَلَّا تُخِيبَ وَلِيَكُونُ مِنَ الْمُؤَقِنِينَ ۚ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ

وَأَكْبَرُ كِبَاءً قَالُوا هَذَا رِيٌّ فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالُوا لَا أَحِبُّ الْأَفْئِلِينَ

فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ

لَمْ يَخُذْ فِي سَرِيٍّ لَأَكُونَتْ مِنَ الْقَوِّ وَالضَّالِّينَ ۚ فَمَا رَأَى الشَّمْسُ

بَارِئُهَا قَالَ هَذَا رَبِّي وَهَذَا الْكَبْرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا يَكْفُرُونَ  
 بول رہا ہے کہ یہ میرا رب ہے اور یہ کبر ہے۔ جب وہ غائب ہوا۔ بولا اے قوم میں

بہارِ ہندوستان کے جگہ

حالانکہ اوتھائے جانتا ہو عرض کر دینا کہ اسے پروردگار تو نے مجھے اہل جنت کے بارہ میں شفاعت کا وعدہ کیا تھا حکم ہوگا کہ میں  
سفارت قبول کی اور انکو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت معلم فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں  
میری جان ہو کہ تم دنیا میں اپنی ازدواج و ساکن کو اسقدر نہیں پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازدواج و ساکن کو پہچانینگے پس ہر مرد و عین  
سے بہتر ایسے جو دونوں کے ساتھ داخل ہوگا جنکو اللہ تعالیٰ نے ایجاد کر دیا اور دو عورتیں اولاد آدم علیہ السلام سے ہونگی جنکو ان  
بہتر بر فیضیت ہوگی کیونکہ ان دونوں نے دنیا میں اوتھائی کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر الغائبات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب  
دو زنی دوزخ میں جائینگے تو انہیں بہت سی وہ مخلوق بھی بڑ جائینگی جو پروردگار کے اوپر اسلام لائی تھی انکو اسکے اعمال نے ہلاک  
میں ڈالا بعض کو انکے قدموں تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو گھٹنوں تک اور بعض کو کمر تک حتیٰ کہ بعض کو تمام بدن  
سے سوا بے چہرے کے آگ نے کھایا ہوگا اور چہرہ اسکا اللہ تعالیٰ نے آگ پر حرام کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا  
کر دینا کہ پروردگار میری امت سے لوگ دوزخ میں ہیں حکم ہوگا کہ نکال دو تو جسکو تم پہچانو پس نکالے جائینگے یہاں تک کہ ایسا  
کوئی نہیں رہیگا پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دیا سو کوئی بھی و شہید نہ رہیگا مگر انہیں شفاعت کرے گا۔ الی آخر الحدیث فی  
ثبوت الشفاعۃ وغیرہ بجا مشہور۔ پھر طرانی نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور اسکے بعض مضامین کے  
بنا پر متفرق احادیث میں مذکور ہیں اور اسکے بعض الفاظ میں کجارت ہے اسکو اسماعیلی بن رافع قاضی اہل مدینہ نے متفرداً  
روایت کیا اور اس راوی کے بارہ میں اختلاف ہے چنانچہ بعض محدثین نے اسکی توفیق کی اور بعض نے اسکی تضعیف کی اور اکثر  
محدثین اللہ نے اسکی حدیث منکر ہونے پر متعین کر دی ہے مانند امام احمد بن حنبل ابو حاتم الرازی و عمر بن علی الفلاس وغیرہ کے اور  
بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث میں اصل ہے لیکن منجھ ضعفارین اسکی حدیث لکھی جاوے  
قال ابن کثیر اُس سے اس حدیث کی اسناد میں دوہرہ کثیر مختلفہ ہیں میں نے انکو ایک علیحدہ جزو میں جمع کیا ہے لیکن اسکا سابق غریب  
ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اسے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سابق میں بیان کیا اس سبب سے اسکا انکار کیا  
اور میں نے اپنے استاد شیخ حافظ ابوالکحاج مزی رحمہ اللہ سے سنا کہ میں نے ایک کتاب ولید بن مسلم کی دیکھی جس میں اسے اس حدیث  
کے بعض باتوں کے جملہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہے۔ قال المترجم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدور ساثرہ میں بعد ایراد اس  
حدیث کے کلام کیا ہے اور وضع رہے کہ مضامین اس حدیث میں بعض باتیں تو صحاح کی روایت میں فوطا ہر ہیں اور بعض باتوں سے انکار  
کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہے کہ ترتیب دار اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہیں اور متفرق احادیث میں جو مضامین  
ثابت ہیں انہیں سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی رائے ہے اگر غلطی کی تو اللہ تعالیٰ اسکو عفو کرے والکلام فی تفسیر  
یاتی فی تفسیر الایات انشاء اللہ تعالیٰ فی فی العرائس قولہ قل ان ہی العزیز الہدی۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت امر شبی ہے اور راہ  
ہدایت ہی طریقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام نے شریعت و احکام راہ مستقیم کے بیان کیے ہیں اور یہی اسکے عرفان و مشاہدہ حاصل ہونے کا طریقہ ہے  
اور یہ طریقہ اسکے انجمن بندوں کو ملتا ہے جو معرفت والے ہیں اور معرفت والا وہ ہے جو فقہاء پر راضی ہو اور بلا پر مبصر کرے اور اللہ  
کی مراد ہو اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے بغاوت نہ رہے۔ قولہ امرنا لنسلم لرب العالمین شیخ ابو عثمان نے کہا کہ  
بندہ کو تعلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑ کر تسلیم اختیار کر دو اور جاری قضا پر راضی ہو پھر اسکی ناز کا حکم دیا اور اس میں سستی کرنے سے

قال المترجم یعنی کرسی الہی ایسی وضع ہوگی کہ زمین اس کے زیرین فیصلہ والوں کے لیے مستقیم ہو اور یہ طلب نہیں کہ زمین کے اندر کرسی سما جاوے گی۔ فانہم۔ پھر آواز دیجائیگی کہ اے گروہ جن و انس تم لوگ آج کے دن تک جب سے اوتھالی نے تمکو پیدا کیا تا کہ چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال سننا اور اعمال دیکھنا رہا۔ تم اپنے نامہ اعمال دیکھو جو بہتری پاوے وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور جو بد اعمال پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم کرے گا اس سے ایک گردن دراز نکالے گی۔ پھر فرماوے گا کہ الم احمد الیک یا بنی آدم ان لا تعبدوا شیطانا انه لکم عدو مبین وان اعبدوا فی ہذا صراط مستقیم ولقد فضل علیکم جملاً کثیراً اقلتم تمکو نوا لتقلون ہذہ جہنم الی کنتم تو عدو۔ یعنی اسی کو جھٹلاتے تھے۔ و امتاز و الیوم ایہا البحر مون۔ پس اللہ تعالیٰ لوگوں کو الگ فرما دے گا نیکو کار و بدکار جدا ہو جائیں گے اور امتین گھٹون کے بل بیٹھیں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دترے کل امتہ جاثیہ۔ ہر امت اپنی کتاب کی نظر ملائی جائیگی۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے درمیان سوا سے جن و انسان کے فیصلہ فرما دے گا حتیٰ کہ وحوش کے درمیان و بہائم میں فیصلہ فرما دے گا حتیٰ کہ سینکڑوں چوپایہ سے بے سینگ والے کا بد لیا گیا جب کسی کا حق حقوق نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ فرما دے گا تم سب خاک ہو جاؤ پس یہ دیکھ کر کافر کہیں گے کہ یا یقینی کنت ترا با۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا پس سب سے پہلے جسکا فیصلہ ہوگا وہ خون بہن اور راہ خدا میں جو مقتول ہوئے ان کے چہرے چمکیں گے اور جو راہ شیطان کفر و ضلال میں قاتل یا مقتول ہوئے وہ غوار ہو گئے پھر کوئی نفس نہ چھوٹے گا جس نے دوسرے کو ناحق قتل کیا مگر آنکہ اس سے مظلوم لیا جائیگا اور کوئی مظلوم نہ رہے گا کسی غلام مظلوم پر کیا ہو گا اگر عوض لیا جائیگا حتیٰ کہ اگر دودھ پیچنے والے نے پانی ملا یا تو اس سے الگ کر لیا جائیگا اور کہاں الگ کر سکتا ہے اسکو خدا اب کیا جائیگا جب یہ امور فیصلہ ہو جائیں گے تو آواز دینے والا اس طرح آواز دے گا جسکو سب مخلوق سنیں گے کہ خبردار ہر گروہ اپنے بیٹوں کو لیکر دوزخ میں جاوے یہی فرمایا۔ لو کان ہولاء الہتم اور دواؤ کل فیہا خالدون۔ پھر جب نہ باقی رہیں گے سوا سے مومنوں کے جنہیں منافق شامل ہوں گے۔ تب آوے گا اللہ تعالیٰ جس شان سے چاہے گا اور فرماوے گا کہ اے لوگو مخلوق اپنے معبودوں کے ساتھ گئی تھی تم اپنے معبود سے جا ملو تو کہیں گے کہ واللہ ہم تو سوا سے اللہ وحدہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں پوجتے ہیں ہم نہیں جاوے گے پس اللہ تعالیٰ انہر کشف ساق سے اپنی عظمت کی تجلی فرما دے گا جس سے پہچان جائے گی کہ اللہ تعالیٰ انکا پروردگار عزوجل ہی نہیں سجدہ میں اس کے سامنے گر پڑیں گے لیکن منافق لوگ اوندھے گدی کے بل گریں گے اور اللہ تعالیٰ انکے پیٹھوں کو صیاحی بقر کے مانند کر دے گا پھر اللہ تعالیٰ انکو سر اٹھانے کا حکم دے گا پس سر اٹھاویں گے۔ اور جہنم کی لہشت پر تل کر کھا جائیگا جیسے مال یا تلوار کی دھار اس پر کلا لیب و خطاطیٹ اور سعاد کے سے کہیں گے ہو گئے حکم ہوگا تو پاک مارتے یا بجل جلیے یا ہوا چلتے یا گھوڑے دوڑتے یا سوار یا پیدل دوڑتے گذر جائیں گے کسی بچا ہائے نوالے پر سلامتی رہے گی اور کسی کو خدشہ ہوگا لینے جیسے جعل کیا اور کوئی اوندھا جہنم میں گرے گا پھر جب جنت والے جنت تک پہنچے تو کہیں گے کہ کون ہمارے لیے پروردگار سے سفارش کرے گا پس تمام حال ہر ہر نبی کے پاس آئے اور اسکے انکار کرنے کا ذکر کر کے کہا کہ پھر رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آویں گے اور میرے لیے پروردگار کے پاس تین شفاعتیں ہیں میں چکر جنت پر آؤں گا۔ پروردگار وہ کھلاؤں گا تو جاک اللہ و مر جا کہ کھولا جائیگا جب میں جنت میں داخل ہوا تو میری نظر میرے پروردگار پر پڑے گی پس سجدہ میں گر پڑوں گا پس اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد و تجید سے ایسی حیرت علیہ فرما دے گا جسکی کسی کو مخلوق میں سے اجازت نہیں ہوگی پھر کہا جائیگا کہ اے محمد سر اٹھا سفارش کر مقبول ہوگی اور مانگ تجھے دے گا پھر جب میں نے سر اٹھا یا تو اللہ تعالیٰ فرما دے گا کہ تیرا کیا حال ہے

[illegible]



اور یہ وہی ہے جسکی نسبت قرآن میں فرمایا۔ یوم ترجعت الراجفۃ متبہا الرادفۃ تلوہ یومئذ واجفۃ الایات۔ پس لوگ اپنی پیٹھ کے بل جھکیں گے اور مراعض کو فحول ہو جائیگا۔ یعنی دودھ پلاسے والی عورت پلانا بھول جائیگی۔ بارود دھپنے والا بچہ بھول جائیگا۔ والا دل آدے اور پیٹ والیان پیٹ ڈال جاویں گی اور لڑکے بوڑھے ہو جاویں گے اور قرع سے شیاطین بھاگ کر اقطار میں پہنچیں گے پس ملائکہ ان کے منہ پر مار کر پھر لوٹا دیں گے اور لوگ بنی آدم کے اٹے بھانگیں گے لیکن حکم الہی سے انکو محفوظ رکھنے والا کوئی نہیں اور آپس میں لوگ ایک دوسرے کو پکارینگے اسی سے اللہ تعالیٰ نے اس روز کو یوم التناد فرمایا پھر اسی حال میں ہونے لگے کہ آگیاں زمین ایک تھڑے سے دوسرے قطر تک چاک ہو جائیں گی پس ایسا سخت واقعہ دیکھیں گے کہ کبھی ایسا نہیں دیکھا اور نہ سنا وجہ سے انکو ایسا کرب و ہواں سا ہو گا کہ اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھیں گے تو وہ اندھ مہل کے ہو گا پھر بھٹ جائیگا اور آسمان سے کچھ جادینگے اور مہرج وچاند میں گن گن لگ جائیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں میں سے کسی کو ان باتوں سے آگاہی نہ دی جائے گی۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ تو کہہ دے کہ یوم نفع فی العور فخرج من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ۔ سمین اللہ تعالیٰ نے من وکن کو مستثنیٰ کر لیا ہے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے اور فزع انھیں لوگوں کو پہنچے گا جو زندہ موجود ہیں اور شہید لوگ تو اللہ عزوجل کے یہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں انکو اللہ تعالیٰ نے اس فزع سے بچایا اور مومن غم وادوا ہوئے یہ فزع تو عذاب الہی ہے جو اسکی نہایت شریر مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ وہ فی شئی عظیم یوم ترونها تذهل کل مرضۃ عما رخصت وتضع کل ذات حمل حملها وترى الناس سکاداً وواہم بکساری و لکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس بلا میں پڑے رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ چاہے لیکن اسکے زمانہ وراتر ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اسرائیل کو نفع و صحت کا حکم دیگا پس وہ صفت کو پہنچیں گے کہ آسمان و زمین واسے مصبوق ہو جاویں گے سوائے اسکے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے یعنی مر جاویں گے سوائے انکے جو مکر زندہ ہوئے اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو استثناء کیا اور ماموات کا صفت کا بھی بیان سے ظاہر فرمایا واللہ تعالیٰ اعلم۔) پھر جب ٹھنڈے ہو جاویں گے تو ملک الموت اگر حضرت باری تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ آسمان و زمین کے سب لوگ و چیزیں سب دگین سوائے انکے جنکو تو نے چاہا ہے اور تعالیٰ جو فوب جانتا ہے فرما دیگا کہ کون باقی۔ (اودہ عرض کرے گا کہ تو پاک زندہ ہو نہیں مرے گا اور عرش کے اٹھانے والے اد جبریل و میکائیل باقی رہے ہیں پس عرش تنقیر الہی کو یا ہو گا کہ اسے پروردگار کیا جبریل و میکائیل بھی مر جاویں گے حکم ہو گا کہ چپ ہو۔ کہ میں نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت میں ہے موت لکھ دی ہے پھر جبریل و میکائیل مر جاویں گے پھر ملک الموت عرض کرے گا کہ اے پروردگار وہ دونوں مر گئے پھر اللہ تعالیٰ جو فوب جانتا ہے ارشاد کرے گا کہ کون باقی رہا وہ عرض کرے گا کہ تو پاک ای الہی الذی لا یوت باقی رہا اور تیرے عرش اٹھانے والے رہے ہیں حکم ہو گا کہ حاملان عرش مر جاویں اور عرش کو حکم کرے گا وہ اسرائیل سے طورے لے لے گا پھر فرما دیگا کہ کون باقی رہا اور اللہ تعالیٰ فوب جانتا ہے کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کرے گا کہ تو پاک باقی رہا تیری ذات و صفات کو زوال نہیں ہے اور میں رہا ہوں پس فرما دیگا کہ تیرا مخلوق میں سے ایک بندہ ہے میں نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب تو مر جا پس وہ مر جائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہے گا جو واحد تھا نہ اسکا بیٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی آخیر میں ہے تو آسمان و زمین و زمینوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے لے کر پھر انکو بچھا دیگا پھر تین مرتبہ انکو تلفوت کرے گا پھر فرما دیگا کہ میں ملک الیوم تین مرتبہ فرما دیگا کوئی جو اب نہ رہے گا تو فرما دیگا اللہ الواحد القہار۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات

جمع کیے جاو گئے ہیں اسکی شان میں عصفیان و بے ادبی کرنے سے فوت کر دے کہ سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہو۔ **وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ** اور اسی نے آسمانوں و زمین کو پیدا کر دیا درحالیکہ حق ہی یعنی انکی پیدائش بہودہ و باطل نہیں **وَيَوْمَ يَقُولُ كُلُّ شَيْءٍ كُنْ فَيَكُونُ** اور بیان کر دے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شئی کے واسطے فنا و یگا کہ ہو جا پس وہ چیز اسی طرح مخص ہو جائیگی جیسے اسکی مراد ہو اور یہ قیامت کا دن مراد ہو کہ اس روز مخلوق جردہ آدمی وغیرہ سے کیگا کہ کھڑے ہو جا و پس سب اٹھ کھڑے ہونگے۔ اور وہ قول بن ایک یہ کہ کن سے حقیقی بھی قول مراد ہو اور دوم آنکہ یہ سمجھانے کے واسطے ہو درنہ ازل میں پیدائش و پیمانہ سے پہلے کلام نفسی کے ساتھ مخلوق کیا پس یہ اسکے ارادہ و قدرت کی مثال ہو کہ دون دیر و درنگ کے وہود ہو جاتا ہو۔ **قَوْلَهُ الْحَقُّ** یعنی قول حق و صدق واقع لامحالہ۔ اسکا قول حق ہو فواہ بخوادہ واقع ہونے والا ہو پس قیامت میں حشر و بعث و نشر ضرور ہو تم مست انکار کرو اور کیونکر ایسے مالک خالق ذو الجلال والا کرام کے حکم سے انکار کرتے ہو جسے نکلو پیدا کیا اور نعمتیں دین ملک و سلطنت دی اور سب اسی کا ہو اور تم حسب اسی کے زیر فرمان ہو و لیکن وہ حلم و حکمت والا ہو اپنی قدرت میں مسخر کیا ہوا آنکہ امتحان میں چھوڑ رکھا کہ اپنی ملک و بادشاہت گمان کرنے ہو اور گمراہ ہو پھر یہ کہتے دن۔ آخر نیست و نابود ہونگے اور یہ ظاہری پردہ بھی اٹھ جائیگا۔ **وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّوٰرِ** اسی کا ملک و بادشاہت آنکھوں نظر آو گی جبدن پھونکا جائیگا صور میں اور تصور یعنی قرن ہی جسکو سنکھ کہتے ہیں اور مراد اس نفخے سے تین نفخوں میں سے دوسرا نفخہ ہو اور اسرافیل یہ صور پھونکینگے پس اسدن ظہور ہوگا۔ **الْاَوَّلُ** بعد الواحد القہار۔ آج ککا ملک و بادشاہت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی واحد القہار کا ہو اور کسی کا نظر بھی نہیں آتا کیونکہ نظر تو امتحان کی جگہ لینے دنیا میں خطا کرتی تھی آج کھلا معلوم ہوگا کہ ملک ثابت ہو واسطے اللہ تعالیٰ ہی کے۔ **عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ** ایسا اللہ جو عالم ہو اس چیز کا جو نظروں سے غائب ہو اور اس چیز کی حقیقت کا ہو آنکھوں میں مشاہدہ ہو۔ **وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ** یعنی پتہ کرنے میں حکمت والا ہو اور ہر چیز کے باطن سے بھی مانند اسکے ظاہر کے آگاہ ہو۔ **كَذٰلِكَ اَقَالُ الْمَقْسِرَ** اللہ۔ ابوداؤد و ترمذی و تائی ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن جان و الحاکم و بیہقی و عبد بن حمید و ابن المیارک کی حدیث عبد اللہ بن عمرو بن مینم حضرت صلعم کے طور کے حال بیان کرنے میں ہو کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صو کیا چیز ہو فرمایا کہ قرن ہو جس میں نفع کیا جائیگا۔ **قَالَ الْمُسْتَرْجِمُ** احادیث اس باب میں بہت ہیں اور اہل سنت نے اس پر اجماع کیا ہو کہ قیامت میں صور پھونکا جائیگا۔ طبرانی رح کی روایت حدیث صور میں ہو کہ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ کس کیفیت کا ہو فرمایا کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہو کہ اس میں کے ایک دورہ کی بڑائی اسقدر ہو کہ آسمانوں و زمین کی چوڑائی اس میں سما جاوے۔ اس میں اسرافیل ۲ لینے فرما پھر منہ رکھے ہوئے منظر حکم الہی میں تین نفخے پھونکینگے۔ پہلا نفخہ فزع ہو اور دوم نفخہ صبح ہو اور سوم نفخہ پروردگار کے حضور میں کھڑے ہونے کا ہو۔ اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم فرمایا کہ پھونک پس وہ پھونکے گا اور یہ اول مرتبہ ہو پس آسمانوں و زمین والے فزع میں ہو جاوینگے سوائے اس شخص کے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے اور حکم دیگا پس اسرافیل برابر پھونکے گا اور طول دیگا اور درمیان میں فتور نہیں کریگا۔ (یہ مانند قول اللہ عزوجل و ناظیر بولوا لا صیحة و احدۃ لہا من فراق) پس اللہ تعالیٰ بہاڑوں کو چلا دیگا اور وہ بادل کی رفتار چلیں گے پس سراب ہو جاوینگے پھر زمین سے لوگوں کو لیکر ایک بڑی جنبش کریگی پس ایسی ہو جاو گی جیسے کوئی کشتی سمندر میں پھینکی گئی کہ اسکو ہر طرف سے سمندر کی تحیریں پہنچیں کہ وہ ادھر ادھر اپنی سوا دیوں کے بوجھ سے اونٹھی ہوئی جاتی ہو جیسے عرش سے لٹکی ہوئی تبدیل کہ ہوا کے جھونکے سے گھومتی ہو

کہ کیا ہم عبادت کریں۔ **مِنْ دُونِ اللَّهِ غَيْرُهُ**۔ مالا کینفعنا بعبادتہ۔ وہ چیز جو ہم کو نہ نفع دے اپنی عبادت سے۔ **وَلَا يَضُرُّنَا** اور نہ ہمارے اسکی عبادت چھوڑنے سے۔ اور یہ چیز بت ہیں۔ حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ نہ ہم کو اسکی عبادت سے نفع پہنچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہنچے کیا ہم اسکو بچا دیں و عبادت کریں۔ **وَنُذِرُ عَلَى أَعْقَابِنَا** اور اپنے پچھلے پاؤں لوٹیں یعنی مشرک ہو جاویں۔ **بَعْدَ إِذْ هَدَيْنَا اللَّهَ** بعد ازاں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت فرمائی ہو حاصل آنکہ ہم ایسا نہ کریں گے جسکی مثال یہ ہو۔ **كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ ضَلٰةٌ** مانند ایسے شخص کے جسکو بھٹکا دیا۔ **الشَّيْطَانُ فِي الْأَرْضِ** شیطان نے زمین میں یعنی سفر کے درمیان جنگل میں۔ در حالیکہ وہ جھلوانے ہو یعنی متحیر ہو نہیں جانتا کہ ہر جاوے یہ لفظ استہوتہ کی ضمیر ہمارے حال واقع ہو لینے کیا ہم ایسے ہو جاویں جیسے کسی کو سفر میں شیطان نے آوارہ کر دیا۔ اور حال یہ کہ **لَهُ أَصْحَابٌ** اسکے ساتھی لوگ ہیں کہ۔ **يَدْعُوْنَ إِلَى الْهُدٰى** اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں یعنی تاکہ اسکو سیدھی راہ پر کر دیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ۔ **اَعْتَبْنَا** ہمارے پاس آ جا کر وہ نہیں مانتا بلکہ شیطان نے کی راہ بھٹکائی ہوئی پر جاتا ہے پس ہلاک ہو جاتا ہو۔ واضح ہو کہ اُن دعوتیں استفہام انگاری ہو اور جملہ کالذی حال از ضمیر ثرہ۔ ہمارے نزدیک حال کو ننا کالذی الخ۔ اور میں نے کہا کہ استہوتہ۔ از ہوی یا ہوی یعنی نزول از اعلیٰ باسفل ہو لینے شریر جن اسکو اٹھالینگے اور زمین بہت میں ڈال دیا لیکن قولہ کہ اصحاب الخ۔ اس معنی سے چندان مناسب نہیں ہے۔ حاصل آنکہ مشرکوں کو مومنوں نے جواب دیا کہ ہم تمہارے بہکائے میں مشرک ہو کر ایسے شخص کے مانند نہر جاوینگے جسکو شیطان نے جنگل میں راہ بھٹکا دی حالانکہ اسکے رفیق ہلاتے رہے کہ ارے سیدھی راہ یہ ہو ادھر آگرے مانتا اور اندھا بہتوف بنکر شیطان نے کی راہ جا کر ہلاک ہو گیا۔ **قَالَ عَلِيٌّ** بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک مثل ہے بتوں و بت پرستوں کی جو آدمی کو بت پوجنے کی راہ پر ہلاتے ہیں اور ان لوگوں کی جو راہ حق عزوجل کی طرف ہلاتے ہیں مثال یہ ہے کہ ایک آدمی راہ میں حیران ہو اسکو آدمی کی صورت غول یا بانی نے جنگل میں بچا رکھا کہ ارے ادھر راہ پر آ اور اسکے ساتھیوں نے بچا رکھا کہ ادھر راہ پر آ۔ پس اگر اول کی بات پر چلا تو مراد اگر دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جسے بتوں کی عبادت کرنے کی راہ بتانے سے کالکنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہوں یہاں تک کہ موت آئی اور ہلاک و ندامت پیش آئی **قَالَ** ابن کثیر۔ قولہ کالذی استہوتہ اشیا ملین۔ یہ شیا ملین غول یا بانی ہیں کہ آدمی کو اسکے نام واسکے باپ دادا کے نام سے بچا رہے اور بے راہ لجا لے ہیں اور وہ راہ پر سمجھتا ہو حتی کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت میں ڈال دیتے یا پیاس سے مر جاتا ہو اور لمبا اوقات خود کھا جاتے ہیں و قدر وہ ابن جریر عن ابن عباس رضی و قولہ کہ اصحاب یہ عن علی الہدی۔ و تقدیر کلام آنکہ اور وہ انکے ہلانے کو نہیں سننا اور ماننے سے انکار کرتا ہو آخر کو غول یا بانی کی راہ میں ہلاک ہوتا ہو اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ بچ کر راہ پر آ جاتا لہذا فرمایا۔ **قُلْ اِنَّ هٰذَا الَّذِي يَدْعُوْهُ الْهُدٰى** ای الاسلام ہوا اللہ و ما عدا ضلال۔ کہہ دے کہ اسلام ہی ہدایت ہے اور جو اس سے متجاوز ہو وہ گمراہی ہے۔ **وَأَهْلَ النَّاسِ لِحَوائِی** امرنا بان لہم۔ ہم حکم کیے گئے ہیں کہ ہم سب اسلام لاویں و توحید و انقیاد کریں۔ **لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** رب العالمین کے لیے۔ **وَاَنْ اَفِیْمُوْا** عطف بر لہم تاویل مذکور ہے اسے و امرنا بان افیما۔ **الصَّكُوْةُ** اور ہکو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو۔ **وَالْقَوَّةُ** و القوا اللہ تعالیٰ۔ اور تقویٰ رکھو اللہ تعالیٰ کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہو خبردار رہو کہ سب اسی کا حکم ہے **وَهُوَ الَّذِي لِيْلِيْہِ مَحْشَرُوْنَ** مجھوں یوم القیامہ الحساب وہی ہے کہ جسکی طرف محشور ہو گئے یعنی حساب کے لیے قیامت کے دن





نہ کر اور اسنے اعراض کرے مگر ہم کہتا ہوں کہ اعراض سے یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ انکو فحاشیت سے روک دینا بلکہ اعراض بمعنی بے پروائی انکے ناکارہ افعال سے ہر حال میں کثیرہ یعنی انکو چھوڑ دینا اسنے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف جانے والے ہیں اسی واسطے فرمایا۔ **وَذِكْرُ رَبٍّ** اسی عطا الناس بالقانون۔ اور ان لوگوں اور دوسروں کی نصیحت کہ قرآن کے ساتھ اور انکو قیامت کے عذاب الیم سے سخت پرواہ۔ **أَنْ تَبْسِلَ نَفْسُكَ بِمَا كَسَبَتْ** اسی لان لا تسلم الی الملائک بما عملت۔ تاکہ سپرد نہ ہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے سبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار دیا اسی کہ اہل ان قبل یعنی بوجہ مکروہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے۔ لیکن لغت میں بمعنی حرام و ممنوع ہر بے ہمتی کہ ہذا بسل علیک۔ یہ تجھ حرام و ممنوع ہے۔ باسل مرد شجاع کہ اسکی برابری نہ ہو سکے اور اسے باسل۔ کیونکہ شیر محفوظ و ممنوع از دیگر جانور ہے یا شکار اسکے پنجہ سے چھٹنا ممنوع ہے۔ اور ایسا کہ یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت میں سوچ دے۔ یہاں البت ولدی۔ یعنی فون کے عوض میں لے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہوگا۔ پس قبل بمعنی تسلیم الی الملائک۔ ہر بے ہمتی کوئی جان اپنے آپ کو اپنے ہلاکت و عذاب دائمی کے سپرد کرے کذا قمر بن عباس و مجاہد و عکرمہ و الحسن و السدی۔ قال ابو البی عن ابن عباس اسی نصیحت ہو۔ قال قتادہ یعنی محسوس و مرہون ہو۔ وقال ابن زید یعنی مافوز ہو۔ قال الحافظ روح ان سب عبارات کے معنی قریب ہی قریب ہیں اور یہ بیانند قولہ تعالیٰ کل نفس بما کسبت رزقہ الا اصحاب الیمین الا یہ۔ حاصل آنکہ مشرکوں کے افعال ناکارہ کی پرواہ نہ ہے کہ اور انکو بھی دوسروں کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکروہ ہر یہ بات کہ جہالت میں کوئی نفس اپنے اعمال کے سبب اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ **لَيْسَ لَكَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَكَاشَفِيْعٌ** درحالیکہ اس نفس کے واسطے اللہ تعالیٰ کے غیر سے یعنی تمام عالم میں سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر کوئی اسکا مددگار و سفارشی ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہ کرنے دے۔ **وَإِنْ تَعْدِلْ كُلُّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا** اسی وان تعدل کل عدل لا یؤخذ منها۔ **وَأَنْتُمْ لَا تَعْدِلُونَ** افسس ہی ہے۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دیوے بھی تو نہ چھوٹے پس غیر لا یؤخذ کی افسس ہی ہے۔ کی طرف راجع ہو لینے نہ لیا جاوے اس سے وہ جو کچھ فدیہ میں دیوے۔ عدل بمعنی برابری و فدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہیں پس عدل بمعنی بالعدل ہے۔ **أُولَئِكَ** یعنی یہی جنہوں نے دین کو لود لعب بنایا۔ **الَّذِينَ أَسْلَمُوا بِمَا كَسَبُوا** یہی ہیں وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد ہوئے ہیں سبب اپنے کائے ہوئے کاموں کے۔ پھر دوسری خبر یا جہلستان فقر بیان حال ان بدکاروں کا یہ ہے۔ **لَهُمْ شُرَکَاءُ بَیْنَهُمْ وَبَیْنَنَا** واسطے بینکے چیز من حیجہ۔ نہایت درجہ گرم بانی سے حدیث میں اور دوسری آیات میں ہے کہ اس سے آئین کٹ گریگی۔ **وَعَذَابُ الْیَوْمِ لَمَّا کَانُوا بِأَعْیُنِهِمْ** اسصدر یہ ہوا اسی سبب لا شریک پہچانا مخلوق پر فرض عین ہے اور نہ پہچانا بڑی خطا ہے پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے کتاب و رسول کو بھیجا تو بڑا احسان جانکر خدا مان لینا اور پہچان لینا چاہیے مٹا نہ پہچانا خطا ہے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر پھر نہ جھڑپ دیکھا دیے پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اس پر خالق پاک کا شریک بنانا کفر بزرگ اور نہایت ہی بدتر و قیاس میں نہ آوے پھر رسول و کتاب الہی سے ٹھٹھول کرنا نہیں معلوم کس درجہ بدتر ہو پھر رسول کو ایذا دینا اب کہاں اسکی انتہا ہے۔ لیکن کافر لوگ ولید و زندق جب عذاب سے تین تو کہتے ہیں کہ کسی گناہ پر

بنا عذاب

سورہ نسا مدنیہ سے منسوخ ہو اور وہ قولہ تعالیٰ انکم اذا شلہم الآیۃ ہی اور ان علماء کے قول پر قولہ ولکن ذکرہی لعلم یتقون کے یہ معنی کہ ولکن جتنے تمکو اپنے اعراض کا حکم اس واسطے دیا کہ جن حال خراب میں وہ پڑے ہیں اس سے ہوشیار ہو کر تقویٰ اختیار کریں اور پھر ایسا نہ کریں۔ اور بعض نے لکھا کہ یہ رخصت ابتدا ہے اسلام میں تھی کہ جب مسلمانوں پر تقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت طاری تھی پھر سورہ نسا کی آیت مدنیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم الآیۃ سے فوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت منسوخ ہوئی۔ قال المترجم یہ عجیب ہے اس واسطے کہ سورہ نسا مدنیہ کی آیت مصدرہ میں فوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یا دلائل جاتی ہے کہ پہلے تم پر نازل ہو چکا کہ خائفین کے ساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھو گے تو تم بھی انہیں کے مثل ہو پس آیت سابقہ مکہ یعنی جو بیان اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہے اگر منسوخ ہوتی یا رخصت کے معنی میں ہوتی تو اس کے والدہ بوجہ و ملامت کے معنی نہیں ہوتے پس حق یہ ہے کہ آیت کے معنی وہی ہیں جو سعید بن جبیر رحمہ سے مروی ہوئے ہیں اور سراج میں کہا کہ جبور کے نزدیک حکم ہے کہ چونکہ خبر منسوخ نہیں داخل ہوتا اور نیز ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ و نصیحت ہے۔ پھر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ ولکن ذکرہی کے یہ معنی ہونگے کہ بعض ان فوض کرنے والوں کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف ساقط نہیں بلکہ اعراض کر داور کافروں و فوض کرنے والوں کو نصیحت کر دے قال المترجم اس میں خلجان یہ ہے کہ کہ میں قبل ہجرت کے مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ اپنے کو چھپائے اور بچائے رکھتے تھے پس امر بالمعروف وہی از منکر اسوقت علامہ ابنہ انبر و جب ہونا بعد از خلافت تھی ہی اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین الآیۃ کے یہ ہیں کہ جن ایمان والوں نے فوض و استہزاء و تکذیب کرنا فوض کی مجلس سے اعراض و تجنب کیا ان پر ان سحر و ن کے مذاب سے کچھ بھی نہ ہوگا ولکن یہ خود اپنے نفس کے واسطے وعظ و تذکرہ واجب ہے یا یہ اعراض انکو نصیحت کے طور پر ہے جس سے انکو خود تقویٰ کا مرتبہ کمال کو پہنچے۔ قال المترجم پس لعلم کی ضمیر بجانب الذین یتقون یعنی موصول کبطور راجع ہے اور پہلا تقویٰ از مجالس خائفین ہے اور بعض نے جو کہا کہ تفتین کبطور لعلم کی ضمیر راجع کرنا بعد از تو یہ وہم و غفلت ہے۔ فافہم واسد اعلم۔ وَذَرِ الذِّیۡفِ تَرَکَ کر دے ایسے لوگوں کو جنہوں نے اَتَخَذُوا اٰدِیۡنَہُمْ سُوَّ الَّذِیۡ کَفَرُوۡا بہ بنالیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کیے گئے تھے یعنی قرآن و رسول کے طریقہ کو کعباً و کعباً استہزاء میں۔ لعن و لعن یعنی لعن و لعن بنالیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کر تے اور جھٹلاتے اور ظلم و بے انصافی کے ساتھ اس میں فوض کرتے ہیں۔ وَغَرَّ تَحَوُّلُ الْحَیۡوَاتِ الدُّنْیَا اور مغرور کیا اور غریب میں ڈالا اور انکو دنیا کی زندگانی نے لینے اپنی بیدار نشی اس زندگانی دنیاوی میں مقصور سمجھتے ہیں اور لعبث و حشر کے اور جزا و قیامت کے قائل نہیں ہیں۔ حال آنکہ ایسے لوگوں سے کچھ تعرض مت کر اور یہ حکم پہلے تھا پھر جہاد کا حکم ہوا۔ کذا قال المفسر اور ظاہر مفسر رحمہ کی یہ مراد ہے کہ یہ آیت پہلے کو منسوخ ہو گئی ہے کیونکہ بنا بر تفسیر مذکور کے اس وقت میں مارے بیٹھے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر جہاد کا حکم آیا اور بعضہ امر جو بیان مذکور ہے یعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم جہاد آنے کے معلوم ہو گیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا۔ بعض نے کہا کہ وہ ہم سے مراد وہ دین ہے جو مشرکوں نے خود نکالا تھا کہ جن کے واسطے پیرہ و سائبہ وغیرہ بناتے اور بعضہ جاتو مردہی کھاتے اور بعضہ فقط غور میں اور بعض میں دو وزن شرک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل و تماشائیں۔ اور قناد نے لعن و لعن کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی انہوں نے اپنا دین بھی کھا پینا و تاج تماشاء وغیرہ بنالیا اور زندگانی دنیاوی لے انکو اپنا فریقہ کر لیا۔ اور سفیاری نے لکھا کہ مراد انکہ انہوں نے اپنے دین کو فواحش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے بدین رکھا جسکا کچھ نفع بھی انکی طرف فی الحال یا انجام کار میں عام نہ نہیں جیسے جن کی پرستش اور پیرہ و سائبہ کا اپنے اور حرام کر لینا وغیرہ اور حاصل آکر انکے اقوال و افعال کی کچھ پڑ

ان ما عدا غلام کر دیا اور ان شرطیہ اور مازائدہ کو اور ٹینک - میں دو قرآنہ میں ایک قرآنہ بیکار ہونے لگتا ہے کہ یہی قرآنہ ہر دو قرآنہ میں اکثر کی قرأت ہے اور دوم بفتح و تشدید ہونے اور یہاں عام کی قرآنہ ہے اور نسی و انسی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی دو دن متعدي آتے ہیں - معنی آگے اور اگر شیطان بھول میں ڈال دے تو جھکے یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا - فلا تقعد بعد الذی ذکرہ مع القوم الظالمین تو مست بیٹھ بعد یاد آ جانے کے قوم ظالم کے ساتھ - قولہ بعد الذی ذکرہ - بعد ذکرہ - اس کے یاد آ جانے کے بعد پس ذکر ہی مصدر ہے اور الف لام مؤلف مضاف الیہ ہے اسے بعد ذکرہ - اگر کہا جاوے فرض کرنے والوں کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آ جانے کے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ کہ معنی یہ ہیں کہ فلا تقعد بعد الذی ذکرہ معہم - لیکن بجائے ضمیر کے جسکا مرجع خالصین ہیں ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کر دیا کہ یہ خالصین قوم ظالم ہیں اور ظلم ہر ایسی چیز کہ کہتے ہیں جو بے عمل رکھی گئی پس جن خالصین کا حال مذکور ہوا وہ بھی جو کہ آیات الہی کے لفظ مع و وعظ و ہند و معالی حق و دلالت توحید کو بے عمل رکھتے اور بجائے تاویل واقعی کے بجا و فریب آمیز تاویلین کرتے اسلئے ظالم فرمایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق و غیرہ برصادق ہے پس اگر ایسا بجا فرض کیا کہ کفر تک پہنچا جیسے مشرکین جھٹلاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین معنی کافرین ہونگے ورنہ فاسقین ہونگے - اور جو لوگ ایمان و یقین کے ساتھ آیات الہی میں علوم اخلاق و حکمت لینے کو فرض کرتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا منع نہیں بلکہ مستحب ہے لہذا مفسر رح نے بخوفون بالاستہزاء کی قید لگا دی پھر سو سے بیٹھنا عفو ہے اور حدیث میں آیا کہ میری امت سے خطا و نسیان و جبر و زبردستی سے استغفار کیے گئے ہوں دور کیا گیا ہے اور قولہ اما فیہ تک - یعنی اگر بھول کر بیٹھ جاوے پھر یاد آ جاوے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے - کذا قال السدی عن ابی مالک و سعید بن جبیر و کذا قال مقاتل بن حیان - اور واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ و قد نزل علیکم فی الکتاب بیان اذا سمعتم آیات اللہ کفر بہا و استہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوفوا فی حدیث غیرہ اتم اذا شہدتم الایۃ اسعین قد نزل سے اشارہ بیان کی آیت کی طرف ہے - پھر مفسر سیوطی رح نے لکھا کہ جب یہ حکم اترا تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر یہی ہوا کہ ہر بار جب کافروں نے غرض کرنا شروع کیا اہل ایمان سے اٹھ کر کھڑے ہوئے تو ہم مسجد میں بیٹھ نہیں سکتے اور طواف نہیں کر سکتے تب نازل ہوا - و ما علی الذین یتقون اسیر من حیث یحکو الخالضین من زائدہ شئی اذا حاسبہم - و لیکن علیہم ذکرہ اتم و مرغیہ لکعلہم یعصون النہی یعنی اور نہیں ہے ان لوگوں پر جنہوں نے تقویٰ رکھا اللہ تعالیٰ سے فرض کرنے والوں کے حساب میں سے کچھ بھی و لیکن متقیوں پر واجب ہے کہ فرض کرنے والوں کو یاد دہانی اور نصیحت کریں شاید وہ فرض سے پرہیز کریں - مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنی یہ ہے کہ لوگ فرض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو فرض کرنے والوں کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب میں سے ان کے نامہ اعمال میں کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ خود منشی رہیں و لیکن متقیوں پر انکو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے پس ذکرہ مرفوع مبتداء و محذوف الخبر ہے اور سبیل الرفع ہو الوجوب یعنی واجب علیہم ذکرہ - اسی واسطے مفسر رح نے علیہم خبر کی طرف مقدم کیا - پھر واضح ہو کہ بنابر اس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے نسخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور ان کے ساتھ نہ بیٹھنا واجب تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہے و لیکن یہ شرط کہ انکو غرض مذکور سے وعظ و نصیحت کریں - اور شیخ ابن کثیر رح نے بروایت ابن ابی حاتم من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیر رح ذکر کیا کہ قولہ و ما علی الذین یتقون من حساب من شئی - کہنا کہ یہ معنی کہ جب تو نے اسے اعراض و پرہیز کرنا رکھ لیا تو تجھ پر فرض کرنے والوں کے عذاب سے کچھ حساب نہیں ہے و وہ فرض کیا کریں - قال الحافظ اور مجاہد و ابن جریر و سدی و غیرہم نے کہا کہ یہ معنی نہیں بلکہ معنی آگے اگر متقی ان فرض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو متقیوں پر ان کے حساب سے کچھ لازم نہیں - قال الحافظ اور ان علماء نے زعم کیا کہ حکم

رویت کی درگاہ میں خدمت گزاری کے ساتھ قیام نہ کر سکو۔ اور قولہ **بِجَمِ شِعْمَا** یعنی تمہارے در بیان جو لغت رکھی ہو وہ دور کر کے  
اور قولہ **وَبِزَيِّقٍ لِّفَتْکُمْ** اس بعض یعنی بڑا دوسرا دوسرے کی کفر کرین۔  
**وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ خَوْضًا وَافٍ حَكِيمًا**  
اور جب تو دیکھے کہ وہ لوگ کہتے ہیں ہمارے آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر جب تک کہ کہنے لگیں اور کسی بات میں  
**غَيْرِهِمْ وَإِنَّمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ**  
اور کبھی بھلا دے شیطان تو نہ بیٹھ کہ ہے انصاف قوم کے ساتھ  
**وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَٰكِنْ ذَكَرُوا لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ**  
اور بہتر کاروں پر نہیں کچھ ان کا حساب بسک نصیحت کرانی ہی سہا یہ وہ دوسرے  
**وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا** اور جب تو دیکھے ایسے لوگ کہ جو فرض کرتے ہیں ہماری آیات میں یعنی  
قرآن میں جھٹلانے اور سخرہ بن کے طور پر فرض کرتے ہیں۔ فرض در اصل پانی میں گھسنے اور عبور کرنا اور یہاں مضمون میں فرض کرنا  
عقلی چیز کے لئے محسوس سے استعارہ ہے یا فرض بمعنی غلطی کا لفظ ہے۔ خاص الامار بالعسل یعنی شہد میں پانی ملا دیا پس مراد ان کے جب  
ایسے لوگ کہ دیکھے جو ہماری آیات میں غلط کرتے اور مبنی میں تاویل بجا کرتے اور بے پڑھوں پر مشتبہ ڈالتے ہیں تاکہ کلام الہی کی تخریج  
وہ تکذیب کریں۔ **فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ** تو ایسے مفسد لوگ کہ سے اعراض کر اور اپنے ساتھ مست بٹھ۔ تاکہ ان کے گرد و فریب کا غرر نہ جھکے نہ پہنچے  
اور یہ گناہ عظیم وہ لوگ کہ نہ سنے بجز اس اعراض کی حد فرمائی بقولہ **خَوْضًا وَافٍ حَكِيمًا** یعنی اس وقت تک  
اعراض کر کہ وہ اور کسی بات میں فرض کریں سوائے آیات الہی کے اندر جھٹلانے یا فریب دہی کے واسطے فرض کرنے کے۔ غیرو کی  
ضمیر نہ کہ بمعنی آنکہ فی حدیث غیر ذہاب الحدیث۔ اور ضمیر نہ کہ کو آیات کی طرف سمجھا وہم کو کہ نہ مراد فرض در آیات کی باتیں ہیں اور لفظ  
صفت حدیث ہے۔ پھر خطاب یا تو ہر شخص لائق خطاب کو ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ خطاب ہے اور مراد ہر فرد آپ کی امت کا ہو حتیٰ کہ اہل اسلام  
کو روا نہیں کہ اپنے آپ کو ایسی محبت میں بیٹھنے کی اجازت دیں جن میں ایسے مفسد کی باتیں ہوں۔ اور جان تو زمین کہ جاہل یا عامی آدمی  
یہود و نصاریٰ وغیرہ کے دھڑ میں سننے کو شریک ہو جب کہ وہ ان کے دھوکا دینے والی باتیں جیسے قرآن و حدیث کی تکذیب ہوتی ہو روٹ  
کر سکتا ہو۔ اسی طرح رافضی و خارجی و دیگر بدعتی و کراہ فرقہ مثل شیخ و غیرہ کی باتیں سننے کا بھی یہی حکم ہے۔ ان عباس رضی اللہ عنہ کے کہا کہ اللہ تعالیٰ  
نے مومن کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف و بھڑ سے منع کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالیٰ  
کے دین میں جھگڑے اور بحثیں ڈالیں۔ مگر جسم کہتا ہے کہ وہابی و بدعتی اور مقلد و غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے اور خود حنفی مذہب  
و شافعی مذہب واسلے بھی اسی جھگڑے میں مبتلا ہیں اگرچہ حقیقت میں یہ لازم تھا کہ کتاب و سنت کو بدو نہ جھگڑے و تعصب کے ان  
مجتہدوں سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے۔ محمد بن علی سے روایت ہے کہ اصحاب الابرار انھیں لوگ ان میں سے ہیں جو آیات الہی میں  
فرض کرتے ہیں۔ مقاتل رحمہ نے کہا کہ شریکین کہ ہیں جب قرآن سننے تو اس میں فرض کرتے ہیں فرض کہ فریب سے جھٹلا دیں اور شک ڈالیں  
تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہم کو انکی باتیں سننے اور ساتھ بیٹھنے میں نقصان ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت ہماری۔ مگر جسم کہتا ہے  
کہ مقاتل کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہیں اگرچہ اس روایت کے معنی ٹھیک ہوں۔ **وَإِنَّمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ**



مفسر ح نے کہا کہ یہ اسے بالقرآن۔ یعنی قرآن کو تیری قوم نے جھٹلایا۔ اور بعض نے اس وعید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع کی اور مترجم  
 کہتا ہے کہ عمدہ قرآن کی طرف راجع ہونے میں یہ بھی آگیا کیونکہ یہ وعید بھی مجملہ قرآن ہی میں حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو از انہما وعید  
 مذکورہ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکوں نے اور جھٹلانے کے یہ معنی کہ اسکو سچ نہیں جانا۔ اور زید بن اسلم کی روایت میں جو مذکور  
 ہوا کہ بعض لوگوں نے آپس کی قتل و خونریزی کو کہا کہ ایسا لہجی نہیں ہوگا تو قرآن یا وعید مذکور کی کچھ بھی تکذیب نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اس  
 بات کو قطعاً صحیح جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے جو کچھ کہے بلکہ اس کے کلام کے ہی معنی ہیں کہ آپ نے جو ہم کو آپس کی  
 خونریزی سے منع فرمایا تو ہم ایمان لائے اور ہم کبھی آپس میں خونریزی نہیں کرتے ہیں یہ تو عین تصدیق ہے اور مشرکین کہ اللہ جھٹلاتے  
 اور سچ نہیں مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو تیری قوم قریش نے جو مشرک اور جھٹلایا۔ **وَهُوَ الْحَقُّ** حالانکہ یہ قرآن حق  
 یعنی سچ ہو حاصل آئے قرآن میں جو اخبار ہیں اور صریح وعدہ و وعید و دلائل قدرت و توحید مذکور ہیں سب سچ ہیں۔ **قُلْ لَسْتُ**  
**عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ** تو ان مشرک کافروں سے کہہ دے کہ میں تم پر ذلیل نہیں ہوں تاکہ تمہارے اعمال کی جزا و سزا دیدون میں تو نقطہ  
 ڈر سنانے والا ہوں مشرکوں و کافروں کو اور باقی رہا تمہارے اعمال کا بدلہ وغیرہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے۔  
 اور یہ بانند قولہ قل الحق من ربکم فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر۔ بھر واضح ہو کہ مفسر ح نے کہا کہ جہاد کا حکم ہونے سے پہلے یہ حکم  
 ہوا تھا۔ قطعاً یہ نسخ ہوگا۔ اور معنی یہ کہ تم نے یہ فعل کیا کہ قرآن کی تکذیب کی تو میں اس امر کا ذلیل نہیں ہوں کہ تمکو اس فعل پر جہاد  
 پھر جہاد کا حکم ہوا تو اسے قتال کرنے لگے۔ اور صحیح یہ ہے کہ نسخ نہیں ہے اور معنی یہ کہ تم نے کفر کیا اور میں ذلیل نہیں ہوں کہ تمہارے  
 اعمال کی حفاظت میرے اوپر واجب ہو جی کہ تم کفر کو نہ بھڑکادو۔ پس تم جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے چنانچہ آخر دنیا میں بھی اگر جہاد  
 کرنے کا حکم ہو گیا اور مترجم کے نزدیک یہی ادلی ہے کیونکہ نسخ کہنا بضرورت ہے اور بیان کوئی ضرورت نہیں ہے اور کلام مفسر رحمہ اللہ بھی  
 اسی طرف راجع ہو سکتا ہے کیونکہ نسخ کو مفسر ح نے نہیں کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ حکم قتال سے پہلے یہ حکم ہوا تھا پھر قتال کا حکم اس کے بعد ہوا  
 اور جہاد کا حکم ہونے کے وقت بھی یہ صادق ہے کہ لست علیکم بکلیل۔ کیونکہ جو کوئی جیسا کرے ویسا پاوے رسول علیہ السلام کو وحی آئی  
 پہونچا اور اسکی پابندی کرنا فرض ہے اور موجودہ فقہ میں کسی مفسر نے اسے نسخ کو نہیں لکھا۔ اور مترجم نے جو کہا اسی کی صحت پر  
 کرتا ہے جو فرمایا۔ **لَكُلِّ نَبِيٍّ خَيْرٌ مِّمَّنْ تَقُولُ قَوْلَهُ وَيَسْتَقِرُّ عَنْهُ عَذَابُكُمْ**۔ بنا بمعنی خبر ہے اور مستقر صیغہ طرف زمان ہے  
 یعنی اور ہر چیز کے واسطے ایک وقت ایسا مقرر ہے جس میں اسکا وقوع و استقرار ہوتا ہے خواہ گذشتہ امر کی خبر ہو یا آئندہ ہونے والی چیز کی خبر  
 پس حکم دیا کہ کافروں مشرکوں سے یہ بھجھاوے اور حاصل آئے اسے منکر و متعاصی عذاب پانے کی خبر کا بھی یہی حال ہے جو تم مست انکار کرو گے  
 وقتہ مقتدر پر عذاب پاؤ گے بلکہ فرمایا۔ **وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ** اور غریب جان جاؤ گے اور یہ ان کافروں کو تذکرہ ہے  
**فِي الْعُرَالِ** قولہ قل اللہ شہید منہا ومن کل کرب الایہ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جملہ ہم و غم سے نجات دینے والا ہوں جسے  
 ہم و غم میں میرا قصد کیا اسکا ہم و غم یا ایمان دور ہوا اور جسے کسی اور کا قصد کیا اسکی وجاہت میں ساقط کر دیتا ہوں۔ پھر جب بیان فرمادے  
 کہ ہم و غم و محنت کا حل ہوا تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے لیکن بے عقل لوگ شرک کرتے اور غیر کی طرف سکون کرتے ہیں تو انکو اپنی  
 قدرت اعلیٰ سے تنہا فرمائی کہ دوبارہ انکو عذاب و کرب میں مبتلا کر دے بقولہ قل ہو القادر علی ان یحدث علیکم عذابا من فوقکم۔ یعنی تمہارے  
 دونوں سے تجلی لگتی و مشاہدہ غیب کو شقیق فرمادے۔ قولہ ومن تحت ارجلکم۔ یعنی عبادت و نماز وغیرہ سے تمہارے قدم پھسلادے کہ

ہوا جو ہے تو اسکو قبول فرمایا۔ پھر حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے آثار نقل کیے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے قولہ قل ہو اللہ قادر علی الامور  
 میں عذاب من العوق کی تفسیر پھر برسانے جانا اور من تحت الارجل کی تفسیر خفت ہونا بیان کر کے کہا کہ اس میں چار باتیں ہیں جن میں سے  
 دو ہو گئیں اور دو باقی ہیں۔ کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوری رحمہ اللہ اور ابو جعفر رازی کے طریق سے ابی بن کعب کی روایت میں ہو کہ  
 یہ چار باتیں ہیں جن میں سے دو باتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پچیس برس پر گزریں کہ مختلف الامور ہو کر مخلوق ہوئے اور بعض  
 کو بعضوں سے قتل وغیرہ کی اذیت پہنچی اور دو باقی زمین یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین میں دھنسن جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہوئی۔  
 رواہ احمد ابن ابی حاتم۔ مگر جسم کھتا ہو کہ خلفائے عباسیہ میں سے بعض کے وقت میں متعدد دھنسنے واقع ہونا تاریخ کی  
 کتاب میں مذکور ہے و اللہ اعلم ولیکن علماء نے کہا کہ یہ آخر زمانہ میں واقع ہو گا اور حدیث صحیح میں ہے ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا  
 اور وہ عید کے مقام پر پہنچ کر سب کے سب زمین میں دھنسن جاویں گے۔ پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر و ابن ابی حاتم کی روایت  
 سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قولہ عذاب من تحت الارجل کی تفسیر گمراہ اور گمراہ کنندہ سرداروں کے ساتھ اور قولہ من تحت الارجل کی تفسیر گمراہوں کے  
 کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی اگرچہ توجیہ صحیح ہو لیکن قول اول یعنی ابی بن کعب و مجاہد وغیرہم سے پتھروں کی بارش خست  
 کا مذکور ہوا وہ اتوی و اطہر ہے اور ابن جریر نے کہا کہ اسکی صحت پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ انتم من فی السمار ان خستکم الارض فاذہبوا تہربوا  
 انتم من فی السمار ان یسل علیکم صاحبا مستعلین کیف نذیر۔ اور حدیث میں ہے کہ ضرور اس امت میں قیامت و خست و تسخیر واقع ہو گا اور  
 یہ سب علامات قیامت میں مفصل مذکور ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آویں گے فالظر۔ انظر کیف تفسیر فی الآلات  
 اسے النظر سبحا کیف غین ہم الدالات علی قدر تہا یعنی تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگوں کے واسطے اپنی ہر طرح اور ہر بات پر قدرت والا  
 ہونے کی دلائل کثیرہ بیان کرتے ہیں لعلہم یعرفہم و ان یعلون ان ما یم علیہ باطل۔ تاکہ جان جاویں یہ بات کہ چہرہ دہا ہے  
 ہیں وہ سب غلط و باطل اور مگر جسم کھتا ہو کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ اولاً وبالذات قریہ کافرون و مشرکون کو فہمائش دہند ہے اور حاصل آگے  
 سمجھا رہا ہے اللہ تعالیٰ کے آیات و دلائل پاکیزہ میں ذرا بیان سے یا ادنیٰ شامل سے سمجھ دگتا اور علم حاصل کرنا اور وہ ان صریح آیات سے  
 یہ کہ گناہ کی فہمائش کے لیے ایسے ایسے پاکیزہ دلائل بیان ہوئے وہ سمجھ جاویں گے اور اسکو بہت تعجب ہو گا کہ یہ ہر وقت مشرک کیونکر  
 نہیں سمجھتے ہیں مگر اگر وہ یقین کے ساتھ یہی کہیں گے کہ پاکیزہ آیات سے پروردگار ہدایت کرتے ہی قبضہ قدرت میں ہے تو ہمارے لئے دلائل کو اجساد  
 ہمارے کے اپنے نفس و کمال کے حد سے کم کر کے فرما دے اور ایمان پر سلا متی و عافیت سے مغفرت فرما کر خاتمہ پھر کرنا جیسے مترجم اپنے  
 پروردگار رحم الراحمین کی درگاہ میں بھی دعا کرتا ہے آمین۔ پھر اس میں اصل اسلام کو بھی بطریق اشارت و دلائل کی فہمائش ہو کہ راہ توحید  
 پر مستقیم ہیں۔ قال الحافظ۔ اور ابن ابی حاتم و ابن جریر نے روایت کیا کہ زید بن اسلم رحمہ اللہ نے کہا کہ جب نازل ہوا قولہ قل ہو اللہ قادر  
 علی ان یتبع علیکم الایۃ۔ (یعنی مشرکوں کے شرک و کفر و فسق و فجور پر تہدید ہوئی ان امور سے اور اہل توحید و اسلام کے کان کھول دیجئے  
 کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے معنی ہو جاؤ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لڑو  
 گے یا دن کافر ہر کہ کہ یعنی تمہاری تلوار سے بعضوں کی گردنیں آدھیں تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو گمراہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوا اسے  
 اللہ تعالیٰ کے اور آپ رسول اللہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ پس بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہ ہو گا کہ بعض  
 ہم میں سے بعض کو قتل کریں حالانکہ ہم مسلمان ہیں تب نازل ہوا انظر کیف تعرف آیات علیہم لفقہون۔ و کذب یہ قہ صاٹ

الحديث۔ اس میں ہے کہ اور میں نے دعا کی کہ تم پر ایسا دشمن غالب نہ کرے جو تمہاری جڑ اکھاڑ ڈالے یہ قبول ہوئی۔ قال الامام احمد حدثنا عبد الرزاق قال قال سمر اخبرني ابو ب عن ابی قلابہ عن الاشعث الصنعاني عن ابی اسماء الرجسي عن شاذل بن ادس رضي الله عنه کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین لپیٹ دی میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا اور میری امت کا ملک عنقریب وہاں تک پہنچے گا جس قدر میرے واسطے لپیٹی گئی اور مجھے مسجد و منبر کو خزانہ عطا ہوئے اور میں نے دعا مانگی کہ ہلاک نہ فرماوے میری امت کو قحط سے عموماً لینے عذاب قحط ایسا نازل نہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہو جاوے اور یہ دعا مانگی کہ انہر ایسا دشمن مسلط نہ فرماوے کہ انکو عموماً ہلاک کر دے اور یہ دعا مانگی کہ ان لایلبسہم شیعا وان لا یزین لہم باس بعض۔ لینے نہ مخلوط فرماوے فرقہ ہائے مختلف الاہواء اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے مفرات قتل و تعذیب کو تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اے محمد جب میں نے کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہیں ہو سکتا پس میں نے پتھری امت کو پناہ دی کہ انکو قحط سے عموماً ہلاک نہ کرو گھا اور نہ انہر ایسے دشمن کو انکے غیر میں سے مسلط کرو گھا کہ انکو عموماً ہلاک کر دے یہاں تک کہ یہ ہو گا کہ بعض انہیں سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض انہیں سے بعض کو قید کرے۔ مثلاً اور میں نے کہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ میں اپنی امت پر فوف نہیں کرتا مگر ایسے سرداروں سے جو گمراہ کرنے والے ہوں پھر جب میری امت میں تلوار رکھی جائیگی تو قیامت تک پھر انہر سے نہیں اٹھائی جائیگی۔ قال الحافظ رحمہ اللہ و جید قوی و لیس فی شئی من الکتاب استعملت ترجمہ کہتا ہے کہ اس میں قولہ اور نہ انہر ایسے دشمن کو انکے غیر میں سے مسلط کرو گھا جو کہ انکو عموماً ہلاک کر دے یہاں تک کہ اسے آخرہ۔ اس سے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ امت اسلام پر غیر میں سے کسی قوم کا مسلط نہو تا اس وقت تک کہ آپس میں بعضے بعض دیگر کو ہلاک نہ کریں اور جب ایسا کرینگے تو غیر میں سے مسلط ہو سکتے ہیں اور صحیح ہوا کہ مسلمانوں میں جب آپس میں فو نریری نہیں ہوئی تب تک کوئی غیر قوم انہر مسلط نہیں ہوئی۔ اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم انہر اسطرح مسلط نہو کہ غیبت کر دے اور یہ عموماً وعدہ ہے جب تک کہ وہ اسلام و توحید پر ہیں اور قولہ یہاں تک کہ یہ ہو گا الخ۔ اس کے معنی یہ کہ غیر مسلط نہو گا ہاں یہ ہو گا کہ آپس میں ہلاک کرنے والے ہونگے اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہے اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہے اور بر تقدیر احتمال دوم کے دو باتیں محفوظ ہیں یعنی غیر قوم اس امت اسلام پر مسلط نہو گی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہوں اور ایسی حالت میں یوں مسلط نہو گی کہ عموماً انکو ہلاک کر کے کھال ان لوگوں کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت سے موجد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ انکو مشرک ہو جانے والا نے بالکل قتل کر ڈالا تھا۔ امام احمد نے ابوالسبرہ غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی جس میں تین امور مذکور کے ساتھ جو تھا امر یہ بھی مذکور ہے کہ میں نے دعا کی کہ میری امت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس حدیث میں مذکور ہے کہ ان لوگوں کی جماعت مقتدی تھی اور آپ نے التحیات کے جلسہ میں یہ دعا مانگی تھی۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ صحیح مستند میں سے کسی کتاب میں یہ روایت نہیں آئی پس اسکو یاد رکھنا چاہیے۔ بطرائق رحلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تین امور مذکورہ کی دعا مرفوعاً روایت کی اس میں ہے قلت یا رب لا تسلط علیہم عدو من غیرہم لینے اہل الشکر فحماهم قال ذاک لک۔ یعنی دوسری دعا میں مذکور ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار نہ مسلط فرما ان لوگوں پر یعنی میری امت والوں پر کوئی دشمن ایسا جو انکے غیر میں سے ہو یعنی مشرکوں میں سے ہو کہ وہ ان سب کو جز سے نیست کر دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے واسطے ہے یعنی یہ میری دعا قبول ہو۔ اور معنی حدیث کو ابن مردودہ نے ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردودہ نے ابو ہریرہ سے چار باتوں کی دعا روایت کی اور چوتھی بات یہ ہے کہ میری امام امت سب کی سب کا قہار ہے۔

[illegible]



میں شرک کس حقت پر ہو۔ قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم تو کہدے اسے محمد صلعم ان مشرکوں پر عذاب کر کے دالوں سے کہ اوتھالی قادر ہے اس بات پر کہ بھیجے تیرے عذاب کو تمہارے فوق سے۔ یعنی سرون کی بلندی بالا کی جانب سے مثلاً عذاب کے پتھر برسائے یا آواز سخت ایسی سنائے کہ دل و جگر ٹھٹھ جائیں یا ہوا وغیرہ بھیجے جیسے عذاب کہ غاد و غود و قوم لوط وغیرہ پر آئے تھے۔ **أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْضِكُمْ** یا بیرون کے تحت سے مانند آنکہ خفت کر دے یا غرق کر دے۔ قال مجاہد و سعید بن جبیر و ابوالکلام و ابی الدی و ابن زید و غیر واحد فی قولہ عذابا من فوقکم۔ یعنی پتھر برسائے۔ اوسن تحت ارض حکم۔ یعنی زمین میں دھنسا دے۔ اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی شیخ سیوطی رحم نے لیا ہے۔ اور ابن عباس وغیرہ سے روایت ہے کہ من فوقکم یعنی تم میں سے اونچوں سے اور وہ گمراہ حاکم دس درجہ میں اوسن تحت ارض حکم یعنی اونچوں سے اور وہ غلام و ذلیل ہیں۔ اور ارجح قول مجاہد رحم ہی و دیگر معانی اسکے اقسام دلالت سے شامل و داخل ہیں واللہ اعلم۔ **أَوْ يَلْبَسَكُمْ** یا تم کو مختلف فرما مختلف الالباس۔ یا خلط کر دے تم کو فرقہ ہائے مختلفہ الالباس۔ یعنی آپس میں تم کو ایسے مختلف فرقہ کر دے کہ ہر ایک کی خواہش نفسانی مختلف ہو جائے پس آپس میں مخالفت ہو کر ایک دوسرے کے دشمن ہو جائو اور یہ تفسیر ابن عباس و مجاہد و دیگر علماء سے مروی ہوئی۔ اور حدیث میں بومعدد طرق سے آنحضرت صلعم سے مروی ہوئی یوں موجود ہے کہ یہاں ہر فرقہ فریق پر مختلف ہو جائیگی جس میں سے سب دوزخ میں جاویں گے نواسے ایک فرقہ کے۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیر رحم نے لکھا ہے کہ میں نے اس حدیث کے طرق و اسانید جمع کیا ہے۔ اسماصل اللہ تعالیٰ قادر ہے ہر قوم کو کہ تمہارے اور اسے عذاب اتارے یا بیرون کے بیچ سے یا تم کو مختلف نفسانی خواہشوں میں یا ہم مخلط و متخالف کر دے۔ **وَيُكَيِّفُ يَوْمَ يُعْصَبُ** یا تم میں سے بعض کو بعض پر مسلط کر دے کہ عذاب و تکلیف دہی و قتل سے سمرت پہنچا دیں۔ کذا قال ابن عباس وغیر واحد۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ میں علوم و معرفت ہیں اور راہنمائی فی العلم انکو فوب جانتے ہیں۔ پھر یہ تہدید تو ہر مشرکین کی و اور اہل اسلام جب دین تویم و سنت مستقیم سے فسق و فحور کی طرف مائل ہوں تو وہ بھی اسکے اشارہ میں شامل ہیں اسی واسطے حسن بعرض رحمۃ اللہ علیہ قولہ قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم اوسن تحت ارض حکم۔ میں روایت ہے کہ حسن رحم نے کہا کہ یہ مشرکوں کے واسطے ہے۔ مترجم کہتا ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ اس آیت میں سے بھی کچھ لوگ خارج ہو کر مشرکوں سے لجا دیں گے۔ اور مجاہد رحم نے فرمایا یہ آیت محمد صلعم کے واسطے ہے ان دونوں اثر کو کہ ابن ابی خاتم نے روایت کیا اور یہ دونوں قول متعارض نہیں بلکہ صحیح ہیں پھر ابن کثیر رحم نے ذکر فرمایا کہ بخاری رحم نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی کہ جابر بن عبد اللہ رحم نے کہا کہ جب یہ آیت اتری۔ قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم۔ رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اعدو دو جہک۔ یعنی اسے میرے بد و درگاہ میں قیری و جہ پاک سے پناہ مانگتا ہوں۔ اوسن تحت ارض حکم۔ کہا کہ اعدو دو جہک۔ یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی۔ اور لیکن شیعا و یزیدین بعض کم اس بعض۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے۔ وقد رواہ النسائی و الترمذی و ابن حبان و ابن مردودہ و سعید بن منصور۔ اور بعض روایت میں ہے کہ جابر رحم نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے نرم و آسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے تو اللہ تعالیٰ نے پناہ دیتا۔ **مَنْ حَسِبَ** کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ یہ امر بقدر ہی ضرور واقع ہوگا اس واسطے یہاں پناہ مانگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے واقع ہوتا ہے چنانچہ امت اسلامیہ میں یہ سب امور کے بعد دیگرے واقع ہوئے۔ اول تو یا اہم قتال ہوا اگرچہ دین میں سبقت پر تھے پھر مختلف الالباس فرماتے پیدا ہوئے مانند فواج و در و انقض و معتزلہ و حنیفہ وغیرہ۔ پھر عذاب کا مرتبہ ہے۔ سعید بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم یا بیرون کے تحت سے یا تم کو مختلف نفسانی خواہشوں میں یا ہم مخلط و متخالف کر دے۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے۔ اور اس کی تاویل بھی نہیں آئی ہے۔ زواہد احمد

اور ان علیکم لحاظ نہیں۔ اور اس سال سے ایک وقت خاص پر بھیج دیا فرما دے پھر وہ تادم مرگ حافظ رہتے ہیں اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ تیسرے طبقہ زمین سے نیچے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہیں کہ اگر وہ تیسرے طبقہ پر ہوں تو انکے ہونے ہوئے تم کوئی نور نہ دیکھو زمین کے کون میں سے ہر کوئی پر اللہ تعالیٰ کی ہر اون میں سے ایک ہر ہر اور ہر ہر کے ساتھ ایک فرشتہ ہو اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنے یہاں سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہو کہ جو تیرے پاس ہو اسکو محفوظ رکھے۔ رواہ ابن ابی حاتم کہا لغیر من تفسیر الحافظ اور قال فی قولہ حفظہ۔ اسے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظ رہتے ہیں کفر لہ تعالیٰ لمعقبات من بین یدیرہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے تھے جو اعمال انسان کو حفظ و شمار رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جو دُوب جانچا ہو کہ کس بندے نے کب اور کس وقت کیا عمل کیا ہے۔ اور یہاں حافظ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہیں۔ لقولہ تعالیٰ۔ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

تَوَلَّىٰ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ لَمَّا نَسُوا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اور اس کو ہمارے رسول وفات دیتے ہیں۔ رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہو جو شرف ظاہر کرنے کو بلفظ جمع مذکور ہوا۔ اور مفسر جمع نے موافق ابن کثیر رحمہ اللہ کہا کہ وہ ملائکہ مراد ہیں جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر موزوں ہیں۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت ابن عباس وغیرہ سے مروی ہوا کہ ملک الموت کے مددگار بہت سے ملائکہ ہیں جو بدن سے روح نکالتے ہیں پھر جب حلقوم پر پہنچتی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہے اور اس قول کے شاہد احادیث ہیں جو قولہ ثبتت عند الدین انما بالقول الثابت الا یہ کی تفسیر میں انشاء اللہ مذکور ہوئی۔ اور جو لوگ ملحد و زندیق فقط وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہیں انکو یہ وہم ہوتا ہے کہ لاکھوں آدمی مرتے ہیں تو ملک الموت کہاں کہاں پہنچتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہ مسافت و دوری تو جسم والی چیز کے قیام میں ہوتی ہے اور قوت روحانی کو کوئی قیاس کر سکتا ہے یہاں تو متعلق اسی جسم کی قوتیں عجائب ہیں حتیٰ کہ آنکھ کی مینائی مثلاً یا خیال وہم خود دیکھو کہ پاک مارتے کہاں سے کہاں پہنچتا ہے اور عقل نے جو بات ضبط کر لی اسکے پستی نہیں کہ مانتوں سے پکڑے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیے۔ وائدہ الموت بالعلم فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہیں جب ذی روح کی موت کا وقت ہو۔ وَهُسُو لَا يُفْرِطُونَ اور جو انکو حکم دیا گیا ہے کہ تا ہی نہیں کرتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ حفظ حیات میں کمی نہیں کرتے مثلاً قبل از وقت نہیں مارتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال میں تجاوز نہیں کرتے مثلاً کسی کی نیکی ضائع یا بدی زائد کریں اور یہ لعل طون لقرآنہ تخفیف سے مناسب ہے۔ اور اولیٰ ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ کہا کہ روح متوفی کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کرتے بلکہ حفاظت سے جہان مشیت الہی عزوجل ہو دین پہنچاتے ہیں چنانچہ نیک ہو تو علیین من اور اگر بدکار ہو تو سحین میں پہنچاتے ہیں۔ سعید بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہیں اگر وہ نیکو کار آدمی ہو تو اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم میں تھی اب باہر آ جا اور نکل آ تیری تعریف ہو رہی ہے اور روح و رجحان سے اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی و بشارت لے پس رابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نکل آتی ہے پھر اسکو آسمان پر چڑھا لیجاتے ہیں پھر دروازہ کھولتے ہیں پوچھا جاتا ہے کہ کون ہو پس کہا جاتا ہے کہ یہ فلان شخص ہے تو کھولا اور کہا جاتا ہے کہ مرجسا کیا پاکیزہ روح جسم پاک میں تھی تو اندر جلی آنکھ تعریف کی گئی ہے اور تجھے روح در رجحان کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھے غضب میں نہیں ہے بشارت ہے اور برابر اسی سے کہا جاتا ہے یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچتی ہے۔ اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہو تو فرشتہ اس سے کہتے ہیں کہ نکل اے نفس جلیث

جو جسم خبیث میں تھی کل درجہ ایکہ پھر مذمت ہو رہی ہو اور نے یہ بشارت سن کہ جب کہ جسم و عناق ہو اور اس قسم سے وہ چند ہو اور برابر  
 اس سے بھی کہا جاتا ہو یہاں تک کہ نکالی جاتی ہو پھر اسکو آسمان تک پہنچاتے ہیں اور دروازہ کھولتے ہیں تو پوچھا جاتا ہو کہ کون  
 کہا جاتا ہو کہ یہ فلان شخص ہو تو اس سے کہا جاتا ہو کہ اس نفس خبیث کو کچھ مر جہانین جو خبیث جسم میں تھی تو لوٹ یہاں سے درجہ ایکہ  
 تو مذمت کی گئی ہو پس آسمان سے پھیری جاتی ہو۔ پھر وہ قبر میں داخل کیا جاتا ہو تو اول کو برآمد کلام اول کے بشارت دی جاتی ہو اور  
 دوم کو برآمد دوم عتاب کے مذمت کی جاتی ہو۔ سو داہ احمد اور صحیحین کی احادیث میں روح خبیث کی بدبو اور ملائکہ کے گروہ کا اسکی  
 جو سے ایذا پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہنچ کر سبب میں پھینکا جاتا اور عذاب قبر نہایت ہولناک مفصل مروی ہوا ہے تو فرما  
 من ذلک اللهم اعوذ پاک من ان اکون من الذین ینمون و ینجبون و اساکات باللہ الذی لا اله الا هو انی الیوم ان تغفر لے  
 خطیئتی کما تو فتی مسلما و یجھنی بالما یجھن برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ و علی جمیع عباد اللہ  
 و الصالحین آمین۔ **قولہ و الی اللہ فہو الحق** بعض نے کہا کہ تم دوہا یعنی پھر و الہین ہو جاتے ہیں ملائکہ اور  
 بعض نے کہا کہ مرنے والے لائے جاتے ہیں یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہو جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد انکے  
 روز قیامت میں ہوگا جو یقینی ہے لہذا بلفظ اضی بیان فرمایا اور یہی مفسر نے لیا یعنی پھر لائے جاوینگے سب مخلوق اپنے مالک  
 کی طرف فوق یعنی حقیقی عادل ہو ہیں وہ ایک ہر ایک کو اسکا بدلہ دیگا۔ **آلکہ الحق** گھر آگاہ رہو کہ اسکا ہی حکم یعنی مخلوق میں  
 قضاء نافذ ہوا ہے۔ **و کھو اسر ع الحجاب** بیان اور وہ سر ع الحجاب ہو کہ دنیا کے دن کے آدھ کے برابر تیار میں حساب  
 فراویگا کیونکہ ایک حدیث میں یہ ثابت ہوا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار  
 وغیرہ کی احادیث میں جناب کا بیان نہیں ہو پس اصل حساب جو علم الہی محیط میں موجود ہے بہت جلد ہو جائیگا اور ایسی ہی جن احادیث  
 میں کافروں پر رحمت قائم ہونے کے لئے طویل مدت مروی ہو وہ اصل حساب میں نہیں ہو۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب۔ **من**  
**فی العر الشی** قولہ تعالیٰ **وہو الذی یوئام باللیل**۔ رات میں وفات دنیا اس مفاد کے واسطے کہ انکی روحیں قضاے ملکوت میں  
 پرواز کریں اور انرا جبروت میں سیر کریں تاکہ انکا شوق اپنے اصلی وطن کی جانب بڑھ جاوے اور دن میں اپنے جوارح و اجسام سے  
 اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت و آرام پاوینگے اسکو پہچان لیں اور مار ڈالنے اور چلانے میں قدرت الہی عزوجل کو اپنے اوپر متکی ہوئی  
 اور انکھوں دیکھی ہوئی معلوم کریں تاکہ آخر یہ وقت آجاوے کہ حادث و مخلوقات سے قطع ہو کر مشاہدہ الہی کی طرف منقطع ہو جاویں  
 اور اسی مضمون کی طرف تہہ آیت یعنی قولہ **ثم یشک فیہ لیتفی اجل مسمی** آیت سے اشارہ ہو۔ ثم ردوا الی اللہ مولاهم الحق۔ اولیٰ  
 کے شرط دینے و کراست فرماتے ہیں سے یہ بات کہی ہو کہ بندہ کو قید خانہ دنیا واسکے بلاؤں میں نہ چھوڑا اور ملائکہ حفاظ اکمال کے  
 ہاتھ میں عمل کی حفاظت اپنے بندہ مومن پر غیرت ہو تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور آیت میں گنہگاروں کے حق میں امید ہو اور یہ بندوں  
 پر تلافیت سے ظاہر ہوا کیونکہ مولانا ہم الحق فرمایا۔ اور اگر فقط ردوا اسے اللہ ہو تو عظیم و قدر کبریائی میں نیست ہو جاتے لیکن تلافیت  
 سے بندوں کا مولا ہونا فرمایا۔ پہلے ردوا لے اللہ سے مقام ربوبیت میں لاکر تو مولانا ہم الحق۔ سے مقام قرب و منزلت کی طرف  
 نکال لیا۔ بعض نے کہا کہ قرآن پاک میں یہ آیت کہ یہ سب سے زیادہ امید کی آیت ہے کیونکہ بندہ و غلام کے واسطے اس سے زیادہ  
 امید نہیں کہ اسکے جزا و سزا کا مدار اسکے مولیٰ کی طرف ہو جائے۔

اسکی پاکیزہ قدرت کا ظہور ہو اور جو زرد پڑ گیا اور خشک ہوا وہ ہوا سے قہر سے جو ہو گیا وہ نازہ ابھرے وہ اسکی ربوبیت کے زیر فرمان ہو اور جو خشک ہو کر مر جھائی وہ اسکی پاکیزگی کا بیان ہو کہ ہر جو جو عدم وحدوث سے وہ پاک ہو۔ واسطی رح نے فرمایا کہ عالم

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَقَّعُ لَكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ

اور وہ کہ تم کو بھیج رہا ہوں اور جاننا ہے جو کچھ ہو دین کو پھر تم کو اٹھانا اُس میں کہ پورا ہو وعدہ جو تھا

مَسْمُومٌ إِلَىٰ مَرْجَبٍ كَوْثَرٍ نَّبِيٍّ كَلَّمَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ

وَمَا يَفْقَهُونَ هَ تَعَزَّذُوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُ الْحَقُّ، إِلَهَ الْحُكْمِ وَهُوَ

اور وہ تصور نہیں کرتے۔ ہر پہلو پر جائے بارش کے اندک طرف جو ایک ایک کا ہے تحقیق سن رکھو جس کم امیکا اور وہ

أَسْرَعَ الْحَاسِبِينَ ۝

وَقَوْلُ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ تَوَفَّى كَيْسِي حَيْرَةً بَحْرٍ بَدْرٍ لَيْلًا - تَوَفَّيْتُ الشَّيْءَ وَاسْتَوَفَيْتِهِ - بَحْرٌ بَدْرٌ اسْتَوَفَّى كَيْسِي حَيْرَةً لَيْلًا - اَوْرَدَ

یہاں یہ کہنوسی اللہ تعالیٰ وحید لا شریک ہے کہ جو قبض کرتا ہے معاری ارواح کو سوتے میں۔ پس لیل جو غالب اور اصلی وقت سونے کا ہے۔

والقی لم یثبت فی مناہما - اور یہ نبوت اصغرؑ پر چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا - انی منزلیک ورافعک الی الایۃ - اور اسی پر صریح ولایت کرتا ہے ذکر نبوت اکبر کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل - کیونکہ ہر شخص رات ہی میں نہیں جا کر گناہوں کا سلسلہ مفسرین و علما متفق ہیں کہ قولہ

خود فاکم بالیل سے فوم مراد ہے جو موت کی بہن ہے اور یہ موت اصغر ہے اور بعض لوگوں نے جو کہنا کہ جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں ایک بحیثیت حیات جو موت حقیقی کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز و سوسائے میں نکل جاتی ہے اور عالم میں پھرتی ہے اور خواب دیکھتی ہے پھر

بیداری کے وقت لوٹ آتی ہو تو صبح یہ ہو کہ تحقیق اسکی علم الہی میں ہو اور لوگوں نے انکلی سے باتیں بنائی ہیں یا بعض اثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وغیرہ کے ساتھ سونا چاہیئے کیونکہ روح بعد سو جانے کے ملکہ کے ساتھ سجدہ کرتی ہو اور اس میں شک نہیں کہ

خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکساں نہیں ہیں بعض تو نریشاں خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انہیں کے من میں جھڑیٹ صحیح میرا آیا کہ ہو شیاد ہو کہ شیطان تم سے مسخروں نہ کرے اور بعض کے خواب درحسرت ہوتے ہیں اور وہ دوطرفہ

واقع ہونے میں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لپسر کو فوج کرنا دیکھا پس جن لوگوں کی دعا جنت محض شیطان ہی سے ہو رہی ہے

منکرین :- بالکل بیان قبض از دل و اخراج بخواب مراد از این عیاس رضی نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے روایت کی کہ ہر انسان کے منہ میں ایک



فرشتہ اگر جب وہ سوتا ہو تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو مرتبہ میں ہوتی ہے  
 در نہ روح اسکو پھر دیتا ہے یہی ہے قولہ یوقاہم باللیل۔ رواہ ابو الشیخ وابن مردودہ واستادہ منقطع۔ **وَلْيَعْلَمُوا بِحُجَّتِهِم بِاللَّيْلِ**  
 اسے ماکہم فیہ۔ اور جانتا ہے جو تم نے کیا دن میں لگا اور یہ بھی باعتبار اغلب حالت کے ہے کہ دن ہی میں کام کاج کرتے ہیں اور رات  
 میں سوتے ہیں وقال ابن کثیر یہ جملہ معترضہ ہے واسطے دلالت اس امر کے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق کے حال پر انکے دن کے حرکات  
 ورات کے سکون سب کو محیط ہے۔ **ثَوْبِيْعَتُكَ فَيَسِّرْ لِي فِي النَّهَارِ بَرْدًا وَحِلْمًا**۔ پھر اٹھاتا ہے تلو ہمارے من و فتن۔ ابن طو  
 کہ تمہاری روحیں ہمارے زندہ کے پھیر دیتا ہے۔ کذا قال مجاہد قتادہ والسدی۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ بعثت در اصل معنی موت کے بعد  
 زندہ کر کے اٹھانا پس بیان توفی کے ترشح کے طور پر آیا ہے اور نیز نوم جو موت اصغر ہے بمقابلہ اسکے یہ بعثت اصغر ہوا۔ پھر وارد ہوتا ہے کہ  
 کہ لعل ماجر حتم بالنہار سے تو ردا روح معلوم ہو چکا پھر لفظ تم کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہے۔ کما قال ابن کثیر۔ اور بعض  
 نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شان مذکور کی طرف ہے یعنی پھر اٹھادے گا تمکو قبروں سے اسی شان و حال کے ساتھ جو تم نے راتوں کو سوتے میں  
 اور دن کو اپنے بھلے برے اعمال میں صرف کیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی وہ الذی یوقاہم باللیل تم بعثکم  
 بالنہار ولعل ماجر حتم فیہ۔ اور اولی وہ ہے جو شیخ ابن کثیر نے کہا ہے۔ اور سنی آیت کے یہ کہ علم انہی محیط ہے اور مکران کافرون کو دن  
 میں اٹھاتا اسکے اعمال سے غفلت نہیں بلکہ اہمال ہے۔ **لِيَقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى** تاکہ سیدہ مقدرہ پوری کیا دے۔ **فَنَسُ**  
 اس جمل سے مراد زندگانی کی مدت تمام ہے۔ جو ہر انسان کے واسطے مقدر ہے۔ **ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ** پھر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف  
 تمہارا مرجع ہے۔ **فَنَسُ** اسطرح کہ قیامت کے واسطے اٹھائے جاؤ اور عثور ہو گے۔ **ثُمَّ يَبْلُغُكُمُ الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ** پھر وہ تم کو  
 تجھے اس سے تم کو خبردار کرے گا۔ **فَنَسُ** اس میں تہذیب ہے اور اس سے بشارت بھی مفہوم ہے اور سنی یہ کہ نیکوں کو انکی نیکی کا ثواب دیا اور  
 بدوں کو انکی بدکاریوں کا عذاب دیا۔ **وَهُوَ الْقَاهِرُ سَدِيدٌ** عبادہ کی وہی قاہر ہے اپنے بندوں کے اوپر  
 فوقیت سے طرف مراد نہیں بلکہ علوم مرتبہ مراد ہے اور قہر یعنی غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک قاہر ہے ازراہ استعلاء اور غلبہ کے یاد حالیکہ  
 عالی مرتبہ ہے اپنے بندوں سے اوپر۔ یعنی بندوں پر عجز و بی اختیار ہے مقتود ہے اور اللہ تعالیٰ کے زیر حکم سب مسخر ہیں کسی کو اسکے حکم  
 تقدیر سے جو غالب ہے نہ تباہی کی مجال نہیں ہے۔ **وَمِنْ سَبِيلٍ عَلَيْكُمْ حَفِظَةٌ**۔ اور ارسال فرماتا ہے تمپر حفظہ۔ یعنی وہ طاقت  
 جو تمہارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاہر الخ یعنی بندوں کے امور میں وہی متصرف ہے کوئی اور نہیں جسطرح  
 چاہتا ہے مارنے جلانے ثواب دینے و عذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہے اور بھیجتا ہے تمپر حفظہ۔ پس علیکم متعلق برسل ہے یا میں طور کہ اس ارسال  
 میں استعلاء کے معنی ہیں یعنی بھیجتا بطور غلبہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ فوق عبادہ۔ میں فوقیت لائق جلال انہی بدوں کیفیت بیان کرنے  
 کے مراد ہے اور علیکم متعلق حفظہ ہے اور تقدیم اس اظہار کے لیے کہ ارسال حفظہ کی خبر مقصود نہیں بلکہ تمپر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہے  
 تاکہ ہر شیار رہو۔ لیکن پوشیدہ نہیں کہ فوقیت کے معنی استعلاء کی بنظر لغت و فصاحت کلام کی بہت مناسب ہیں پس خواہ مخواہ  
 مستتابہ میں داخل کرتا ہے وجہ ہے۔ پھر سدی رحمہ نے کہا کہ حفظہ سے معنیات اللیل والنہار مراد ہیں یعنی جو حدیث میں آیا کہ صبح کو ستر ہزار  
 فرشتے اترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہیں اسی وقت اور ستر ہزار اترتے اور نماز فجر کے بعد جاتے ہیں اور ہر وقت نئے اترتے ہیں جو  
 کبھی نہیں آئے تھے اور حدیث میں زیادہ معنوں بھی آیا ہے اور مجاہد اہل تفسیر نے حفظہ سے حافظہ اعمال فرشتے بیان کیے۔ کافی قولہ

اور نہ رطب و نہ یابس۔ **الَا فِی کِتَابِ مَبَیِّنٍ** اگر آگاہ کتاب مبین میں ہر قسم کا کتاب سے لوح محفوظ اور اس کے  
 سابق یعنی لایعلاہا سے یہ استثناء بطریق بدل استعمال ہو علم الہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہوگا اور اسی پر مدار قول زنجیزی  
 ہو کہ یہ جملہ استثناء اول کی تکرار کے مانند ہو کیونکہ دونوں کے معنی واحد ہیں ولا یغنی فی بعد ہذا التاویل۔ فافہم۔ حاصل یہ کہ علم الہی  
 ہر ذرہ کہ جو آسمانوں و زمینوں و ہر زمین وغیرہ میں ہو حتیٰ کہ مضاف پر اندھیری رات میں چوٹی کی چال اور پیشمار چوٹیوں کی حرکات و  
 ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالیٰ کے حضور میں ہو ولا یغیب عن ربک من مثقال ذرۃ۔ اور تیسرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہیں کچھ  
 پوشیدہ نہیں ہو۔ سبحان اللہ العلیٰ الیٰ علیٰ **فَنَقُلْ فِی الْعُرَائِسِ** قولہ تعالیٰ قل انی علیٰ بیتہ من ربی۔ یعنی او تعالیٰ کی طرف  
 سے مجھے یقین و مشاہدہ ہو اور روشن دلائل بطور نوازل ہو اور یہ عالم میں سب سے بڑی دلیل ہو قولہ علیہ السلام من رآنی فقد رآی الحق  
 جس نے مجھے دیکھا اس نے حق مشاہدہ کیا۔ **قَالَ الْمُرْجَمُ** صوفیہ اس حدیث میں اشارہ بیان کرتے ہیں اور علماء محدثین کے نزدیک یہ حدیث  
 آنحضرت صلی علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے بارہ میں ہو پس آپ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا خواب میں تو اس نے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث  
 یہ ہو۔ فان الشیطان لا یشمل بے۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔ کذا فی روایات الصحاح۔ اور جس نے حضرت صلی علیہ وسلم کو اسی طریقہ  
 کے ساتھ جو آپ کا حلیہ ہو خواب میں دیکھا وہ اگرچہ صحابی کے حکم میں نہیں ہوتا مگر جتنی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہو اور مترجم کا گمان یہ ہو کہ  
 صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہیں لیے بلکہ اس کے اشارہ سے یہ بات نکالی ہو اور یہی ان اکابر کے حق میں گمان پاک ہو۔ فافہم۔  
 ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بیات پر ہیں اور اولیاء بھی ان کے طفیل میں بیات پر ہیں لیکن بیات انبیاء و اولیاء تو وحی و  
 یقین ہو اور بیات اولیاء و سچی فراست ہو۔ **قَالَ الْمُرْجَمُ** حدیث میں ہو کہ مومن کی فراست سے ڈر کہ وہ خدا تعالیٰ سے دیکھتا ہو۔ اور  
 مستحق میں صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ میں نامحرم عورت پر بڑی نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے انکی خدمت  
 میں آیا تو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا ہو کہ میرے سامنے زنا کار آ نکھین آتی ہیں واللہ تم لوگ پرہیز کرو ورنہ میں دوسے مار دوں گا۔ مترجم کہتا ہو کہ  
 پر وہ چھپانے کے واسطے اس اچھے ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین خطبہ جمعہ پڑھتے میں مجاہد غازیوں کے سردار لشکر  
 ساریہ نام کہ جو نہادندین تھا آواز دہی کہ ارے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اس نے یہ آواز دہا کہ سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اس وقت  
 انکی آواز درمیان خطبہ سے لوگوں کو تعجب ہوا تھا اور حدیث میں یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہو ففکر۔ قولہ وعندہ مفاع الغیب لایعلیہا  
 الا ہو۔ علم غیب فقط او تعالیٰ ہی کے واسطے ہو فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ان اللہ عندہ علم الساعة الآیۃ۔ اور حضرت صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
 مفاع الغیب پانچ چیز ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے انکو کوئی نہیں جانتا بھر قولہ ان اللہ عندہ علم الساعة تا قولہ علیم خیر۔ پڑھ دی  
 اور سہی رحمہ اللہ نے جو کبار مفسرین میں سے ہیں فرمایا کہ مفاع الغیب کے معنی غیب کے خزانے۔ پھر شیخ نے کہا اور نیز مفاع الغیب  
 میں سے اسکی غایت اذلی ہو جو بحال انبیاء و اولیاء و ملائکہ حکمت قدیم مبذول ہوئی قبل انکے وجود کے اور اسکی ذات و صفات خزانہ قدیم  
 باقی ہیں۔ پھر اس غایت اذلی کے نور سے ان بندوں کے لیے مفتح دہی کہ خزانہ صفات کا کشف ہوتا ہو تاکہ نور قدیم ہی سے خزانہ قدیم  
 کو پہچانیں پس انکے لیے اسرار کمون ظاہر فرماتا ہو جس سے یہ لوگ علوم غیب لاتے ہیں تاکہ بندوں کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کر دینا  
 اور معاملات و حالات کا اونچ نیچ بتا دین۔ اور قولہ تعالیٰ لایعلیہا الا ہو۔ غیب کے خزانہ غامض ہیں اور پانچ ہی میں مختصر نہیں بلکہ پانچ تو  
 ایسے ہیں کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہیں ہوئے اور سوائے انکے سب غیوب مخزون ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بنی معلوم کی شان میں فرمایا کہ آپ سب

جانتے تھے سوائے پانچ چیزوں کے پھر سوائے ان پانچ کے باقی غیوب کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن انہیں جب قدر بندے خالص کو  
تلاوہ جان لیتا ہے پس اولین و آخرین میں سے کوئی نہیں جانتا ان اللہ تعالیٰ جب انکے ظاہر کر دیتا ہے تو جان لیتے ہیں لیکن ان چیزوں  
کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ اور نیز یہ معنی ہیں کہ ان غیوب کے پاسنے کی راہیں کوئی نہیں جانتا اسکا  
اوتعالیٰ کے بس جن بندوں پر فضل ازل رکھا ہے انکو اور انکے بتانے کی راہوں کو وہی پاک سبحانہ پہچانتا ہے کوئی اور نہیں جانتا اور وہ  
طریقہ یہی ہے کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کریں۔ غیر مغایع الغیب میں سے تجلیات لطف و قہر میں پس لطف تو اولیاء پر ہوتا ہے  
کہ از خود فانی ہوتے ہیں اور قہر کی تجلی سے اعدائے کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت و اس کے اندھیرے میں پھنک کر سنت چھوڑ دیتے ہیں  
اور راہ پر نہیں آتے اور نفس و طبیعت کے شر و فساد میں واللہ اعلم کیا تجلی دیکھتے ہیں جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہیں آخر جہنم میں جا  
پڑتے ہیں۔ نیز مغایع الغیب وہ درجات ہیں کہ قلوب کے لیے خزائن مشاہدات اور ارواح کے لیے مکاشفات اور عقول روحانی کے  
لیے معارف اور اسرار کے لیے خزائن علوم ذات صفات ہیں کشادہ ہوتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے لیے معجزات کے خزانے اور اولیاء  
کے لیے کرامات کے خزانے اور مریدوں کے لیے فرشتے کے خزانے کھلتے ہیں۔ جبریری آسمانے قولہ لایعلمہا الاہوین کہا کہ اور جبکہ وہ اپنے کرم سے  
مطلع فراوے رسول و خلیل وغیرہ سے وہ بھی اوتعالیٰ کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے شیخ ابن عطار رحمہ اللہ نے کہا کہ پس آیت سے اہل خیر محبت و  
کھلتی ہے اور شر پر رہے ایمانوں پر فتنہ و خواری کھلتی ہے پھر نیکوں میں سے اولیاء پر کرامت اور اہل اسرار پر سر الغیب اور اہل نیکین پر جذبہ  
کھل جاتا ہے۔ اور نیز انبیاء کی واسطے مکاشفات اور اولیاء کو معائنات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہیں۔ ابو سعید خدری از رحمہ  
لہما کہ اوتعالیٰ اپنے حبیب صلعم پر پہلے تو امر و تنہی سے ادب کھولا پھر مشیت و قدرت سے تمذیب سکھائی پھر قولہ لیس لک من الامر شئی سے تقدیر  
کے اسباب کھولے۔ پھر قولہ و تمثل الیہ بتیلا۔ سے لغیب کو کھولا پس یہ مغایع الغیب میں سے ہیں جو آنحضرت صلعم کے لیے ظاہر میں کشادہ  
ہوئے۔ قولہ و لیعلم مانی البر و البحر۔ یعنی غیب لطف سے نیک بندوں کو پار اتار دیا اور دشمنوں کو دریائے قہر میں غرق کر دیا پس  
اسمین جو حکمت و اسرار غیب ہیں وہی جانتا ہے۔ اور نیز دریا سے عیب اور میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہیں۔ اور ایسے ہی نفوس  
کے پر پٹ میدان میں جو شہوات کے سیڑ پڑے ہیں وہی غیب جانتا ہے۔ قولہ و ما تسقط من ورقۃ الا لیعلمہا ولا جہۃ فی ظلمات الارض الا  
ق سبحانہ تعالیٰ نے اسمین آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر ذرہ ذرہ کو محیط ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث و مخلوق و عالم پر غالب  
ہے کما قال لا یغیب عنہ شقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض۔ مترجم کہتا ہے کہ ہر ایسا نثار جو اللہ تعالیٰ و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام  
پر ایمان لایا قطعاً یقین کرتا ہے کہ اوتعالیٰ عزوجل ہر ذرہ ذرہ سے عالم و آگاہ و خبر دار و سمیع و بصیر ہے اور سخت عجب ہے کہ بعض فلسفی  
بندہ ادبام مانند گرامان یونان کے باطل اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جوئیات کو بروہ جزئی نہیں جانتا اور یہ درحقیقت اسطرح  
علم الہی کی نفی ہے۔ پس اگر اسکو یقین نہیں تو گمراہ ہے اور محققین علمائے الیون کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ رحمہ  
لکھا کہ اس آیت میں تنبیہ ہے کہ ہر خطرہ نفسانی کے وقت اللہ تعالیٰ سے شرم کریں کہ وہ ہر پوشیدہ و ظاہر اور ہر ذرہ ذرہ کا عالم  
خبر ہے۔ اور نیز بیان فرمادیا کہ تمام مقدورات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازلی و ارادہ قدیم  
کے موافق جاری ہیں اور یہ سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہیں جو ہر طرح کے تفسیر زمانی و مکانی سے محفوظ ہیں وہ تو اس عالم سے جو  
تحت زمانہ ہے باہر ہے۔ و قد قال تعالیٰ ولا یطیب ولا یالس الا فی کتاب بین۔ جو مطلب ہے اس کے لطف مبینا ہر سے ہے اور جو تروتازہ ہے

عملہ ہو اور معنی نقص الحق اسے بقول الحق۔ حق بات کو فرمانا ہو یعنی سچا حکم دینا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو تو قرآن وحدیث دایع و قیاس سے جو حکم شرع میں ہو وہ کیونکر ہو تو جواب یہ کہ یہ ابتلاع حکم الہی ہو پس اجماع تو حکم الہی سے حجت ہو کہ امت کا اجماع اگر اسی پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ انکو اپنے حکم پر توفیق کر دیتا ہو اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہو اور یہ نہیں کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام بحث اسکی تفسیر قولہ ان حکم اللہ امر ان لا تعبدوا الا الیہ والایہ کے تحت میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگی۔ پھر حکم دیا کہ قُلْ اِنَّ عَذَابِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ يَا اَهْلَ الْاَرْضِ الْاَوَّلٰی وَ الْاٰخِرٰی وَ بَلٰی لَکُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے ہتھارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اس میں طور فیصلہ پورا ہو جاتا کہ میں تمکو در فراست پر وہ عذاب جلدی پھر نازل کر دیتا اور آرام میں ہو جاتا و لیکن چونکہ میرے پاس دوسرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں تو واللہ اَحْکَمُ بِالْظٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے آگاہ ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بات کہ ظالموں کو عذاب کرے گا۔ اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکوں و منکرون کا عذاب دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار پاکر عذاب میں تعجل نہیں فرمائی چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب میں تعجل نہیں فرمائی آپ نے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی پہونچی اور سب سے زیادہ سختی یوم البقیع کی مجھکو پہونچی جبکہ میں نے عید یابیل بن عبد کلال پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اسنے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس میں غمناک چلا (اور راہ میں مشرکوں کے اشارہ سے علاموں و لوگوں کے پتھر مارے اور سحر و جادو کیا یہاں تک کہ آپ بہت زخمی ہو گئے۔ پھر مجھے افاقہ حاصل ہوا یہاں تک کہ میں قرن الثعالب میں پہونچا پھر میں نے سر اٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارہ ابر مجھ پر سایہ کیے ہو میں نے دیکھا تو اسمین جبرئیل نظر آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے سنا جو آپ کی قوم نے آپ کو جواب دیا اور پہاڑوں کے موکل فرشتہ کہ آپ باس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق میں چاہیے اسکو حکم دیجیے پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپ کی قوم نے جو آپ کو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور پروردگار تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ انکے حق میں چاہیں مجھے حکم کریں پس اگر آپ چاہیں تو ان میں سے ایسے لوگ چننا کہ دو وزن ہاڑوں کے دو وزن ہاڑوں کے فرشتہ نے مجھے اسکا حکم دیا کہ انکو عذاب کر دوں پس آپ نے انکے حق میں درنگی چاہی۔ واللہ اعلم۔ وَعِندَکَ مَقَاقِیْہُ الْغَیْبِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں مَقَاقِیْہُ الْغَیْبِ یعنی خزان غیب یا وہ راہیں جسے غیب تک پہونچ ہو۔ پس اگر مَفَاحِجِ جَمْعِ مَفْعِ بَفَعِ سم ہو تو وہ مخزن ہو پس تفسیر اول ہوگی اور امور غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہو اور یہی ابن جریر رحمہ اللہ نے سہی رحم سے روایت کیا ہے۔ اور اگر جمع مَفْعِ بَفَعِ سم ہو تو وہ کنجی ہو یعنی غیب کی کنجیاں پس استعارہ کے طور پر جن راہوں سے وصول ہوا امور غیب ہو انکو کنجیاں اور امور غیب کو محازن قرار دیا







لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ رَقَةٍ إِلَّا

اُنکو نہیں جانتا اُسکے سواے اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں اور نہیں جسٹہ کوئی بات جو وہ

يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ

نہیں جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ ہر اور نہ سوکھا جو نہیں کھلی کتاب میں

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أُعْبِدَ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَمَا دَعَا سَوَاءٌ إِلَهُكُمْ

کہے بنکومت نے معبود جانا ہے میں ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ اس میں دلالت ہے کہ دعائے

عبادت ہے پس سوائے خداے تعالیٰ کے کسی کی دہائی نہیں اور نہ ہنگی کی راہ سے بچار اور یہ بھی ایسی چیز سے ہے جو کفر ہے چنانچہ

فرمایا۔ قُلْ لَا اتَّبِعْ أَهْوَاءَ كَثِيرٍ مِّنْهُمْ يَهْدُونَ كُفْرًا بِغَايَةِ عَمَلِهِمْ وَإِنَّ رَبَّيَ لَذُو فَضْلٍ

کرنے میں۔ قَدْ ضَلُّتُمْ إِذْ أَخَذْتُمْ إِلَهَ إِيْسَى صُورَتِ مِثْلِهِمْ لَعَنَ الْكُفْرَ بِغَايَةِ عَمَلِهِمْ وَإِنَّ رَبَّيَ لَذُو فَضْلٍ

عبادت کروں۔ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ اور راہ یافتہ لوگوں میں نہ رہا۔ حاصل آنکہ تم اس سے مایوس رہو کہ میں تمہارے

گمراہے ہوئے معبودوں کی پرستش کروں پس اس جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ مجھ کو اس پر ثبات و استمرار اور اہل تحقیق بخوی و بیانی علماء کے

نزدیک جملہ فعلیہ پر اسمیہ کا عطف بغرض پسندیدہ جائز ہے بلکہ تسخیر ہے۔ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي كَمَا دَعَا

رب کی طرف سے مبنی پر ہوں۔ تفسیر مبنی میں بعض نے کہا کہ مبنی یعنی ثقہ ہے یعنی وفوق پر ہوں قالہ ابو عمران الجونی رحمہ اور بعض

نے کہا کہ مبنی برہان ہے جو مفید یقین ہے یعنی ایسے برہان واضح پر ہوں جس سے یقین توحید حاصل ہے اور معنی میں دو وزن قول متحد ہیں اور

مفسر سیوطی رحمہ نے کہا کہ مبنی اے بیان۔ اور وہ معنی وضوح و ظہور ہے پس شاید کہ وجہ یہ ہو کہ برہان و دلیل کے مقابلہ میں تکیب نہیں آتی

اور شاید معنی بصیرت ہو یعنی میں اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت و یقین پر ہوں تم لوگوں کی طرح ہو اے نفسانی و شک میں نہیں ہوں

وَكُنْتُ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي قَالَ لَمْ يَكُنْ لَكَ حُجَّةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي كَمَا دَعَا

توحید پر اور حال یہ ہو کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا اس خبیثیت سے کہ تم نے اس سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ معنی حال یہ کہ تم نے

اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب ثواب نہیں مانتے ہو۔ مَا عِنْدِي مَّا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ جِئْتُكُمْ مِنْ رَبِّي بِالْبَيِّنَاتِ

کہتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈر سنانے والا ہوں اور عذاب و غیرہ لانے کا مختار

نہیں ہوں۔ یہ بھی مشرکوں کی جمالت تھی اور قولہ تعالیٰ وَلَنَذِقَنَّ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ وَلَنَذِقَنَّ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ

اکبر تو آخر میں بحسب مشیت و تقدیر ہے اور پہلے تو جھوٹا عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ قحط و غیرہ و قتل بدر سے معذب ہوئے۔ ظاہر یہ کہ عذاب

مطلقاً بیان مراد ہے خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو۔ اور آیت میں حضرت ماری تعالیٰ عزوجل کی تفرید ہے کہ کسی مخلوق حادث کو اس کی

درگاہ کبریائی میں دم مارنے کی مجال نہیں جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ نَحْمَدُہُ وَنُؤْتِیْہِ السَّلَامَ وَنُؤْتِیْہِ السَّلَامَ وَنُؤْتِیْہِ السَّلَامَ

خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عزوجل وحدہ لا شریک کا حکم ہے۔ یَقْضِیْهِ الْقَضَاءُ الْحَقُّ وَہُوَ فَعْلُهُ

یعنی حق و باطل میں جدائی کرتا خواہ ہدایت و بیان ہو یا عذاب و ہلاک کفار ہو یا اور کسی طرح ہو اس کو وہی پاک پروردگار کرتا ہے۔ وَہُوَ

خَيْرُ الْفَاعِلِیْنَ اور وہی بہتر حاکمین ہے۔ اور مفسر وغیرہ نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قرآنہ میں یقین بشہید صادق

خیر الفاعلین اور وہی بہتر حاکمین ہے۔ اور مفسر وغیرہ نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قرآنہ میں یقین بشہید صادق

خیر الفاعلین اور وہی بہتر حاکمین ہے۔ اور مفسر وغیرہ نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قرآنہ میں یقین بشہید صادق

کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اسوجہ سے کہ واردات و حالات سے انکو ان دونوں وقتوں میں سکون ہوتا ہو پس اس سے انکے سینہ تنگ ہوتے ہیں اور اس بیداری سے جو غیبت ہو چاہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اسی استغراق کی طرف جو حضور ہی پھیرے جاویں۔ تو نہیں دیکھتا کہ یریدون وجہ۔ فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہو کیونکہ وہ تحقیق کے وصف سے موصوف ہیں اس واسطے کہ کمال تو ہر نفس میں مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف جلا آتا ہو کیونکہ وہ ان ظہور انوار آفاق قدم اور برق بطون ازل سے اور کشف غیوب ابد سے ایک مقام نکرت کا ہو جسکے عمل سے وہ عاجز ہیں پس درحقیقت وہ نکرت سے معرفت کی طرف قرار کرتے ہیں اور سطوات و سبحات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہیں کیونکہ دیدار انوار ذات مقام نکرت ہو تو نہیں دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہو وہ ذات جسے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہیں دی سوائے اسکے کہ اسکی معرفت سے عاجزی بیان کیا جائے اور بعضے عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہو اسنے کہا یہی کہ ہدایت کی طرف رجوع کیا جاوے۔ پھر اقلعے سبحانہ نے مخصوص کر دیا کہ ان لوگوں کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہو اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی بنجلہ اسکے فاض صفات کے ہیں جنہیں نشانیہ ہو اور وہ اسکے جلال و جمال کا معدن ہو اور نور وجہ کریم سے عاشقون و مشتاقون و محبون کے واسطے تجلی فرماتا ہو اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہے مترجم کرتا ہو کہ یہ نفس ذات سے تعبیر ہو کر اسکے طو مراتب صفات سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہو اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہو اور جو اولیاء کہ مرتبہ عشق میں ہیں وہ عارفین و موحیدین کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے سمندر میں چند قطرات ہوتے ہیں۔ قال المترجم جسم اذاب واذکا بعد حصول معرفت کے حقیقی بحیثیت ربوبیت ہیں کیونکہ بزرہ جسکی عبادت کرتا ہو اسکا عارف نہیں پس درحقیقت رب پاک کی عبادت نہیں واقع ہوتی مگر اسی وقت کہ قوت ربوبیت بقرب نوافل حاصل ہونے کے بعد عبادت کرے تب وہ صفات کے مناسب فی الجملہ عبادت ہو اگرچہ معرفت توحید حاصل ہو کیونکہ نکرت سے خلاص بیان گویا محال ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی یریدون وجہ فرمایا یعنی یریدون اللہ۔ کیونکہ اسم اللہ۔ عین الکل و عین الجمع ہو اور نیز انکو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا۔ اور وجہ او تعالیٰ پاک ہو اشارہ تشبیہ و تعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہیں اور نہ معنی اسکے خلاف زبان ہیں بلکہ صفت خاصہ ہو اور ہم پاک کے تحت میں منع و بصر و کلام و جملہ صفات مندرج ہیں اور جمیع صفات کا اس سے تعلق ہو پس مراد وجہ سے عین الکل ہو یعنی اسکی ذات پاک و صفات پاکیزہ سب مراد ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ قولہ کل شیء لاک الا وجہ۔ کے معنی یہ کہ سوائے اسکے نفس پاک کے یعنی اسکے عین کے اور نیز فرمایا۔ وبقی وجہ ربک ذو الجلال والاكرام۔ یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات و صفات باقی ہیں جیسی ہیں ویسی ہی رہیں گی۔ اور یہی قول ظاہری تفسیر والوں کا ہے پس جب یہ بات ہو تو یہ لوگ جنکا آیت میں ذکر ہو یریدون وجہ سے وہ جمیع ذات و صفات کو محبت و شوق چاہتے و ارادہ کرتے تھے۔ پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ او تعالیٰ انکو اپنی ذات پاک کی معرفت اسطرح عطا کرے کہ انکے دلوں کو تجلی حاصل ہو اور یہ مقام ہو کہ او تعالیٰ نے فقط اپنے خالص ہی بندوں کو عطا کیا ہو۔ بیان مرید کا کہ ارادت کیونکر ہو پس ابو یوسف نہر جوہری رحم سے پوچھا گیا کہ مرید کون ہو فرمایا کہ اسکی صفت وہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمائی۔ بقولہ ولا تظروا الذین یدعون ربهم۔ یعنی ہمیشہ بادیہین رہیں اور خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کریں ایسے مریدوں کے حق میں مشائخ کو چاہیے کہ انہر ہر بانی رکھیں اور جو لغزش اسنے سرزد ہو اسکو عفو کریں۔ بعض نے کہا کہ قولہ یدعون ربهم۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اوپر اعتماد کرتے اور شوق سے اسی کو پکارتے اور کوئی چیز انکو مشغول نہیں کرتی ہو کوئی رودکنے والا نہیں روکتا ہر حال میں اسکی خدمت کے دروازہ پر بندگی



سے قائم ہیں اور ہر دم زیادہ برکت کے منتظر ہیں۔ ثم قال الشيخ اور مجھے یہاں ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح و شام سے یہ اشارہ کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہیں یعنی ہر وقت یا دین بدوں فتور ہیں اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت انکو حضور پر تو دلالت الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا میں کبھی مشغول نہیں۔ لکن قال رجال لا تلبسہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ و اتام الصلوۃ الآتہ - مترجم کہتا ہے لیکن تجارت وغیرہ امور معاش و کسب حلال بجالاتے ہیں مگر سب آخرت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے۔ قال الشيخ اور اس میں ایک اور لطیفہ ہے کہ انکو دوا می حضور سے وصف کیا مگر صبح و شام کا ذکر کیا تاکہ وہ از و کفایت انہیں احکام شرعی ظاہری پر رہے کہ فی الجہت نفس حاصل کرین اور یہ کمال شفقت ہے تاکہ ارادہ محبت میں جل نہ جاویں اور ارادت کی تیزی سے فانی نہ جاویں۔ بعض نے کہا کہ یہی حالت ہو گئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عقبی کی طلب بلکہ فقط مولیٰ کی یاد رہ گئی تو جب وہ لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کے واسطے تجرید و تفریہ میں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انکی پرداخت میں خود کلام فرمایا۔ یعنی مست مطرود کرائی آخرہ۔ قولہ و کذلک نقنا لبعضہم بعض۔ فقیر خالص جب اللہ تعالیٰ کے احسان سے منور ہو کر جلال و معرفت و ہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہے کیونکہ اسے چہرہ سے ظہور نور جلال ہی اور ایک عالم اس پیار سے اسکے پاس آتا ہے اور آیات الہی اس پر جاری ہوتے ہیں پس کرامات و آیات کا اس سے ظہور ہوتا ہے لیکن دنیا کے مغرور و متکبر و مکار اُن سے جلتے ہیں کچھ نظر حقارت سے دیکھتے اور کچھ انکی بی ویرانی کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو انکی طرف سے اپنی طرف پھیر لارہیں چنانچہ ان پاک بندوں سے مغرورون نے ٹھٹھول و مذاق کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہیں۔ اہل لاہ من اللہ من مینا۔ یعنی ہم ایسے اور ایسے ہیں اور یہ کیا چیز ہیں پس اللہ تعالیٰ نے انکو غوار کرنے کو جواب فرمایا۔ بقولہ ایس اللہ با علم بالناکرین۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے جو انام معرفت و درجات کا انپر کیا اسکے شکر میں وہ اپنی جان و مال کو اخلاص سے فدا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ اسکے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے ناشکرے مشرک کافر فاسق فاجر ہیں انکو بھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ میں چند نکات ہیں از انجملہ انکہ فقیر کا فتنہ یہ ہے کہ غنی سے اُسکو طمع ہو۔ اور فتنہ تو نگراں یہ کہ فقیر سے بغض رکھتا ہو۔ اور از انجملہ غیرت حق تعالیٰ ہے کہ بغض کہ بعض سے مشغول کیا تاکہ کوئی غیر پر مطلع نہ ہو اور قولہ تعالیٰ ایس اللہ با علم بالناکرین۔ یعنی ایسے شاکر بندوں کو جو راہ حق میں اپنے نفس کی طرف اور غرق کی طرف ایک دم نہیں دیکھتے ہیں۔ پھر بن حارث نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دنیا و دنیا غنی کی طرف سے لغو کر کے اس سے رنجیدہ ہو اور فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو دوا جب ہی اُسکو اذانہ کرے یا دیوے اور احسان رکھے اور بغض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوں۔ قولہ تعالیٰ و اذا جازک الذین تا قولہ سلام علیکم۔ مقام وسیلہ میں آنحضرت صلعم کے والہ کیا اور اگر مقام شاہدہ ہو تا تو قولہ سلام قول ابن رب رحم۔ جو غور سے دیکھ کہ کیونکر گنہگاروں کو اپنی طرف رجوع لانے کہ فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ انکو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچاویں کیونکہ انھوں نے میدان قبرین امتحان کی شفقت اٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد انکو اپنی درگاہ میں رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبر کی زبان سے انکو سلام پہنچایا اور خود انکی مواسات کی۔ قال کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ ازل میں انکو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ اسنے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اُسکی رحمت ازل تو اصل ثابت ہے اور معصیت اسکی طوفان ہر سے اسکے اقبال کی راہ میں عارض ہی پھر جب وہ اپنے معدن کی طرف پہنچ گئے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ انکو محبت ازل سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اسکو واجب کرتی ہے کہ ان بندوں کو اُنکے خالق پاک کے شاہدہ کی طرف جو رحمت کہہ رہی ہے پہنچا دے

اور مجھ کو اپنے ثبوت میں اختیار نہیں ہے۔ قولہ ان امیج الامیجی الی سب جو حکم ہوا اسی کا عامل ہوں۔ قولہ قل ایل یستوی الاعمی والبعیر  
جو میری طرف نظر سے اندھا ہے اور مجھ میں فانی ہو کر میری ہی آنکھوں سے بینا ہو دونوں برابر نہیں ہو سکتے تھو کچھ غور و فکر نہیں ہے  
اور اس میں معصیۃ علیہ السلام کا وصف کمال ہے کہ عین تجرید و تفرید میں اتانیت سے کچھ بھی نہ ملتی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا  
وصف ہے کہ عرش سے اتنا مخلوق تک ہر ذرہ کے بینا تھے اور کیا اشارہ ہے کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ۔ بالجملہ جو قدم سے بینا  
پیدا ہوا وہ دائمی اندھے کے اندر نہیں مگر بقا قدم سے اتانیت کا وجود نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ اندھا رہے جس کو راہ ۴ ایت نہ سمجھ  
اور بینا وہ ہے جو خالق عز و جل کی سنت دیکھے اور عبارت میں قائم ہو پھر لامست کی کہ اندھے ان دونوں باتوں کے فرق کو نہیں دیکھتے  
استثنا و رحمۃ اللہ نے کہا کہ ذرا تاریکی کیسا نہیں اور کفر و وحید ہرگز کیسا نہیں ہیں۔ قولہ و اندر بہ الذین یخافون الخ اس کی ستر  
کی راہ نہایت واضح و مستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہے اور راہ شیعہ کمال لطیف و رحمت سے بہت آسان و وسیع کر دی  
کہ معرفت تک پہنچائی ہے اور تاریکی کی معرفت کی اسوجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہے اور راحت کبریا پر خیمہ عزت سے حجاب  
ہے پس یہ تو ممکن نہیں کہ حدیث کو اسکے کہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدیث کو اس سے وصول ہی نہیں جب تک کہ راہ قدیم  
میں حدیث کو فنا نہ ہو اور یہ اپنے کلام قدیم میں بیان کر دیا اور اشارہ ہے کہ میں نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ ظاہر  
کوئی مطالعہ کی مجال نہیں رکھتی اور یہ فعل ہے کہ فنا ہونے کی راہ کو میری کتاب و خطاب سے حاصل کرین اگرچہ وجود کی حقیقت پھید  
کو نہیں پہنچ سکتے ہیں مگر انھیں کو کار آمد ہے جو اس امر سے فہم کرین کہ قطع کر کے مطرود نہ کیے جاویں اور میری تنزیہ جلال کو یقین کرتے  
ہیں کہ کوئی اپنی طاعت سے داخل نہیں ہو سکتا جبکہ علل انانیت اور صفات نفوس سے محذور ہو وہ جانتے ہیں کہ امر نہایت عظیم ہے  
خیالات و فکر سے مبرا و منزہ ہے کیونکہ تنزیہ کی انتہا نہیں اگر تمام غلغلوں کو بعد اقرب ہونے کے مردود کر دے تو پاک بے ہوا ہے اور اگر وہ  
ورسے زمین بلکہ آسمان بھر خلاص لا دین تو بھی محاسبہ سے پاک نہ ہونگے کہ حساب میں دقائق ہیں اور نظر ہائے ہزار کہان تک غیب پر  
پر نوری ہیں اور قولہ لیس لهم من دونہ من ولی ولا شفیع۔ اگر بین انکوا اپنی درگاہ سے روکوں تو واپس لائے گا کوئی متولی نہیں ہو سکتا۔  
قولہ لعلم یحقون۔ اپنے نفس سے پاک ہوں باہین طور کہ میری یاد و ذکر سے انکو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت محبت سے خوف کرین۔ شیخ  
ابو عثمان رحمہ نے کہا کہ اس بارہ میں ارباب معاملات و اصحاب صدق سب کو خوف ہوتا ہے اس چیز سے جو انکو ایمان و توکل و یقین وغیرہ  
الواع عبارات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ خوف انکو مشغول کر لیتا ہے جس سے وہ اپنے افعال کو نہیں دیکھتے اور نہ اُسے لذت اُٹھاتے اور  
ظاہر اعتماد کرتے ہیں۔ اور اسکا اشارہ ظاہر ہے کہ قولہ و اندر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربہم الایہ سے۔ ابو سعید خدری نے فرمایا کہ انکو خوف ہے کہ سوائے میرے  
اور کسی کو میری طرف وسیلہ و شفیع لا دین قال المسترحم تجیہ اشارہ یہ ہے کہ آیت میں فرمایا کہ اس امر سے خوف کرتے ہیں کہ محشر ہوں اپنے پروردگار کی نظر  
اس حال سے کہ انکا کوئی ولی و شفیع نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ من ذا الذی یشفع عنہ الایہ سے کوئی شفاعت نہیں کر سکتا بدون اسکی اجازت کے اور خلاص  
اکابر بندگان حق عز و جل کا یہ حال کہ لایکلون الا من اذن له الرحمن وقال صلا یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق میں سفارش کرینگے  
پس ناچار رضا سے حق عز و جل کے سوائے کوئی وسیلہ نہیں ہے اسی واسطے دعا ہے اذان میں آخر میں کہتے ہیں کہ وارزنا شفاعتہ یوم القیامہ  
یعنی محمد صلعم کی شفاعت بردار قیامت حکم روزی کر دے شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا کہ میں نے استاد ابوہریرہ محمد بن سلیمان رحمہ سے سنا کہ کہتے تھے  
کہ ہم لوگ مخاطب بھائی قرآن نہیں ہیں اور اس سے مخاطب وہی لوگ تھے جسکے وصف میں او قلم نے فرمایا و اندر بہ الذین یخافون الایہ۔ اور فرمایا

ان فی ذلک لدرسی لمن کان له قلب آتید۔ واسطی رح نے قولہ لیس لہم من دوتہ من ولی الآیہ کے اشارہ میں کہا کہ جسکو بادشاہت سے قطع کر دیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہیں ہو اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عزوجل کی طرف راہ پاتا ہو اور قولہ لعلم یحقون۔ کے اشارہ میں کہا کہ اس سے تقویٰ و پرہیزگرن کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بنا دیں۔ اور کہا گیا کہ غوث یہاں علم ہوا اور قولہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ وہی غوث کرتا ہو جو علم جانتا ہو اور جو قلوب کہ جبل میں پہلے ہوئے غافل ہیں وہ غوث نہیں کرتے ہیں۔ قولہ ولا تظروا للذین یدعون ربہم بالغداۃ والہشی۔ نبوت و رسالت کی تخصیص کے بعد اسمین ولایت کی تخصیص ہو اور تصریح فرمائی کہ جیسے نبوت و رسالت محض اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہی و ولایت بھی محض قبولیت ہو کہ بندہ کو برگزیدہ کر لیا کسی سبب سے اسکا تعلق نہیں ہو اور جیسے اولیائے کے محبوب انبیاء و رسل علیہم السلام ہیں ایسے ہی اولیاء رحمہم اللہ بھی محبوب ہیں اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہو۔ اور صریح اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مصطفیٰ رسول کر لیا بدون اس کے کہ آپ کے اصحاب یا جن و انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ دخل ہو اسی طرح آپ کے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس اصطفائیہ میں کوئی علت ہو کما یدل علیہ قولہ باعلیک من حاجہم من شئی وامن حاجہک علیہم من شئی۔ جیسے ازل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سبقت اختصاص نبوت و رسالت ہو اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں سبقت عنایت ولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ انکو یہ اہلیت و صلاحیت حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے رکھیں اور اگر یہ عنایت ازلی نہوتی تو ان لوگوں کا حال بھی دیگر کفار و مشرکین اعداء کے مانند ہوتا۔ لیکن فضل فقط اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہو جسکو چاہتا ہو دیدیتا ہو پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا۔ کما قال تعالیٰ ہوالذی ایدک بنصرہ و بالموئین۔ اور جب مومنین کا شرف اس مرتبہ کو پہونچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ انکی مراعات رکھیں اور انکے حال و تربیت کی رعایت کریں اور انھیں کے واسطے ایک گونہ تغلیظ سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تظروا للذین یدعون ربہم بالغداۃ۔ اسے مت منع کر ان لوگوں کو اپنی صحبت سے ایک لمحہ بھی بسبب اپنی حرص کے یہود و ناکاروں کے مسلمان ہوجانے کی طرف کیونکہ ہدایت تو میری مشیت پر ہو اور تو نہیں یہ کر سکتا کہ جسکو چاہے اپنے رشتہ داروں میں سے ہدایت کر دے انک لا تہدی من اجبت و لکن اللہ یدہی من یشاء۔ ہدایت جسکو چاہتا ہو دیتا ہو ازراخلہ یہ محتاج فقیر مانند بلال و صہیب و سلمان و عمار و حذیفہ و مقداد وغیرہ کے ہیں جو ہر صبح و شام کو اللہ کے شوق جمال اور شوق لقاء میں اسکو بکارتے اور یاد کرتے ہیں اور یہی معنی قولہ یریدون وجہہ۔ کے ہیں۔ اور صبح و شام کی تخصیص اسوجہ سے کہ صبح کو تازیکی کے دامن مرفیع ہو کر ظہور نور روز ہوتا ہو اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہو اور وہاں ظہور تجلی قدرت و جلال عظمت ہو اور اسمین ایک ایسی گھڑی ہوتی ہو جس میں دعا قبول ہوتی ہو۔ اور نیز صبح صفات کی تجلی انکے قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال میں فنا ہونے کی حالت سے دعا کرتے ہیں اور یہ تجلی ہر سالس کے وقت عارف کو ہوتی ہو کہ ہر سالس پر صبح مشاہدہ ظہور کبریت ہو اور دعا سے زیادت محبت و شوق و قرب مشاہدہ چاہتے ہیں۔ اور قلب پر ہر شام احوال بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہو تو دعا کرتے ہیں کیونکہ ظہور عظمت و کبریا میں فنا ہو اور ہر نفس عارف میں ایک حال ایسا اور شب وصال ہو۔ کہ یا ہر دم میں وہ لوگ بقا و دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد انکی یہ تھی کہ وجہ ذوالجلال والا کرام میں فنا ہوجاویں۔ اور نیز ان دونوں وقتوں میں دعا

ان لوگوں کے نزدیک دیتے ہوئے ہلکے پس نازل ہوا ولا تظروا للدين يدعون ربهم الاية۔ رواہ الحاکم وقال صحيح علی شرط الشيخين ورواہ ابن حبان فی صحيحہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں نے یہ بات چاہی تھی کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے آنحضرت صلیعہ وسلم کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکوں سے روک دو کہ انذار فرما دین اور ان پاک غریبوں کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نادم ہوں اور حضرت صلیعہ وسلم کو محدود سمجھیں فافهم واللہ اعلم۔ پھر واضح رہے کہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں صحیح ہوا کہ ہلکے حکم کے ہر آدمی کے اسکے درجہ پر رکھیں اور معنی یہ ہیں کہ شرع میں جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیتا ہو ویسا ہی اسکا اکرام کریں اور اس زمانہ میں لوگوں نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری تکلیف و تعظیم سب دنیا کے لحاظ سے ہو۔ جیسے خادموں کے دون میں مخدوموں کی اور اولیاء و نیک بندوں کی تعظیم میں بعضے تو افراط کرتے ہیں اور بعضے تقریب کرتے ہیں اور یہ سب باتیں مشعر ہیں کہ درایمان سے بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ادب و صلاحیت و توفیق عطا فرماوے اور واضح رہے کہ اسلام جو کمال بزرگی پر اول میں غریبوں کو نصیب ہوا اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ آخر زمانہ میں پھر غریبوں ہی میں رہے گا وگناہنا غریب مسلمانوں کو مبارکباد ہو اور غریب وہ ہیں جو فساد و بگاڑ کے وقت میں آنحضرت صلیعہ وسلم کی سنت پر قائم ہوں چنانچہ حدیث میں خود تفسیر آئی ہے۔ واضح ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور کبرکش بھی جابستے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبوں کو پاس نہ بٹھا دین جیسے ہمارے زمانہ میں مغرور مالداروں کو یہ عار ہے کہ غریب قوموں و پیشہ وروں کے برابر کھڑے ہو کر مسجد میں نماز پڑھیں اور نہ وعظ سنیں حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ جسکے دل میں رائی برابر غرور و تکبر ہو گا وہ جنت میں نہ جائیگا۔ علمائے کبار نے کہا کہ یہ معنی ہیں کہ بدون دوزخ میں فواری و عذاب پائے ہوئے جنت میں داخل نہ ہو گا بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تکبر کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہے پس یہ فقہاء اس سے بجا اور تمام عظمت و کبریائی فقط جناب باری تعالیٰ ہی کے واسطے یقین جانو۔ فرمایا۔ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ اور پھر ان ہی اسم نے بعض کو بعض سے فتنہ میں ڈالا ہوا۔ یعنی جیسے یہاں یہ لوگ مبتلا ہوئے ایسے ہم نے امتحان میں ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے انکو ذلیل قوم کہلانے والوں سے اور جنکو تو نگریا انکو فقیر لوگوں سے مقابلہ کر کے امتحان کیا اس طرح ہم نے گمراہ قوم کہلانے والوں اور فقروں کو ایمان لانے کی ہدایت میں مقدم کر دیا۔ لَقَدْ قُولُوا أَهْوََاءَ مِنَّا إِلَهُةٌ عَلَيْهِمْ مَبْنِيْنَ کہ کہیں کہ کیا یہی کیسے ہیں کہ ہمارے پیچ میں سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پر احسان کیا ہے یعنی اسکا نتیجہ یہ کہ جو شریف کہلائے وہ تو گمراہین وہ کفر و انکار سے کہنے لگے کہ کیا یہی فقیر و ذلیل وہ ہیں جبر اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان میں سے احسان کیا باہین طور کہ اس ایمان کی جو بڑی بزرگ چیز ہو انکو ہدایت دیدے اور مطلب اس قبل کفار کا یہ کہ یہ بات جنکو یہ فقیر و ذلیل لوگ پائے ہیں اگر عمدہ بات و ہدایت ہوتی تو ہم سے ان لوگوں کو سبقت نہوتی یعنی ہم اسکے مستحق تھے ہلکولتی اور ہمارے مقابلہ میں انکی رائے کچھ نہیں ہے پہلے ہم اسکو اختیار کرتے حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ ایمان و ہدایت کچھ دنیا کے تکبر و غرور نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان جاپوں بیوقوفوں کو روک دیا بقولہ۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّكِرِیْنَ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ فوج جانتا ہے ان بندوں کو جو شکر گزاری کرنے والے ہیں۔ پس انکو ہدایت دیدی اور استفہام کے یہ معنی کہ ان اولیاء نے جل جلالہ پاک ایسا ہی علیم و خیر ہے اسنے ہر شکر گزار بندے کو ہدایت دی اور ہر مغرور و متکبر دوزخ کے کندھے کو دوزخ کے اندر فوار ہونے کے واسطے چھوڑ دیا و لغو ذالک من الکفر والضللال ولسالہ الہدایۃ و ہوا علی المتعال۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں کو رنگ کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ تمھارے دلوں کو اور تمھارے کانوں کو دیکھتا ہے۔ رواہ مسلم۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے علو مذہب سے



مرسل روایت کی کہ علی بن ربیعہ و شبیبہ بن ربیعہ و مطعم بن عدی و حارث بن نوفل و قرطہ بن عمرو بن نوفل اور چند اشراف بنی عبد مناف کافروں کے ساتھ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تیرے بھائی کا بیٹا تمہاری صحبت سے ایسے لوگوں کو جو ہمارے آقا کے ہوئے اور جسے قسم سے عہد و پیمان باندھ ہوئے ہیں دور کرے کیونکہ یہ لوگ تو ہمارے غلام آزاد کیے ہوئے ہیں تو البتہ ہمارے دن میں وقت ہو اور شاید ہم اسکی تقدیر و اتباع کریں پس ابوطالب نے اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کاش آپ ایسا کریں دیکھیں تو وہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہیں اور اپنے قول میں کہہ کر جاتے ہیں تو اللہ عزوجل نے نازل فرمایا قوله و انذر بہ الذین یخافون ان یحشروا الی ربهم ماحولہ بالثاکرین اور کہا کہ یہ کمزور محتاج مسلمان بلال و عمار بن یاسر و سالم مولیٰ حضرت علیہ و صلیح مولاے اسید اور خلفاء میں سے ابن مسعود و مقداد بن عمرو و مسعود و واقعہ بن عبد اللہ و عمر بن عبد عمرو اور ذوالشمالین اور یزید بن ابی یزید وغیرہ خلفاء تھے پھر قریش کے مٹھ کا کافروں و مولیٰ و خلفاء کے حق میں نازل ہوا قوله و کذلک فتننا بعضهم ببعضہم الا یہ - پھر جب یہ آیت اتری تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قول سے عذر کیا تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا - **وَ اِذَا جَاءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِآیَاتِنَا** اور جب آویں تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ہماری آیات پر - **فَقُلْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ** تو کہہ دے اُنسے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ہو تم پر - یعنی سلام سے الکا اکرام کہہ اور انکو یہ خبر دے کہ **کَلِمَاتٌ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمٰنِ** اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو مقدم کر لیا ہے اور وہ یہ کہ **اَنَا مِّنْ عَمَلٍ مِّنْکُمْ سَوِّیٌّ** اے اللہ تعالیٰ تو کہہ دے کہ میں ان سے برابر ہوں اور ایک قرآن میں **اِنَّ بِالْکِسْرِ یَلِیْنِ شَانَ** یہ ہے المعنی جسے تم میں سے کوئی بڑی بات کی بسبب آنکہ اسوقت اسکو جانتا نہ تھا - **تَوَّابٌ** مِّنْ بَعْدِ **یَعْلَمُ** پھر جمع کیا اس سے بعد کرنے کے یا بعد جاننے کے - **وَ اَصْلَحْ** اور نیک کام کے **فَاَن یَّخْشَوْاْ حَیْثُ** تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے غفور رحیم ہے - ایک قرارہ میں **فَاَن یَّفِیْحَ** ان سے لینے تو اسکے واسطے مغفرت الہی ہے لینے وہ غفور و معاف ہے - **اَلْجَمَالَ یَفِیْحُ** اول قرآنہ مشہور ہے - اور بعض سلف نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے اور عکرمہ رحم نے کہا کہ دنیا سب کی سب جہالت ہے اور ابوہریرہ رحم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اس میں ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھتیگی - رواہ البخاری و مسلم وغیرہما - **وَ کَذٰلِکَ اٰیٰتِہٖ** اے کما بیانا مذکور کذاک - **نَفِیْصٌ** الایات جیسے ہم نے مذکورہ بالا بیان واضح کر دیا ایسے ہی ہم مفصل بیان کرتے ہیں آیت کو - یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہو جاوے کہ اس پر عمل کیا جاوے - **وَلٰ یَسْتَسْبِیْطُوْا سَبِیْلَ الْمَکْرُحِیْنَ** اور تاکہ کھل جاوے راہ مجرموں کی - جس سے اجتناب کیا جاوے - پس تبتیین کے اول تا نو فانیہ اور سبیل کو رفع ہو بنا بر آنکہ مونث معنوی ہے اور حمزہ و کسائی کی قرآنہ میں تبتیین یا تختانیہ ہو بنا بر آنکہ سبیل مذکور ہے اور دونوں طرح استعمال ہو اور نافع کے قرآنہ میں تبتیین بالتاء الفوقیہ اور سبیل کو نصب ہے پس خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے جو معنی آنکہ کھلا جان لے تو مجرموں کی راہ کو - **فَنَفِیْ** فی العرائس قوله قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ - تنزیہ نبوت ہے کہ علم غیب کھلنے میں تکلف نہیں کیا - قوله ولا اعلم الغیب - اس میں اظہار تواضع ہے کہ میں انسان ہوں اگرچہ تمام مخلوق الہی سے فواہ فرشتہ ہوں یا کوئی اور ہو سب سے افضل و افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن بارگاہ الہی کی عظمت و جبروت کے سامنے یوں ہی خضوع و خضوع میں ہیں - قوله ولا اقول لکم انی ملک -

نے ایک برگزیدہ خالص بندے کو حکم کر کے (مہر وحی بھیجی اور اس کو اس استعداد سے سرفراز کیا اسنے وحی لیکر بندوں کو پہنچا دی اور اسی کے موافق عمل کیا۔ واضح ہو کہ یہاں سے جو بعض لوگوں نے یہ نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتہ افضل ہیں تو یہ محض بے بنیاد بات ہو اس آیت سے یہ کچھ بھی نہیں نکلتا ہر بلکہ آنحضرت صلیع کو یہ حکم دیا کہ کہے کہ میں فرشتہ نہیں ہوں اس سے یہ مطلب نہیں کہ میں ایسا بزرگ نہیں ہوں جیسے فرشتہ ہوتا ہو بلکہ مطلب تو صرف اتنا ہے کہ اسے مشرک تم جو مجھے آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے نام کام کرنے کو کہتے ہو جن کاموں کے کرنے کی استعداد فرشتوں میں رکھی گئی ہو تو میں فرشتہ نہیں جو ایسے کام کر دین پس اس میں لائقہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہیں ہے ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی طورت بن جاتے ہیں اور پھر ہوا کے مانند نظر نہیں آتے تو آدمی سے افضل ہو جاوین جو ایسا نہیں کر سکتا ہو فافہم۔ اور سر جس نے پارہ اول میں فی الجملہ بیان کر دیا ہے اور زیادہ اسکی حجت نہیں کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ درواقع انبیاء افضل ہیں لائقہ سے کیونکہ دین میں اسکا کوئی فائدہ متعلق نہیں ہو پس اس بحث میں پڑنا بے فائدہ ہے۔ **قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ** یعنی مومن اور یہ استقام انکاری ہو یعنی کہہ دے کہ بھلا کینیں اندھا اور بینا برابر ہوتے ہیں دو زن یکساں نہیں۔ **أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ** کیا تم اس میں فکر وغور نہیں کرتے تاکہ سمجھ کر تم بھی مومن ہو جاؤ۔ پھر آنحضرت صلیع کو حکم دیا کہ **وَأَنذِرْ مَن آذَنَ** اس قرآن سے **فَنـ** اور انداز ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہیں جسکے ساتھ ڈرنا بھی ہووے۔ **الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنِ يَحْشُرَ وَالِي دَارِهِمْ** ان لوگوں کو جو خوف کرتے ہیں کہ محشر کیے جاوین اسے پروردگار کی طرف ایسے حال میں کہ **لَيْسَ لَهُمْ مَن دُونَهُمْ** انکے لیے نہوائے اللہ تعالیٰ کے **وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ** کوئی ولی جو انکی یاری کرے اور نہ سفارشچی کہ انکی شفاعت کرے۔ لعلی **يَتَّقُونَ** تاکہ تقویٰ کریں **فَنـ** یعنی اس ڈرنا سے انکے حق میں امید کر کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کر لین باین طور کہ جس حال معاشی میں ہیں ان گناہوں سے الگ ہو جاوین اور فراموشی نہ کریں لیکن یہ مفسر نے لکھا کہ الدین مذکور سے مراد ایسے مومن ہیں جو گنہگار ہوں۔ حاصل اسکا کہ ابتدائے حالت میں بسبب اسکے کہ حالات و افعال زیادہ جاہلیت سے نفوس کو مشغول ہو گئی تھی تو دل میں ایمان آجانے کے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتوں کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب و مفلس مسلمانوں سے بیزاری کرنا اور انکو حقیر جانا وغیرہ امور جو خلاف تقویٰ ہیں پس انکو انداز کرنے کا حکم دیا کہ ان باتوں سے تقویٰ کریں اور اس صورت میں بخافون کے معنی یہ ہیں کہ محشر کا یقین کر کے خوفناک ہیں۔ پس انداز کا حکم آنحضرت صلیع کو اگر چہ عموماً ہے لیکن ان لوگوں کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انداز انکو نافع ہو بخلاف ان لوگوں کے جو محشر کے سنکر و کافر ہیں کہ انکو واقعات محشر سے کچھ خوف نہ ہوگا۔ اور بعض نے کہا کہ علی ہذا انداز میں بعضے وہ مشرک بھی داخل ہونگے جو محشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ اسلام و توحید پر کامل ایمان نہیں لائے ہیں اور ظاہر یہ ہو کہ یہ اعلام عام ہے یعنی آپ کا انداز ان لوگوں کے واسطے نافع ہو جہاں دلی فہم سے سرفراز ہوتے ہیں کہ وہ سمجھ جاویں گے جیسے کہتے ہیں کہ تم انکو یہ نصیحت کرو جو نیکخت اپنا انجام دیکھنے والے ہیں۔ قال فی التبارک جب غیر متیقن کو انداز کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ متقی ہو جاوین تو یہ متیقن کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیک سے دور نہ کیا جاوے لیلہ **وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ** دعا یعنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز پر جماعت نہایت۔ قال ابن عباس وجماعہ **وَمَن دَعَا** و قتا وہ نماز فریضہ۔ اور نیز جہاں سے ہو کہ مراد نماز صبح اور عصر ہو شاید بقرینہ قولہ **يَا غَدُوَّةَ الْعِشِيِّ** کیونکہ مراد نماز

مفسر سے ہو اور غشی قیصر ہے ہر سے۔ سفیان رحم سے مروی ہے کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی ایمانی سمجھدار ہیں۔ اور اقرب آنکہ دوام ذکر و یاد  
 آنکی کہ شامل ہو باوجود انکے ضعف و محتاجی کے محض انقاہ و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ مست یا کموان بندوں کو جو اپنے رب عزوجل کی یاد  
 کرتے ہیں صبح و شام۔ یُؤْمِنُونَ وَحَصْحَصَ اٰی کی وجہ پاک کو چاہتے ہیں یعنی اس عبادت و دعا سے مراد انکی خالص وجہ اللہ تعالیٰ یعنی خالص اسی  
 واسطے بندگی بجالاتے ہیں اور تمام مراد انکی رضا رآئی ہو اور دنیا اور اس کے متاع کی پروا نہیں رکھتے ہیں۔ اور حاصل آنکہ جو لوگ ان صفات سے  
 موصوف ہیں انکو اپنے پاس سے دور رکھ بلکہ اپنا خالص ساتھی و ہم نشین بنائے باندہ قولہ و احبہ لنفسک مع الذین یدعون ربہم بالغلوۃ  
 و العشی یریدون و جہہ ولا تعد علیناک عنہم ترید زینۃ الحیوة الدنیا ولا قطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا داسج ہواہ دکان امرہ فرطا۔ یعنی نزدیک رکھ  
 اپنے نفس کو ان بندوں کے ساتھ میں جو پکارتے ہیں اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہیں اُمسی کی پاک ذات کو اور مست  
 نجا و زکرنے دے اپنی آنکھوں کو ان بندوں سے درحالیکہ تفریق دینا کا ارادہ رکھے اور مست پروی کر ایسے آدمی کی جسکا قلب ہم سے  
 اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہو اور اسکا کام تقریطہ ہو۔ قال المفسر رحم۔ یہ لوگ مسلمانوں میں سے  
 محتاج فقیر تھے اور مشرکوں نے انکے حق میں ظلم کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ انکو اپنی مجالس سے دور رکھیں تاکہ ٹھہر مشرکین آپ کے  
 ساتھ بیٹھیں اور حضرت صلعم نے ان مشرکوں کے مسلمان ہوجانے کی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکوں کے آنے کے وقت میں انکو ہٹا دیا کریں  
 تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ مترجم لکھتا ہے کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اجل کے ساتھ بدوں لقب و تکلف کے انجام کر دینا لازم  
 ہو لہذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر اڑے ہیں تو ایسا کر دیا جائے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبوں کو جو  
 مخلص و اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان جیٹ مشرکوں کی خاطر کے واسطے یہ آزار ناپسند فرمایا اور منع کر دیا  
 کہ انکو مستطر ذکر۔ مَا عَلَیْكَ مِنْ حِسَابٍ مِّنْ شَیْءٍ تَجھرانکے حساب میں سے کچھ بھی نہیں ہو۔ اگرچہ فرض کیا جاوے  
 کہ ظاہر فوبی کے ساتھ انکے باطن میں پسندیدگی نہیں ہو۔ وَمِمَّا مِنْ حِسَابٍ عَلَیْكَ مِّنْ شَیْءٍ تیرے حساب میں سے  
 بھی انپر کچھ نہیں ہو۔ فَتَطَّرْ لَهُمْ کہ تو انکو مطرود کر کے۔ فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ سو تو ظالمین سے ہو جاوے۔  
 ف۔ اگر ایسا کرے۔ وفی تفسیر الحافظ۔ ابن مسعود رحم سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی طرف گزری اور  
 آپ کے پاس صہیب و بلال و غار و عباب وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج و کمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکور نے انہیں ظلم کیا اور کہا کہ  
 اسے محمد تم اپنی قوم میں سے ان لوگوں سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ جنہا اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے پیچ میں سے اور  
 انہیں کہے پیچھے ہو جاوے تم انکو دور کرو تو شاید ہم تمہاری پیروی کریں پس آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا۔ و انذر بہ الذین یخافون  
 ان یخسر و اے ربیم تا قولہ باشا کریں۔ رواہ ابن جریر و احمد اور روایت احمد بن اختصار اور روایت ابن جریر میں نزول آیت  
 ولا تظروا الذین یدعون الٰہیۃ۔ مذکور ہے۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت عباب رحم میں اقرع بن حابس تمیمی و عیینہ بن حصن فراری کا بعد  
 دو دن کے مسلمان ہوتے کے انھیں صہیب و بلال وغیرہ رضی اللہ عنہم کے طرف کی درخواست کرنا مذکور ہے اور شیخ حافظ نے انکی تضعیف  
 کی کہ سورہ نمینہ ہو اور یہ دونوں ہجرت کے ایک مدت بعد مسلمان ہوئے۔ پھر شیخ رحم نے کہا کہ سفیان ثوری رحم نے بواسطہ مقدم ابن شیبہ  
 عن ابنہ روایت کی کہ سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول اللہ صلعم کے حق میں نازل ہوئے جنہیں ابن مسعود وغیرہ بھی ہیں  
 کہنا کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت میں بیعت کرتے اور آپ سے قریب ہو کر آپ کا ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش و ان کے لئے کہا کہ تم

پودہ صدی میں ہوگی تو یہ غلط اور محض بہتان ہو اور کہیں شیخ میں کسی حدیث و آیت میں اسکا ذکر ہی نہیں ہو لہذا مسلمان اس سے  
 ہرگز کوئی اور بھی یقین کرنے کا مستند و اساس نہ کرے کہ آویگی ان کے علامات بہت حدیث میں آئے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں ان علامات میں سے  
 بہت سے ظاہر ہو چکے حتیٰ کہ گمان کیا جاتا ہے کہ صرف ایک چوتھائی علامات یا اس سے کم ظاہر ہونے کو باقی ہیں اور آثار ایسے موجود ہیں کہ جسے گمان ہو کہ  
 کہ وہ بھی جلد ظاہر ہو جاویں اور تحقیقی علم فقط اللہ عزوجل کو ہے اور سوائے اسکے اور کوئی علی الاطلاق عالم الغیب نہیں ہو اور اللہ تعالیٰ کو تو عالم الغیب کے  
 حالانکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ سے غائب نہیں تاکہ وہ اسکا عالم کھلا دے تو معنی اسکے یہ ہیں کہ مخلوقات سے جو چیزیں غائب ہیں ان سب کو وہی جانتا ہے اور  
 تفصیل یہ ہے کہ علم مخلوقات کا ایسا مختلف ہے کہ کوئی زیادہ جانتا ہے کوئی کم جانتا ہے حتیٰ کہ جبریل کو جنت و دوزخ کا آنکھوں دیکھا ہوا علم ہے حالانکہ ہم پیرایان  
 بالغیب رکھتے ہیں اور حضرت صلعم نے بھی دوزخ و بہشت اور جبریل سے بھی زیادہ دیکھ لیا تو دوزخ و بہشت وغیرہ جنکو آپ نے دیکھا یا پیرایان بالغیب  
 نہیں رہا بلکہ مشاہدہ ہو چکا لہذا اگر کسی دلی کو مشاہدہ سے کسی ایسی بات کا علم محض فضل الہی سے حاصل ہوا جو ہم کو نہیں حاصل ہے تو وہ  
 اس سے غیب دان نہیں ہوگا کیسے عوام کا حال ہے کہ اگر کسی دلی نے کہ امت سے کوئی ایسی بات تبادلی جو عوام کی نظر سے مخفی  
 ہے تو اسکو غیب دان کہنے لگے حالانکہ دلی مذکور اسی قدر جان سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اسکو اپنے کرم سے کشف فرما دے اسی واسطے  
 حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بزرگ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ یوسف علیہ السلام اسی شہر کنعان کے باہر ایک کنوئین میں پڑے ہیں  
 کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد وہ مصر کے حاکم ہوئے اور منظور ہوا کہ آپ یعقوب  
 علیہ السلام کو دیدار نصیب ہو اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس دیا کہ اسکو باپ کی آنکھوں پر جا کر ڈالو انکی آنکھیں روشن ہو جاوگی  
 تو سیکڑوں کونسن کے فاصلہ سے اس پیراہن کی خوشبو ناک میں پہونچ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیم رحمت سے خبردار کر دیا اسمین سمدی  
 علیہ الرحمہ نے فوب فرمایا کہ بڑے سید تران کم کردہ فرزند ہے کہ اسے روشن گہر پر خرد مند و زمعشر ہوئے پیراہن شنیدی  
 چرا در چاہ کنعانش ندیدی کہ گفت احوال ما برق اہان ست ہم پید او دیگر دم نہان ست ہم مترجم کہ یہ گفتگو تو برادران  
 اسلام کے سمجھانے کو لائی پڑی کہ لوگوں نے افراط و تفریط کرنی شروع کر دی ہے اور بدتر حالت یہ ہے کہ بعضے جوگی اور گوشائین اور  
 رند نے فقیران سے جنکو نماز و روزہ کیلئے ایمان سے بھی نصیب نہیں ہے اسے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو انکو عجیب معلوم ہوئی اور  
 کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور غیب دان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہے کہ اس سے اپنا ایمان کھو دیا اور  
 شرک کیا اور جو غضب الہی اس رند سے ہو گیا وہی اسکے دل پر بھی پیدا ہوگا سبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہے اور یہ یاد رہے کہ ہرگز  
 کچھ بھی نفع نہ ہوگا سوائے اسکے کہ ایمان برپا ہو اور خاتمہ نبوت ہو لیکن اتنی بات مترجم کہ بیان کرنی ضرور ہے کہ اصل میں یہ کیا بات  
 ہے جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہو کر اپنے کو خراب کرتے ہیں تو واضح رہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یوں ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ  
 کے آئین کی باتوں سے بعضی بات جو رسی سے سن بھاگتا ہے اور وہ بات درحقیقت سچی ہوتی ہے پس وہ جوگی یا گوشائین یا رند سے فقیر  
 یا زوال وغیرہ کہ وہ بات الفاظ کرتا ہے اور یہ لوگ اپنے معتقد کو تبادلیتے ہیں کہ ایسا ہوگا پھر جان وہ بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل  
 پس اسکو غیب دان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہے جو سن بھاگا اور سیکڑا بھرا مین جھوٹی انگلی کی ہوتی ہیں  
 اسمین کوئی سچی بڑ جاتی ہے اور کوئی جھوٹی ہے پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ سے یہاں ایک بھیدہ بضرورت ظاہر کرنا چاہیے وہ یہ ہے  
 کہ مجاہدہ و ریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہیں وہ وہ حق طور پر یعنی شرع شریف کے طور پر ہونا باطل طور پر مانند جوگ و مجاہدہ



ہو بہر حال جب جسم کثیف اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہو جاتا ہو تو روح جراتی جو اس جسم کے متعلق ہو وہ کھل جاتی ہو اور لسا اور بات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکوں کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہو اور یہ کچھ ایمان و کرامت و کمال نہیں ہو بلکہ ایک نعل ہو جس سے کہ انگہ یزدن میں سحر یزدن کا نعل مشہور ہو پس اسی نعل سے یہ لوگ دور کی باتیں اور لوگوں کی نظر سے پوشیدہ باتیں بنا دیتے ہیں لیکن عوام کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے کہ یہ جانوروں کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر معتقد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ فقط استدراج ہو جبکہ ایمان و یزدگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہیں ہو بلکہ بزرگان دین اسکو بہت بڑا جانتے ہیں کیونکہ یہ جسم کے متعلق ہو اور روح قدسی کے مخالف ہو اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنیٰ منزل مقام لاہوت کی منزلوں میں سے ہو گزر جاتے ہیں تاکہ اسوت کی طرف توجہ نہ ہو جاوے اور سو اسے حق تعالیٰ کے دنیاوی خیال میں نہ پڑ جاوے اور یہ بات شیخ غلام احمد قدس سرہ پانی پتی نے رسالہ تصوف میں اور دیگر بزرگوں نے صریح بیان کر دی ہو اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا میں اڑنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان گمراہ استدراج والوں کی نقل کر دی ہیں تاکہ عوام جاہل متنبہ ہو کر اپنا ایمان بر باد نہ کریں اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہو اور اسی کی ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہیں اور اسیکی توحید نہ تو کچھ ایمان نہیں ہو۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس مفسر رحمہ اللہ کی تفسیر خراے خردیوے کہ قولہ اعلا علم الغیب کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے بندہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہہ دے کہ میں غیب کو نہیں جانتا یعنی جہاں تک مجھے مشاہدہ ہو وہ تو معلوم ہو پھر جو مجھے غائب ہو اگر کوئی الہی سے بتلا یا گیا تو میں جانتا ہوں اگرچہ آسمانوں و زمین کا انکشاف ہو اور اگر وہ وحی سے مجھے بتلایا نہیں گیا تو وہ میں نہیں جانتا ہوں اور سنن دارمی و مسند احمد و سنن ترمذی وغیرہ کی اس حدیث میں حسین انحضرت معلّم نے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کو فو اب میں دیکھا ہو نہ کہ یہ کہ فعلت مافی السموات و مافی الارض۔ یعنی پھر جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہو سب مجھے انکشاف ہو کر معلوم ہو گیا اور پڑھی انحضرت صلعم نے آیت و کذٰلک نری ابرہیم ملکوت السموات الّٰیہ۔ اور ابن الجوزی نے اس حدیث کے طرق کو علل میں نقل کیا اور بعد کلام طویل کے مسند احمد سے روایت نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہو اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تحسین کی اور بعض نسخ میں حسن صحیح لکھا ہو اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اوپر مکرر گزرتی ہو اور بعد اس توضیح کے اہل افراط و تفریط و جہالت و گمراہی اپنی حرکتوں سے باز رہیں اور راہ راست سے تجا و زکریٰ و اللہ الموفق۔ حاصل تفسیر یہ کہ کہہ دے اسے جو ہر شے کو نہ کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خدائیں اتنی ہیں تاکہ جو کچھ تم مانگو وہ میں تمہیں دیدہ ہوں حالانکہ وہ کوئی دنیا کے لیے ایمان دہندہ وہ خود فوار ہو اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے مشاہدہ سے غائب ہو اور مجھے وحی بھی اسکی بابت نہیں کی گئی اسکو میں جانتا ہوں و لّا اقول لکھا اِنّی ملک اور یہ بھی میں تم سے نہیں کہتا کہ میں فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ ہوں۔ جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح میں مجبور و مطیع ہوں اور عالم کی خدمت پر مامور ہوں کہ آسمانوں کو چڑھتا اترتا ہوں اِنّی اَتبع الاَمّا یوحٰی اِنّی ملک میں نہیں آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعہ وحی کے مجھے نازل کی گئی۔ یعنی میں تو فقط انکو وحی سے آگاہ کرنے والا ہوں۔ کذا فی الہدایہ۔ بالکلہ اگر ان امور مذکورہ کے متعلق باتیں میں نہ کروں مثلاً کہ وہ صفا کہ سونے کا نہ کروں یا کہ وہ چڑھ کر نہ کروں یا کہ میں نہیں و چشمہ نہ جاری کروں یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤں اور کتاب لکھی لکھائی نہ لاؤں جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے ہم میرے رسول ہونے کی سچائی میں کیوں فرق سمجھتے ہو کہ ان باتوں کو عدم صحت رسالت سے کیا تعلق ہو اسلئے کہ رسالت تو اسبقہ ہو کہ اللہ تعالیٰ

فہم یعنی ایمان لانے والے کو جنت و رقت الہی کی خوشخبری سنانے والے جسکو اہل ایمان بعد تو رحا حاصل ہونے کے خوب سمجھ جاتے ہیں اور کفر کرنے والوں کو دوزخ سے انداز کرنے والے کہ آخر بعد موت کے بلکہ موت کی حالت میں کافر خوب جان لیتے ہیں اگرچہ اسوقت کچھ فائدہ نہ ہو۔ پس نیک بخت وہی ہیں جو اس بشارت و ڈر اسے پر سمجھ جاویں غرضکہ رسول کا کام تو یہی ہو کہ خوشخبری دیدے مطیع کو اور خوف سنا دے کافر کو۔ **فَمَنْ أَمِنَ** بھرو ایمان لے آیا۔ **وَأَصْلَحَ** اور اصلاح کی۔ **فَسَـٰمِعٌ** اور اپنے ظاہر و باطن اچھا اور خلاق کی اصلاح کے موافق شریعت پاکیزہ کے جو کمال عدل و حکمت پر۔ **فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** تو پھر انکو نہ کوئی خوف ہو اور نہ کچھ غم ہو۔ **فَسَـٰمِعٌ** بعد موت کے دائمی راحت ہو۔ **وَالَّذِينَ كَذَّبُوا** اب الیتنا اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ **فَسَـٰمِعٌ** اور یہ نہایت ہی بھاری جرم ہے پس یہ جہنم سے جھٹلائے و کفر کر لے کے۔ **بِأَنَّهُمْ** رسول اسواسے نہیں ہوتے ہیں کہ حق بات ظاہر ہو۔ **بِرُءُوسِهِمْ** تو نہ مانو اور اُسے جہالت سے آئین مانگو بلکہ خود تپیر ازنی عہد پر حضرت خاتم عزوجل کی بندگی فرض ہے لیکن بھول گئے و حضرت پروردگار تعالیٰ کا احسان ہو کہ رسول بھیج دے اور آداب بندگی و عبادت کے طریقہ سب سکھائے یہ احسان بہت بڑا ہو عجیب ہے کہ کبھی نصیحتیں دینیہ ہو اور پھر مٹھے موڑے جاتے ہو۔ **اَسْمَعُ** تعالیٰ عزوجل پاک بے پروا ہو مانو ورنہ اپنے آپ کو ٹھاکر و وحشت فی العراش شیخ ترمذی اپنے حکم نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سمیع کو فہم خطاب سے گرفتہ کر لیا اور مینائیوں کو صنائع قدرت سے عبرت حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دونوں سے معرفت نیست کر دی تو بھلا کوئی شخص ہو کہ ان آداب میں سے کوئی دروازہ کھول دے سو اسے اسی پاک پروردگار ذو الجلال والاکرام کے۔ **کَلَّا** ہرگز کوئی نہیں ہو بلکہ وہی پاک تعالیٰ فضل سے ابتدا میں نعمت دیتا ہو اور وہی انتہا میں فضل سے اُسکو تام کر دیتا ہو۔ **قَوْلُهُ فَمَنْ أَمِنَ وَاصْلَحَ** الایہ۔ جسے اتباع رسول اللہ صلعم سے یقین و طاعت کے ساتھ ہر دم اپنے قلب کو درگاہ الہی میں پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھ کر حاضر رکھا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اسکی یاد و تعریف سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے ہوا جس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الہی حاصل ہونے کے بعد پھر محبوب و شقیع ہونے کا درد و غم بعد نعمت عوہ یعنی موت کے کچھ نہیں ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کر کے بیان کیا کہ اپنے ظاہر کو از شرع کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلعم اور باطنی احکام سے خالص کیا انکو کچھ خوف و طلال نہیں ہوگا نہ خوف انقطاع بعد موت کے اور نہ طلال حجاب۔ **فَاَنَّهُمْ** قال المترجم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے رکازات و بیہودہ خواہشوں کا دروازہ بند کر دیا کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یوں کہہ دے۔

[illegible]

وَلَا شَفِيعٌ عَلَيْهِمْ يَتَقُونَ ۚ وَلَا تَطْرُدُ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ

یاد دہوۃ والعشیٰ یُریدون وجہا ما علیک من حسابہم من شیء

ما من حسابک علیہم من شیء فتطردہم فتکون من الظالمین

وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ دُونِ

بَيْنِنَا أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ۚ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ

بِالْإِسْلَامِ فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

أَلَّا تَتَذَكَّرُونَ ۚ وَأَمَّا بَعْضُكُم مِّنَ الْآخِرِينَ فَمَا يَكُنِ لَهُمْ لَكُمْ

وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْآيَاتِ وَالْقِسْطِ سَبِيلُ الْجَهَنَّمَ

مادامی رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب مشرکین قریش نے ہٹ کر نئی شروع کی سرکشی سے کہ ایسی آیتیں مانگیں جو فوہ بخواد انکو ایمان لانے پر مجبور کریں حتیٰ کہ اسکے بعد ایمان بالغیب کے معنی بھی گویا باقی نہ رہیں تو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلم کو حکم دیا کہ صاف صاف سچی بات اسے کہہ دے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے لیکن کہ جو کچھ میں چاہوں اسکو لے آؤں چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ مِن تَمَسَّ يَنْبِئُ كَتَابَهُنَ كَمَا يَرَىٰ بِسَاسِ اللَّهِ تَعَالَىٰ كَمَا خَرَأَ لِي فِي خَزَائِنِ رِزْقٍ دُونِ ۚ خَزَائِنُ جَمْعِ خَزَائِنِ بَسْرُولِ دِهْ جَہْ جَمِیْن کوئی چیز محفوظ ہو کہ غیر کا ہاتھ نہ پہنچے اور یہاں استعارہ ہے خزانہ قدرت سے جس میں ہر چیز موجود ہے یعنی آنکہ مقدور تحت قدرت ہے اور مفسر رح نے جو خزانہ رزق مراد لیے تو سمجھا سکی وجہ ظاہر نہیں ہوئی اور جو میں نے ذکر کیا وہ اظہر ہو واللہ اعلم۔ بالبحرہ فرمایا کہ مشرکین سے کہہ دے کہ میرے پاس خزانہ الہی نہیں۔ وَلَا آتِي أَعْلَمُ الْغَيْبِ اور نہ میں غیب جانتا ہوں فَ اے انا غاب غنی و لم یح اے یعنی غیب مصدر سے مراد آنکہ جو مجھے غائب ہے اور مجھ پر وحی سے ظاہر نہیں کیا گیا۔ اور اجتماع ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ۔ علی الاطلاق سوائے حق تعالیٰ جل جلالہ کے کوئی نہیں اور جب کہ آنحضرت صلم سے تفسیر آئی تو پھر اور کون ہو کہ عالم الغیب ہوگا اور بہت حدیثوں سے یہ مضمون ثابت ہے اور حدیث صحیحین وغیرہ سوال جبریل ۲ لہورت آدمی اسلام دیا ان احسان وغیرہ میں معراج ہے کہ قیامت کے آنے کے وقت کو جاننے سے آپ نے انکار کیا اور عوام میں جو مشہور ہو رہا ہے کہ تیرہ صدی یا





وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَذَّبُوا بِمَا كَانُوا يُفْسِقُونَ  
اور جنہوں نے جھٹلائی ہمارا آیتیں انکو ملیگا عذاب اس پر کہ جھگڑی کرتے تھے  
قُلْ - اہل مکہ سے کہہ دے کہ اے یثیم آخر دینی۔ بھلا جانے ہو تم مجھے بتاؤ ان آخذ اللہ سمعکم اللہ تعالیٰ تمہاری  
سزا دے لے لے۔ یعنی تمکو ہر کر دے یعنی جو قوت کان میں رکھی ہو اسکو گرفتہ کر دے یا فود کان ناپید کر دے۔  
وَابْصَارُكُمْ اور تمہاری بینائی لے لے وَخَسَعُوا عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ تمہارے دلوں پر ہر کر دے۔ کہ کچھ تمیز کسی چیز میں نہ رہے  
مَنْ اِلَّا غَيْرُ اللّٰهِ يَاتِيكُم بِحُجُبٍ اللّٰهُ تَعَالٰی کے سواے وہ کون آئے کہ تم کہ یہ چیزیں لا دے۔ یعنی جو تم سے  
اللہ تعالیٰ نے چھین لیں یعنی تمہارے زعم کے موافق وہ معبود کون ہو جو اُسکو لا دے یعنی تمکو پھر دیدے اور یہ شکر یہ محسوسات کی  
نعمت کا مع ثنیہ ہر کہ بہتیرے تم میں سے بہرے اندھے پاگل ہیں حالانکہ کسی بت سے نہوا کہ وہ تندرست ہو جانے اور یہ تقدیر خلقت الہی  
عز وجل ہو پس اگر تم لوگ جو تندرست ہو تم پر یہ بلا و طاری ہو تو بھلا کون ہو جو اُسکو پھر لا دے پس معبود خالق عز وجل کا شکر یہ ادا کرو  
اور اُسی کی توحید کرو۔ پھر آنحضرت صلیم کو خطاب فرما کر ہر ایماندار کو تعجب دلایا اور جنکی نظر میں وحدانیت نہایت روشن نظر آئی ہو انکو  
یقین دلایا کہ ہر آیت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہو چنانچہ فرمایا اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرْتُ مِنْ اَيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ  
کہ کیونکر ہم بیان کرتے ہیں آیات اپنی وحدانیت کی بعض نے کہا کہ نصرت یعنی کر طرح طرح سے اپنی وحدانیت کی دلیلین انکو دیتے  
ہیں۔ ثُمَّ هُوَ يَصْدِقُ فَوْقَ بَعْدِ دَلَالَاتٍ سے اعراض کرتے۔ کہ ایمان نہیں لاتے ہیں۔ قُلْ اَرَايْتُمْ  
اے محمد ان مشرکوں سے کہہ دے کہ بھلا مجھے بتاؤ کیا ان آتاکو عذاب اللہ بَعَثَ اَوْجَهْرَةً لِّیْلَا اَوْ نَارًا۔ اگر تیرا بھلا  
کا عذاب آ جاوے دن میں یا رات میں تو بھلا اس عذاب میں کون تباہ ہوگا ف لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْاَشْقٰی اچانک سے مراد رات کو سوتے ہیں اور  
جہرۃ سے مراد دن کو جاگنے میں۔ بقرہ یہ قولہ تعالیٰ بیاثنا او نھارا اذ انما یستعمل الآیۃ۔ اور یہی حسن بصری رحمہ نے کہا اور بیضاوی میں آفر  
کہ لعنۃ یعنی اچانک بدون پہلے کچھ ایسے آثار ظاہر ہونے کے جو عذاب آنے پر دلالت کویں اور جہرہ بعد ظہور مقدمات عذاب کے  
بالجملہ اگر اسطرح تم پر عذاب آ جاوے تو بتاؤ کون مرے۔ هَلْ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ یعنی اگر اسطرح عذاب آوے  
تو بھلا کوئی ہلاک ہوگا سوائے ان لوگوں کے جو ظالم یعنی کافر و مشرک ہیں ف کلام نہایت بلاغت کے اسلوب پر ہو کہ انھیں سے  
اس امر کی خبر مانگی یعنی متقرر کیا کہ تم جانتے ہو کیونکہ نہایت اظہر و کمالی بات ہو۔ اور حدیث میں آیا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے بھول باتوں  
کی نصیحت اور بربری باتوں سے منع نہ کریں گے تو امید رکھیں کہ بدکاروں کے ساتھ منع نہ کرنے والوں کو بھی عموماً اللہ تعالیٰ عذاب میں  
پکڑے تو اس میں منع نہ کرنے والوں کی بھی خطا و گناہ ہو لیکن دیگر احادیث میں ثابت ہو کہ بعض عذاب آنے پر نیک و بد سب ہلاک  
ہو جاتے ہیں اور قیامت میں اپنی اپنی نیت پر اٹھائے جاویں گے تو مراد اس سے یہ ہو کہ وہ وقت اُن نیکو کاروں کے حق میں غنا  
فتنہ و مصیبت تھا پس اُنکا ہلاک ہونا اُنکے حق میں رحمت ہو اور بدکاروں پر عذاب ہو اور یہ بعض روایات میں خود مصحح ہو اور آیت  
انتشار اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس اگر ظالموں سے ہر وہ شخص مراد ہو جسے خلاف حکم الہی ایسا کام کیا جس پر عذاب آیا تو ہلاک سے مراد  
عذاب کے طور کی ہلاکت ہو یعنی عذاب کی موت وہی مرینگے جو ظالم ہیں۔ پھر آنحضرت صلیم کی تسلی اور کافروں کا زعم توڑنے والا کلام فرمایا  
وَمَا مِنْ سِلٍّ اِلَّا مُبَشِّرٌ نِّبَیٌّ وَمَنْ دَرِیْنِ اور ہم تو بھیجے نہیں رسولان کو کہ خوشی سنائے و ڈر سنائے و سنا

مخلوقات کے مادی بن اور ان رسولوں علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہے اور وہی انکا رسول وہی ہوتا ہے اور یہیں سے کہا گیا کہ بعثت انکے علیہ وسلم کی عام ہر بیان تک کہ حیوانات و حشرات کو بھی شامل ہے اور استدلال اس قول کا مناسب ہے واضح ہر فہم - قولہ ما فرطانی الکتاب من شیء یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج دربارہ عبودیت و معرفت ربودیت کے ہے وہ سب ہم نے اپنی کتاب پاک میں بیان کر دی - کوئی حال و کوئی مقام و کوئی وجدان اور کوئی ادراک اور کوئی فہم و کوئی دیدار و مشاہدہ نہیں جسکا طریقہ ہم نے بیان کیا ہو - کلام حضرت باری تعالیٰ اسکی صفت خاصہ ہے جسے جمع صفات کا عرفان اور صفات ذات کا عرفان بوضوح بیان کر دیا - اس سے اوٹالے لے اگلے و پچھلے جملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا - بعض نے فرمایا کہ نہیں چھوڑا ہم نے کتاب میں کسی مخلوق کا ذکر - لیکن کتاب میں اس کے ذکر کو دیکھتا نہیں کوئی شخص سوائے ان بندوں کے جسکو انکا معرفت سے اذات حاصل ہے - قولہ والذین کذبوا بآیاتنا صنم و بکم فی الظلمات - ہمیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر کیا جسکو غیب سے انکے دل پر الہام حق ہوتا ہے مگر وہ اس کے مقابلہ میں اپنے نفس سے معارضہ لاتے ہیں اور باطل خطرات سے بچے خطرات کو رد کرتے اور جھٹلاتے ہیں کیونکہ انکو حق و باطل میں تمیز نہیں ہے اور یہ اسوجہ سے کہ اگر اسی کے ٹھیکہ انکے کان میں بھرے ہیں کہ مقام شہود میں انھوں نے اپنے کانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لگایا اور ہیئت و محبت کے ساتھ انکے اسرار باطنہ کی زبان پر کبھی نام انکی نہیں آیا اور سبب اسکا یہ ہے کہ انکے نفس اپنی نفسانی خواہشوں کے اندھیرے میں مایہ رہے ہیں اور حاصل آگاہ جس شخص نے خدا طرے کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسوقت آئے تھے کہ توحید و خلوص ایمان کا الہام بروقت دیدار و محضرات انبیاء و کرامات اولیاء انہر ہوا پس اسنے اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھوں کو پردہ ضلالت سے ڈھک لیا تاکہ اوٹالے کا کلام غیبی نہ سنے اور برق اور غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالیٰ کے ملکوت کو مشاہدہ نہ کرے اور اپنے نفس امارہ کی تارکیوں و شیطان کا فری گمراہیوں میں پھنسا پڑا رہے اسکو یہ قدرت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اسکی معرفت میں پہنچے - بعض نے کہا کہ اوٹالے نے اپنے خالص بندوں پر و محجزات و کرامات فرمائے اسکو سچا بنایا اور اندھے ہرے اذات و خطاب سے اپنے نفس کی ظلمات و اجسام کی صورتوں میں پڑے رہے - قولہ من یشاہد لیضللہ و من یشاہد لیجملہ علی صراط مستقیم مشیت و طرح پر واقع ہوتی ہے قبول بندوں پر قبول کی اور مردود بندوں پر رد کر دینے کی اور اول سے رضا مندی کی اور دوم سے نارضا مندی و خشم و غضب کی - موافق اسکے ازل میں سعادت و شقاوت جاری ہو چکی ہے - پس جو شخص کہ اپنے اجتہاد ارادہ میں صادق تھا اسکو حق تعالیٰ ظلمات قرین گمراہ کر دیتا ہے اور یہ غیرت و فعل ہے تاکہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں صادق نہیں ہے اسکو وصول نہوا اور جو بندہ کہ اجتہاد ارادت میں صادق تھا اور اسنے دنیا میں اپنا عہد مضبوط بسبب پیروی نفس کے اور فرما ہوا اس سے انکار کے نہیں توڑا اور تعظیم اسکو نہیں ہوئی اگرچہ مقام التباس میں خواب غفلت میں چندے پڑا ہو گا پس الہام و اذات سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہو گیا اور مادی غیر کی متابعت کر لی تو حق تعالیٰ فوہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہے اور معرفت و طاعت میں اسکو مستقیم کر دیتا ہے پھر عقل روحانی کے واسطے طریق مستقیم یوں حاصل ہوتا ہے کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہے - اور قلوب کے واسطے جھجھت کے ساتھ صفات کی راہیں دین اور معرفت کے ساتھ روحوں کے لیے ذات کی طرف راہیں دین - قال المتر جسم اور ہیئت کا جائزے اور فوہی شیخ رحمہ اللہ نے جا بجا تصریح کر دی ہے کہ معرفت صفات و ذات سے مشاہدہ و کشف تحقیقی مراد ہے نہ کشف حقیقی اور فرق ہے کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہے کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہے جہاں تک کشف ہے اور کشف حقیقی وہ دیدار عینی ہے مثلاً جنت کا علم جہاں

یعنی ہر طرح کی نعمت ہم نے ان پر فوب فراخ کر دی اور یہ درحقیقت ان کے حق میں استدراج تھا کہ غور کرنے کو ان کی رسی ڈھیلی کر دی  
**حَتَّىٰ إِذَا فُجِّعَ أَمْرُهُمْ وَتَاسَّوْا**۔ یہاں تک کہ جب اترائے اس چیز پر جو دیے گئے تھے۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت ہر  
چیز میں انکو دین و لیکن وہ جہالت سے اپنے بد اعمال و بد اعتقاد و بت و غیرہ شرک سے سمجھے۔ **أَخَذْتَهُمْ بِغْتَابٍ**۔ اچانک  
انہیں انکو عذاب میں گرفتار کر لیا۔ **فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ**۔ پس ناگمان وہ ہر بھلائی سے ایس ہو گئے۔ **فَقُطِعَ دَائِرَةُ**  
**أَسْفَلَ** آخر القوم **الَّذِينَ ظَنُّوا أَنَّهُم مُّلاقُوا رَبَّهُمْ**۔ اے آخر اس قوم کے جس نے ظلم کیا۔ **فَنَسِيَ** یعنی جڑ سے نیت کر دیے  
گئے اور رسول و مومنون کو نجات و فتح ملی۔ **وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** علیٰ نصر الرسل و ہلاک الکافرین۔ یعنی حمد ہو اللہ تعالیٰ کے  
واسطے۔ **فَسَبَّ** اس بات پر کہ رسولوں کو فتح دی گئی اور کافر ہلاک کیے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا یعنی اسی پاک پروردگار  
عز و جل نے ایسا کر دیا۔ **قَالَ** ابوالبیہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ یعنی ہر بھلائی سے ایس۔ **قَالَ** الحسن البصری رح۔ جس پر  
اللہ تعالیٰ نے رزق و اموال وغیرہ میں فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرنا نہ رہا کہ شاید یہ مکر قدیم ہو تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں  
اور جس پر اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یوں نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہو وہ مجھے دیکھتا ہے کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی  
کرسے پس اگر یہ نہیں سمجھا تو اسکی رائے کا کچھ اعتبار نہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ **فَلَا تَسْأَلُوا مَا ذَكَرَ** و ابہ فتحننا علیہم **الآیۃ**۔ پھر حسن رح نے کہا کہ قسم ہے  
رب الکعبہ کی کہ مکر میں ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے انکو دیا گیا پھر پکڑ کر مٹا دیے گئے۔ **رواہ ابن ابی حاتم**۔ **قَالَ** المترجم **اسمیں** حکمت  
عجیب ہے کہ سختی و مصیبت میں خالق و معبود عز و جل کو یاد نہ کیا اور فراموشی میں بھی نہ یاد کیا اور چونکہ مخلوق سمجھے تو آخرت کا عوض دنیا میں انکو  
بھردیا اور شہوات جن سے دوزخ محفوظ ہے انہوں نے جلد طر کر لین پس استدراج و کفر میں اور شرک و بد اعتقاد میں خوب قدم جمایا  
پس میعاد و مقدر پر جڑ سے اکھاڑ پھینکے گئے۔ **فَلَا فِہم**۔ **قَالَ** قتادہ رح۔ اس قوم نے امر الہی سے تجاوز و سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے جس  
قوم کو عذاب میں گرفتار کیا اسکو اسکی نستی و غرور و اترائے میں پکڑا پس اے لوگ کبھی اللہ تعالیٰ پر مغرور نہ ہو اور وہی لوگ حضرت  
باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف و عظمت سے مغرور رہے پر وہاں ہوتے ہیں جو فاسق و کافر ہیں۔ **رواہ ابن ابی حاتم**۔ اسی واسطے اعتقاد میں  
قرار پایا کہ ایمان در میان خوف و امید کے ہے جو بخوف ہو اوہ کافر اور جو نا امید ہو اوہ کافر اور یہ قطعی دو آیتوں سے ثابت اور معروف ہے  
**قَالَ** الزہری رح۔ **قوله** فتحننا علیہم **الآیۃ**۔ **قوله** فتحننا علیہم **الآیۃ**۔ **قوله** فتحننا علیہم **الآیۃ**۔ **قوله** فتحننا علیہم **الآیۃ**۔ **قوله** فتحننا علیہم **الآیۃ**۔  
عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہوں پر دنیا کی نعمتیں جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے تو یہ  
استدراج ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ **فَلَا تَسْأَلُوا مَا ذَكَرَ** و ابہ فتحننا علیہم **الآیۃ**۔ **قوله** فتحننا علیہم **الآیۃ**۔  
**قَالَ** ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق میں  
عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو انکے واسطے بدکاریوں کا دروازہ کھول دیتا ہے مع شہوات کے یہاں تک کہ جب دیے ہوئے پر اترائے تو ناگاہ  
انکو ناخود کر لیتا ہے پس اچانک وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔ **رواہ ابن ابی حاتم و الامام احمد وغیرہ**۔ **قَالَ** ابن ابی حاتم۔ **قوله** فتحننا  
**عَنْ** اللہ **عَنْ** ان **قُلْتُمْ** صادقین **بَلْ** ایادہ **تَدْعُونَ**۔ جاہل مخلوق وقت نزول بلا کے غیر کی طرف رجوع لانے ہیں اور یہ امتحان ہے پس غار  
دلایا کہ دعویٰ معرفت میں اگر کچھ ہو تو غیر کی طرف کیوں رجوع کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اسکی  
عظمت و جل میں فنا ہو پس بکار اسی کی طرف راجع ہوتا ہے اگرچہ جہالت سے جاہلی یہ سمجھے کہ اسنے غیر کو بکار اور اس سے معاونت

فرمایا کہ قیامت کے روز سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا بھی قصاص لیا جائیگا۔ رواہ ابن حجر فی مسند ابیہ۔ اور حدیث صحیح مسلم میں وہ مضمون موجود ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا۔ اور عبد الرزاق نے ابو ہریرہ رض سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا کہ قیامت کے روز دواب وہائم و پرند و ہر شے جملہ مخلوق سب محصور ہونگے پھر اس دن اللہ تعالیٰ عزوجل کا انصاف یہاں تک پہنچے گا کہ سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا قصاص لیکر پھر فرما دے گا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ اسی سے کافر تمنا کرینگے جیسا کہ فرمایا و یقول الکافر یا لیتی کنت ترابا۔ یعنی اے کاش میں مٹی ہو جاتا۔ شیخ ابن کثیر رحم نے کہا کہ حدیث الطہور میں یہی بات مرفوعہ آنحضرت صلعم کی حدیث مروی ہے۔ و فی الہدایہ۔ جب اللہ عزوجل نے اپنی مخلوقات و آثار قدرت سے وہ کچھ بیان فرمایا جو اسکی ربوبیت پر شاہد اور اسکی عظمت و جلال پر بکار بکار کر گواہی دیتا ہے تب پھر فرمایا **وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بآيَاتِنَا** اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی قرآن کو۔ ص ۱۰۰۔ وہ ہرے ہیں۔ **فَآيَاتِ رَبِّكَ** یعنی قرآن کے سننے سے یعنی قبولیت کے قانون سننے سے ہرے ہیں۔ **وَيَكْفُرُوا** حق بات بولنے سے گونگے ہیں۔ **فَآيَاتِ رَبِّكَ** یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت پر اقرار و شہادت نہیں دیتے ہیں۔ **فِي الظُّلُمَاتِ** یعنی کفر کی تاریکیوں میں انکا یہ حال ہے کہ باوجود اس ظہور و وضوح آثار قدرت و عظمت کے انکو کچھ نہیں سمجھتا ہے اور کہو نہ کہ سوچے کہ خالق حکیم تعالیٰ کی مشیت ہے۔ **مَنْ يَشَاءُ اللَّهُ** اضلالہ۔ وہ مخلوق کہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو گمراہ کر دینا چاہتا ہے یعنی مشیت اذلی میں جسکے حق میں گمراہی مقدر ہوئی وہ یہاں گمراہ ہوتا ہے۔ **وَمَنْ يَشَاءُ اللَّهُ** ہدایت اور جسکی ہدایت چاہتا ہے۔ **يَجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ** اسکو مستقیم یعنی چید و اسلام پر کر دیتا ہے۔ **فَآيَاتِ رَبِّكَ** وہی قادر مختار ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسکوئی اعتراض نہیں ہے۔ اور اس میں صریح دلیل ہے کہ ہدایت دینے والا اور گمراہی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جسکو اسنے جو کچھ دیا وہ عدل ہے وہی قادر مختار ہے۔ **وَقَدْ قَالَ تَعَالَى فِي مَثَلِ الْكُفَّارِ فِي سُورَةِ الْاَنْدَرِ وَالْظُّلُمَاتِ** فی بحر لہجی بغضام موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضها فوق بعض اذا اخرج يدہ لم یجد یرا ہا من لم یجعل اللہ لہ ذراعا من نور یعنی کافروں کے نفوس میں گمراہی کی یہ مثال ہے کہ جیسے تاریکیاں کسی موجد ارسمند کے بھنور میں کہ اسکو موج چھائی ہے پھر اسپر موج ہے اسپر سحاب ہے تاریکیاں بعض پر بعض ہیں کہ ہاتھ لگائے تو نظر آتا نہیں لگتا اور اللہ تعالیٰ نے جسکے لیے نور نہیں کیا اسکے لیے کچھ نور نہیں ہے۔ اور تفسیر اسکی لطیف و اس میں اشارات ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تفسیر میں آئیگی۔ **فَآيَاتِ رَبِّكَ** فی العرائس قولہ تعالیٰ وامن وادبہ فی الارض و لا طائر الا بآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے جن و آدمی کے لاکھ دیگر حیوانات کو چاند پرند کوئی ہون فطرت توحید اور حلت معرفت پر پیدا کیا ہے اور انکو معرفت و ایمان و ایقان کے واسطے حکم و خطاب ہے اور ان جانوروں کے واسطے انکے اسرار باطنہ میں راہن منور بانوار عقل ہیں جو اسکی درگاہ ازلی تک پہنچتی ہوئی ہیں اور اُنسے نور افعال و لطائف صنعت کو دیکھتے ہیں اور حالت انکی مقصور اسی صورت پر نہیں جسکو ایک غافل آدمی دیکھتا ہے اور انکو بے عقل سمجھتا ہے۔ **قَالَ الْمُتَرَجِّمُ** حدیث صحیح میں فقہا کل جمعہ میں آیا ہے کہ اسی روز قیامت قائم ہوگی اور آیا ہے کہ سوائے جن و انسان کے ہر جانور اسکے صبح کے انتظار میں ہوتا ہے کہ شاید یہی روز قیامت ہو۔ **قَالَ الشَّيْخُ** اور ان جانوروں کی زندگی اور حرکت و اطوار اس خالق پاک کی درگاہ کی طرف سے ایک قوت خاص سے ہے اور انکی یہ آوازیں اور یہ قوش الحامیان اور چیخ و بے تابانہ حرکتیں ایک خاص نسیم شوق سے ہے جو انکو عالم ملکوت سے پہنچتی اور انرا جبروت سے ظاہر ہوتی ہے اور انکو موافق اپنی قدر معرفت و توحید کے اللہ تعالیٰ کی طرف ذوق و شوق ہے اور میں نے سنا کہ سمون محب رحمہ اللہ جب محبت میں وعظ فرماتا تو قندیلین بچھٹ جاتی تھیں اور ہوا سے برہنگہ گڑھتے تھے۔ ایک روز محیط میں کلام کرتے تھے کہ ایک چڑیا انکے سامنے گئی اور زمین میں اپنی چونچ داب و می



اور قطرہ خون اس سے ٹپکا اور جان دیدی۔ اقول ایسی ہی بہت سی حکایات آثار و اخبار میں تمام حیوانات از قسم درندے و چرنسے و پرند و حشرات الارض سے مروی ہیں اور عرب کے اونٹ کا حدی پرست ہو جانا معروف و مشہور ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ نے سجدہ کیا بدون طلب معجزہ وغیرہ کے اور داری وغیرہ کی روایات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درخت و حجر و ہر کنرہ و پتھر کا سلام کرنا متعدد طرق سے مروی ہے اور اگر یہ ستون خاصہ معروف و مشہور ہے۔ (م) اور کیون نہیں کہ خود اوتھالے جل جلالہ نے فرمایا۔ امن داجہ فی الارض ولا طائر لیطیر بجانہ۔ الامم اشاکم۔ یعنی تمہاری مثل ہیں اس بات میں کہ وہ مخلوق ہیں اور حق عزوجل کے طلب میں سرگرم ہیں اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہیں اور اسکے قدیم ہونے کو یقین میں لاتے اور حدیث کے صفات سے اسکی پاکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہیں اور اسکی صنع لطیف میں اعتبار کرتے ہیں جس سے اوصاف کا عالم میں ظہور ہے۔ قال المترجم تحقیق ثابت ہوا کہ انہیں بھی مطیع و عاصی ہیں اور مروی ہوا کہ اگر گٹ بھی کافرون کے ساتھ اس آگ کے پھونکنے میں شریک تھا جو فرو و مردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلوس کو پھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی و جن کے ساتھ جملہ وجود سے ثابت ہے لیکن یہ واضح رہے کہ انکی استعداد معرفت کی ایسی نہیں جو جن کو حاصل ہو تو انسان جو استعداد میں نہایت اکل المعرفہ ہوا اسکے برابر کہاں سے ہوگی۔ پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانوروں وغیرہ کا مثل ہونا اس بات میں ہے کہ انکی خلقت عالم ملک و شہادت سے ہو جو نور بازدار افعال ہیں اور آدمی و ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال سے مخلوق ہیں لیکن انکی روحیں عالم ملکوت سے پیدا ہیں اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی و ملائکہ کو فضیلت ہے۔ وقہ قال تعالیٰ ولقد کرہنا نبی آدم الایہ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء رحمہم نے مزید توضیح سے انسانی استعداد معرفت کو اعلیٰ و اکمل ثابت کیا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ ولا طائر لیطیر بجانہ۔ میں دونوں بازو سے میں یہ اشارہ سمجھتا ہوں کہ ان اخلاق جمیلہ کے بازو میں جو آدمیت کے واسطے لازم ہیں اور جنکی نسبت حدیث میں فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہیں جنکے اخلاق اچھے ہوں اور انہیں کی درستی ابتدائی معرفت سے انہما معرفت پر پہونچاتی ہے۔ مانند توکل و رضا۔ اور آئندہ بعض آیات میں آویگا کہ کائنات میں داجہ لا تحمل رزقہما التدریز قہا وایاکم الایہ۔ یعنی بہتر ہے دو اب ہیں کہ اپنا رزق اٹھاتے نہیں یعنی لادے نہیں پھرتے اور اللہ تعالیٰ انکو اور تمکو رزق دیتا ہے۔ یعنی وہ توکل و رضا میں ثابت قدم ہیں۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بازو سے خوف و امید۔ اور نساء و بقاء۔ اور ایمان و تقویٰ۔ اور نعمت و بلا۔ اور ہمت و حفاظت اور عبدیت و ربوبیت۔ اور معرفت و محبت۔ میں ان بازوؤں سے انکو ہر ب و طرب اور شوق و طلب میں پروا ہے۔ اور ظاہری اشارہ شہادت میں یہ ہے کہ جملہ اہم کی جبلت جارحہ سے ہو اور جبلت روحانیہ و حیوانیہ سے انکی انشاء ہو اور کھانے پینے اور حرکت و جمیع میں اور صفات نفسانیہ میں مانند حرص و غضب و فتنوں کے ساتھ پھوپھو پڑنے کرنے میں سادگی ہیں اور مرجع اسکا اصلی فطرت ہے جس سے پیدا ہوتے ہیں یعنی زمین سے پیدا ہوئے اور زمین میں مرکز مل جاوینگے اور اسی سے دوبارہ قیامت میں اٹھائے جاوینگے۔ تفسیر ظاہر کے امامون میں سے حضرت عطاء رحمہم کا قول ہے کہ اشاکم کے معنی یہ کہ توحید و معرفت میں تمہارے مثل ہیں اور بعض نے کہا کہ خلق میں تمہارے مثل ہیں کیونکہ تمام مخلوقات ان امتوں میں سے جسقدر ہے سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئی ہیں اور ہر ایک کے واسطے خطاب الہی ازلی سے خاص خاص طریقے واضح ہوتے ہیں پس توحید ملائکہ و دفع ہو اور آدمیوں کی معرفت کے واسطے انبیاء و رسل علیہم السلام سے طریقہ ہوا اور حیوانات دیگر مانند چرند و پرند وغیرہ کی طبیعت بجمول بمعرفت ہے کہ انکو اپنے خالق و صانع کا علم فعلی حاصل ہے کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فعل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہے۔ قال المترجم۔ قول قوی و جدید یہ ہے کہ رسل علیہم السلام اور ملائکہ الہی ان

وَقَالُوا اور کہا کفار کہ بیش پرستوں نے کہ۔ **كُلَّا نَزَّلَ عَلَيْهِ آيَاتٍ مِنْ رَبِّكَ** یعنی نازل کیا گیا ہے آپ پر آیات آپ کی طرف سے۔ یعنی باخداوند صالح علیہ السلام و عیسیٰ موسیٰ و مائدہ عیسیٰ کے ان مشرکوں نے روحانی آیات پر اکتفا نہیں کیا مانند قرآن مجید معجز کے جسے مثل لانے سے عاجز تھے اور جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور درخت و جانور و سنگ پر انہوں نے آنحضرت مسلم کی صدق نبوت پر گواہی دی۔ باجگاہ مقبوضہ فقط یہ کہ نماز اور رخصت سے لڑی نہیں انگلیت جیسے دوسرے مقام پر نقل فرمایا کہ کہتے تھے کہ۔ **لَنْ نؤمنَ بِكَ حَتَّى تَفْرُغَ مِنَ الْأَرْضِ بِعَدَاةِ اللَّهِ**۔ **قُلْ إِنْ اللَّهُ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَاتٍ لِيُثَبِّتَ بِهَا الْقُرْآنَ** یعنی کہہ دے ان ہٹ و دھرموں سے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اُتار دے آیت **فَإِنِ لِيُثَبِّتَ** یعنی جیسے تم مانگتے ہو اسی کو نازل کر دے اس کی قدرت بہت بڑی ہے۔ بعض نے کہا کہ آیہ سے ایسی آیت مراد ہو جو فواد بخواد انکو ایمان لاسے مجبور کرے لیکن اس وقت میں امتحان بتکلیف ایمان کا فائدہ جاتا رہیگا۔ اور نیز اگر اس وقت بھی ایمان نہ لائے اور ہرگز نہ لادینگے جیسا کہ **كُلَّا نَزَّلَ آيَاتٍ مِنْ رَبِّكَ** یعنی نازل ہوگا اور رحمت الہی سے اس امت سے یہ عذاب دنیا میں مرفوع فرمایا گیا ہے۔ **وَلَكِنْ كَثُرَ سَوَادُ قَلْبِهِمْ** لیکن انہیں سے بہترے جانتے نہیں ہیں **فَإِنِ لِيُثَبِّتَ** یعنی نہیں جانتے کہ ایسی آیت کا اُترنا بلا وجہ کیونکہ پھر انہوں نے لاسے تو ضرور ہلاک ہونگے جیسا کہ طریقہ الہی جاری ہو چکا اور قوم صالح ۴ بعد نافہ پیدا ہونے اور ایمان نہ لانے کے ہلاک ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ میں نافرمانی کرنے والے ہلاک ہوئے اور واضح رہے کہ بعثت انبیاء سابقین کی اکثر خاص خاص قوم کے واسطے تھے پس انکی انکی آیت ملنے کے بعد اسی خاص قوم پر ایمان لانے سے عذاب آیا۔ آنحضرت مسلم کی بعثت عام ہو پس فقط کہ انوں کی ایسی لعنت و عذاب سے عام عذاب ہوگا لہذا انکی جمالت پر تنصیف فرمائی اور واضح ہو کہ قولہ ان نزل آیت۔ میں ابن کثیر رحم نے نزل از انزال پڑھا اور باقیوں نے تنزیل سے پڑھا ہے۔ اور یہ حکمت عدم تنزیل آیہ کے جو مفہوم ہوتی ہے کہ ایک امت کے انکار سے عام امتیں ہلاک نہ ہوں اس پر آگے کے کلام میں اشارہ ہے۔ **وَمَا مِنْ دَابَّةٍ مِنْ زَاوَادِهِ** جو بغرض شمول و استغراق کے۔ اور وہاں مذکور نوشتہ دونوں پر بولا جاتا ہے اور وہ ہر جاندار جو زمین پر چلتا ہو۔ **فِي الْأَرْضِ** متعلق بدارتہ ہو دراصل **وَمَا مِنْ دَابَّةٍ** از دابہ پربہ اور فی الارض بطریق توضیح ہے جیسے قولہ **وَلَا تَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ** خلیج بازو پس طائر اُڑتا ہے اپنے بازو سے لیکن **لَا تَطِيرُ** توضیح ہے اور یہ دفع وہم ہے کہ شاید جائز آدھی تصور کریں کیونکہ عرب طیر ان کو جلدی و سرعت کے معنی میں بولتے ہیں کہ طیر بڑا فانی حاجتی غلے نے میرے کام میں اُڑ چل یعنی جلدی کر پس قولہ **لَا تَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ** سے دفع کر دیا کہ مجاز مراد نہیں ہے۔ معنی آگاہ نہیں کوئی جاؤر چلنے والا کہ زمین پر چلتا ہے اور نہ کوئی پرندہ جو دونوں بازو سے اُڑتا ہے۔ **إِلَّا أَمْثَلُكُمْ** کہ اگر آگاہ نہ ہو تو بھی تمہارے مثل امتیں ہیں **فَإِنِ لِيُثَبِّتَ** اور مثل ہونا اس بات میں کہ انکی بیداریش و رزق و حالات بھی مقدر ہیں جیسے تمہارے مقدر ہیں۔ عن مجاہد رحم ہر صفت و قسم بجا چلا نام سے ہے۔ عن قتادہ رحم ایک امت ہو اور انسان ایک امت اور جن ایک امت **وَمِنْ رَبِّكَ** یعنی تمہارے مثل مخلوق ہیں۔ عن ابن عباس رحمہ ان ہر ایک میں بھی انسان کی مثلت موجود ہے جیسے شیر کہ حملہ کرتا اور دوسروں کو مار ڈالتا ہے اور سور حریص و خجس کھاتا ہے اور کتا خود بخود بھونکتا ہے اور مائدہ اسکے پرندوں میں ہیں۔ وقیل غیر ذلک۔ اور حدیث میں ہے کہ اگر کتا بنجہ امتوں کے ایک امت نہ ہوتی تو میں اسکے قتل کا حکم دیتا مگر انہیں سے ایک رنگ لگانے کو مار ڈالو۔ کافی روایت الترمذی وغیرہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے اشارہ نکلا کہ ان قریش کا فرد کی بدکاری سے تمام امتوں بچاؤں پر عذاب نہیں آسکتا۔ اور اب تو معلوم ہوا کہ امت اسلامیہ صمد ہمارے اور ہوئی۔ پھر عام عذاب ان ازلی

کافرون کے وجہ سے کیونکہ آگاہ دنیا میں کوئی باقی نہ رہتا۔ امام رازی یہ نے کیرٹن واحدی رہ سے نقل کیا جسکا حاصل یہ کہ سلف میں  
ایک جماعت کے نزدیک یہ جانور چرند و پرند دریا کی خشکی کے اصناف اہم میں اور ہر ایک کے واسطے جدا جدا تسبیح و ذکر ہو اور بعض سے نقل کیا  
کہ انہیں انکی پیغمبر بھی ہوتے ہیں بدلیل قولہ تعالیٰ وان من امت الا خلا فیہا نذیر۔ یعنی کوئی امت نہیں مگر آنگہ اس میں نذر سنانے والا نذر  
اور بیان کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانور بھی امت ہیں پس ثابت ہوا کہ انہیں بھی پیغمبر ہوتے ہیں اور قولہ ان من شی الا تسبیح بجزہ و لکن  
تافقہون تسبیح سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح للہ ما فی السموات وما فی الارض۔ و دیگر آیات سے بھی ثابت ہے اور احادیث بھی کثرت  
سے ہیں۔ اور قولہ سحر تار مع داود و اجمال سبحن و الطیر۔ اور دیگر آیات و احادیث میں پھر ان وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت ہے اور اونٹ کا آنحضرت صلی علیہ وسلم کو  
سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جبین نہ ہر تھا آپ کو آگاہ کرنا اور دیگر لغوص اس مذہب کے پوری تقویت کرتے ہیں ولیکن عوام اور بے معرفت  
لوگوں کی سمجھ سے باہر ہوتا تھا دلیل کرنا چاہیے۔ اور حدیث خمس نویسۃ یقتلن فی الحرم الحدیث حالت احرام میں اور مقام حرم میں پانچ جانور  
فاسق کا قتل روا ہوتا اور مذکور ہو چکا۔ بالکل تحقیق مقام ایک بسط چاہتا ہے اور تفسیر قولہ تعالیٰ وان متہا لما یہیطن خشیتہ اللہ الایہ  
بارہ آلم سورہ بقرہ کی تحت میں ایک جملہ صالحہ مترجم نے ذکر کر دیا ہے رجوع کرنا چاہیے۔ پھر اس مقام پر کہا گیا کہ قولہ اہم امثالکم سے جملہ  
وجوہ جنہیں مائلت ہو عموماً لینا چاہیے۔ **مَا فَطَرْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ مِنْ زَائِدَةٍ بَعْضُ تَاكِدِ اسْتِغْرَاقِ** ہوائے مائتہ  
فی اللوح المحفوظ شئیائہم نے لوح محفوظ میں کوئی بات چھوڑی نہیں **ف** یعنی سب مذکور ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید میں ہر چیز  
مذکور ہے لیکن علم و معرفت سے سب حاصل ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ و نزولنا علیک الکتاب بمیان اکل شئی ہم نے پھر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کا  
واضح بیان ہے۔ اور علماء نے کہا کہ سب مذکور ہے لیکن معرفت و فہم پر اسکا طور ہی چاہیے آنحضرت صلی علیہ وسلم پر فوب و ضج تھا اسی واسطے آپ کی  
نسبت بیان فرمایا اور وہ واضح بیان کو کہتے۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ بیان کو کہتے ہیں پس ہر ایک کے واسطے ہوگا کہ کمالی اسکے علوم نے تھا  
ہیں۔ **تَوَالِي يَتَمَّ بِحَشْرُونَ** چھوہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کیے جاویں گے **ف** بعض نے کہا کہ ضمیر عقلاء و حی ادم کی  
ولایت کرتی ہے کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہے اور بیچ میں جملہ معترضہ ہے اور نیز محشور ہونا دواب و بہائم و جمادات کا ایسے نہیں کہ وہ خطاب و ثواب و عقاب  
کی فہم نہیں رکھتے اور کلف نہیں ہیں۔ وقال الجمهور بلکہ یہ سب سے متعلق ہے یعنی جملہ اہم مذکورہ ازہی آدم و جن و طیور و دواب۔ سب محشور ہونگے  
اور ضمیر عقلاء اس اعتبار سے اہم غیر عاقلہ کو بوجہ نفل ہونے کے اہم عاقلہ کے مانند جاری کیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ دواب و طیور وغیرہ کا  
بھی حشر ہوگا انسان کے۔ قال المفسر فی فیضیہم و یفقص للجماع من القرآن ثم یقال لہم کو نوا ترایا۔ پھر انہیں فیصلہ و انصاف  
کر دیا جائیگا اور سنگوں والے سے بے سنگوں والے کا قصاص لیا جائیگا اگر اس سے زیادتی کی ہے پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ۔ اور  
یہی ایک جماعت سلف سے جنہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ بھی فرمایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد سے مروی ہوا کہ یہاں تک  
حشر یہ کہ مر جاویں۔ اور قول اول اصح ہے کیونکہ امام احمد نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے دو بکروں کو لڑتے دیکھا کہ فرمایا  
کہ اے ابو ذر تو جانتا ہے کہ یہ کس بات میں لڑتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور قیامت میں دونوں  
در بیان انصاف فرمادیا۔ اور عبد الزاق نے اسکو ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی آنحضرت صلی علیہ وسلم نے جماعت حاضرین  
سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کیوں لڑتی ہیں اے آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت میں اسقدر زیادہ ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا  
کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے ہم کو ایسے حال میں چھوڑا کہ کوئی اُڑنے والی چیز یا بھی ہو اسکا بھی ہم سے علم بیان فرمایا۔ اور عثمان رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے

زندہ میری رات میں اور ان کیڑے پتنگوں نے اس میں گرتا شروع کیا اور کہتے ہی روکے جاتے ہیں نہیں جاتے ہیں ویسے ہی لوگن کا حال کہ میں انکو پکڑ کر کھینچتا ہوں اور یہ لوگ مجھ پر دستہ کرتے اور چھوٹ چھوٹ آگ بن گھیسے جاتے ہیں۔ پھر اوتھاپے عروجل تھی آپ کو ایک حکمت و اشارہ تعلیم فرمایا جسکا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اس قدر ہو کر فرمایا۔ **إِنَّمَا كُنْتُمْ مَحْجُوبِينَ** یعنی تیری بکار و ڈراوے کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ **وَالْمُؤْمِنُ يَتَخَصَّصُ اللَّهُ** اور مردوں یعنی کافروں کو تو اللہ تعالیٰ سے اٹھا دیگا۔ **لَعَلَّ الْكُفْرَ يَرْجِعُ عَنْكُمْ** پھر اللہ تعالیٰ کی طرف پھرے جائینگے **فَإِنَّ** وہ انکو انکی بدکاریوں کی سزا دیگا۔ اور شاید کہ اللہ کی ضمیر ہر دو فرق میں سے ہر ایک کی طرف راجع ہو لینے ہر ایک کو اسکے لائق بدلا دیگا پس زندوں یعنی دونوں کو ذاب دیگا اور مردے کافروں کو عذاب دیگا اور کلام میں حسن بلاغت ہو کہ کافروں کو قبروں سے زندہ کر کے اٹھا دیگا حالانکہ وہ مردے ہونگے جیسے آپ ہیں۔ اس میں دلیل ہو کہ حقیقی زندگی وہ ہو جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو۔ ابن کثیر رحم نے ذکر فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ **وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلْنَاهُ عَلَىٰ الْهَدْيِ** میں ابن عباس رضی سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر حرص کرتے تھے کہ سب لوگ ایمان لائیں اور ہدایت پر ہو جائیں پس حق تعالیٰ نے خبر دیدی کہ نہیں ایمان لادے گا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اول میں سعادت سابق ہو چکی ہو اور واضح ہو کہ ہر آیت میں عبارت کو دخل نہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ بعثت بجوامع الکلم و انما افصح العرب والعجم۔ یعنی میں مبعوث ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہیں اس سے احکام شرع و اشارات و حقائق اور وہ جو متعارف و انور متعارف ظاہر ہو جاتے ہیں۔ قال المتحرر **لَمْ** اگر کہا جادے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی میں کیا استدلال بقولہ **لَا يَخْلُقُ عَنْ دُونِ** ای ان ہوا لا وحی یوحی۔ اور یہی تحقیق ہو تو جواب یہ ہو کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات امر دین و حقائق مغربت میں آپ فرماتے تھے وہ مضمون روحی خفی آپ کو العاء ہوتا تھا اور یہ صحیح ہو کہ کلام بیان اس مضمون کو عبارات میں ادا کرنے میں ہو پس آپ کمال اعلیٰ نبوت میں تھے کہ اسکو اپنے کلام میں ادا کر سکتے تھے اور علماء اس بات میں متفق ہیں کہ وحی خفی کسی خاص عبارات میں نہ تھی پس اسکو ادا کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے بخلاف وحی جلی یعنی قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع و معجز بتعلیم الہی عروجل تھی اسلئے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہو اور قرادات مختلفہ وہ خود مختلف تھیں اور اسی واسطے جن قرارات سے احکام مختلف نکلتے ہیں انکو علماء ربانی نے بمنزلہ دو آیت کے قرار دیا ہو اور یہ صحیح ہو کہ آپ نے فرمایا کہ میں دیکھا ہوں قرآن واسکے ساتھ اسکے مثل۔ یعنی احادیث جو وحی خفی ہیں اور اسی کو سنت سے بغیر کہتے ہیں اور یہ خود دلیل ہو کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی ہیں تاکہ صادق ہو کہ آپ کو وہ عطا ہوئے ہیں گو نظم کلام میں اسکو ادا کرنے میں آپ امین الہی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل رکھنے والوں کے حالات طح طح کے تھے ہیں حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں صحیح ہو کہ ان رجلا بکار لا یلاک عینیہ اذا قرأ القرآن۔ یعنی جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھوں کو نہیں تنہا کر سکتے تھے بے اختیار بہت رونے لگتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پرچہ تھا کہ آپ کا سینہ مبارک مثل دیگ کے جوش کرنا تھا یعنی ایسی آواز آتی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہو اور صحیح حدیث میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہو کہ نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ والطور پڑھی گویا سیر قلوب اڑا جاتا تھا پس یہ قسم تھی کہ آنکی شمار و محض فہم اٹھاتے تھوڑے سے بیان میں نہیں آسکتی بلکہ بیان اسکو تحمل نہیں کیونکہ بیان طبل ایک پتا ہو کہ اسکو عارف بالکمال ہی سمجھ سکتا ہو پھر بیان سے کیا فائدہ ہو اور ایسی ہی عثمان بن عفان سے ثابت ہو کہ رات میں قرآن مجید ختم کرنے اور بعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہیں اور ابو حلیفہ امام الفقہاء رحم سے بھی رات میں ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہیں ہو کہ



تمام و کمال قرآن ختم کرتا مراد ہو لیکن یہ محکمت و تقنع و تقنع و توبہ نہیں تھا بلکہ انکشاف خاص تھا۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام و انواع مختلف آیات پر مختلف ہوں تو نہیں دیکھنا کہ ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ پر تمام رات گزار دی حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ اور یہ بات اور دن کو حاصل نہ تھی پس انکو بعض میں بعض سے موافق فہم خطاب کے ایک دوسرے سے مزید انکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ انکو بڑھاتا یہ جانا تھا اور چونکہ فہم اصل ہر لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فہم تیزی کرنے والوں کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھیں اور خود صریح کر دیا کہ جو نہ سمجھا اسے کچھ نہ پڑھا اور جو لوگ اپنے آپ میں قوت بیان کرتے تھے انکو بھی قطعاً منع کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ تحقیق یوں ہر اس واسطے کہ وہ لوگ عامل تھے اور خود غلط فہم معرفت و حقیقت کو پہنچاتا ہر جبکہ عنایت ازلی متعلق ہو اور مترجم اپنے زمانہ میں سوائے چشم حیران و دیدہ گریان کے کچھ نہیں دیکھتا نہ فہم جو نہ معرفت نہ دل نہ سماع خطاب۔ پس یہی نظر آتا ہے کہ یہود و نصاریٰ مشرک ہو کر بلاغت کلام اللہ دھونڈتے اور ٹٹولتے ہیں اور بہت سے لمحہ لکے سمجھتے ہیں اور بیچارے مسلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہیں کیونکہ توحید و تقویٰ و اسرار سنت سے بچے پڑے ہیں اللہم ایدنا بالایمان المتین و وقنا واثم الرحمہ الراحمین۔ اہل معرفت و علماء جو محض ظاہر یہ طریقہ نہیں رکھتے ہیں وہ فوب قرآن مجید کے اعجاز پر یقین رکھتے ہیں کہ عجیب معجزہ ہے کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام بنی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلا تردد و وزن کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ بخلاف وہو اعجاز کے ایک ہی وجہ ایسی ہے کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سننے کی نفی کی تو یہ معنی نہیں کہ اس کے کاذب سے نہیں سنتے کیونکہ وہ بہرے نہیں تھے بلکہ یہ معنی ہیں کہ مشاہدہ و معرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہیں سنتے تھے۔ ابن عطاء نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خبر دی کہ سننے والے ہی زندہ ہیں اور یہ اہل خطاب و قبولیت ہیں اور قولہ والوئی میثم اللہ سے خبر دی کہ باقی لوگ مخلوق کے مردے ہیں۔ قال المترجم آگاہ رہنا چاہیے کہ حدیث شریف میں صحیح ہے کہ مردے پر قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اسکو سوائے جن و انسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ و زاری سنتی ہے اور ان دونوں جن و انسان پر پردہ استخوان ہے اگر یہ سنتے و دیکھتے تو ایمان بالغیب کے کوئی معنی نہ تھے پس ہوشیار رہنا چاہیے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نَزَّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ طَافُلًا اِنَّ اللَّهَ فَادِرٌ عَلٰی اَنْ يُنَزِّلَ

آیہ و لیکن اکثرہم لا یعلمون و ما من دابة فی الارض ولا طیر

یظن بجناحہ الا امما مثلکم ما فرطنا فی الکتب من شیء ثم

الی ان یوم یحشرون و الذین کذبوا بآیتنا صر و بکوف الظلمات

من یشاء اللہ یضلہ ط و من یشاء اللہ علی صراط مستقیم

جسکو چاہے اللہ کراوے اور جسکو چاہے ٹال دے

یعنی یہ کلام منجر نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس میں سب نے عہد کیا کہ آئندہ ایسا نہ کریں گے کیونکہ فتنہ کرتے تھے کہ وہاں قریش یہ بات سمجھیں اور جانیں تو فتنہ میں پڑ جاویں گے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی ہر ایک آیا بدین گمان کہ دوسرا تو بسبب عہد کے نہ آیا ہوگا پھر صبح کو راسخہ نے پھر انکو اکٹھا کر دیا تو آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی اور آئندہ ایسا نہ کرنے پر عہد کر لیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی آئے پھر صبح کو حتی عہد باندھا اور شرف ہو گئے پھر انھیں بن شریق نے دن نکلا اپنا اعضا اٹھایا اور ابوہریرہ کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوہریرہ تیرے جو کچھ محمد سے سنا اس میں تیری کیا رائے ہو اس نے کہا کہ اے ابوہریرہ میں نے واسعت بہت سنی باتیں سنیں کہ میں نے انکو پہچان لیا اور جانتا ہوں کہ اُن سے جو کچھ مراد ہو اور بہت ایسی باتیں سنیں کہ انکے معنی و مراد ہمیں پہچانتا ہوں پس انھیں نے کہا کہ واللہ میری بھی یہی کیفیت ہو پھر اسکے پاس سے نکلا ابوہریرہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوہریرہ تیری کیا رائے ہو اس نے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہم نے اور بنو عبد مناف سے باہم شرف میں مقابلہ کیا پس انھوں نے مسافروں کو کھانا دیا اور ہم نے بھی کھانا دیا اور انھوں نے بار اٹھایا ہم نے بار اٹھایا حتی کہ جب ہم برابر ہو گئے تو اب وہ کہتے ہیں کہ ہم میں بنی ہو چکے ہیں اس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم اسکو کہاں سے پاویں گے واللہ میں تو سپر کبھی ایمان نہ لاؤں گا اور نہ ہرگز اسکی تصدیق کروں گا۔ پس انھیں اسکو چھوڑ کر چلا آیا۔ اور ابن جریجر نے سدی رحم سے روایت کی کہ جب بدر کے لڑائی کا دن ہوا تو انھیں بن شریق نے بنی ہاشم سے کہا کہ محمد تمھاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات میں زیادہ افاق ہو کہ اس سے برائی کو دفع کرو پس اگر وہ بنی ہو تو آج اس سے قتال نہوگا اور اگر چھوٹا ہو تو تم نے اپنے بھانجے سے برائی کو دور رکھا۔ تم ابھی جلدی مت کرو ذرا میں ابوہریرہ سے جا کر ملاقات کروں اور اسی روز اسکا نام انھیں مشہور ہوا اور نہ ابی بن شریق نام تھا بلکہ وہ ابوہریرہ سے ملا اور کہا کہ اسوقت میرے اور تیرے سوا اے بیان کوئی نہیں ہو بھلا بھلا کہ محمد سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابوہریرہ نے کہا کہ خرابی ہو تیری اسے محمد تو واللہ سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن جب بنو قریظہ تمام اچھی باتیں لوائے و مقابلت و خانہ کعبہ کے درباری نے چکے تو اگر ساتھ لے بیوت وہی لیجا دیں تو پھر باقی عرب کے واسطے رہ گیا جائیگا۔ قال المترجم اس روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتی کہ ابوہریرہ تک آنحضرت صلیع کو جھوٹا نہیں جانتے تھے لیکن آیات الہی سے انکار کرتے تھے۔ اور مترجم لکھا ہے کہ پہلے جو آیت گزری یعنی قلہ و بدلاہم ما کا لا یخفون من قبل۔ کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ **وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولًا مِّنْ قَبْلِكَ** اور اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی رسول بھیجے تھے انکو جھٹلاتے گئے ہیں و ف یہ جملہ موکہ آنحضرت صلیع کی تسلی کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافروں کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ محفوظ نہیں بلکہ اگلے بہت رسولوں کو انکی امت نے جھٹلایا۔ **فَصَبِّرْ وَاعْلَمَ مَا كُنْتَ تُعْلَمُ** پس ان رسولوں نے بھی انکو جھٹلایا ہے پر صبر کیا۔ **وَأُوذُوا** اور انکو ایذا دینے پر صابر رہے۔ حاصل آنکہ برابر تکذیب و ایذا پر صبر کرتے رہے۔ حتیٰ **أَلَمْ تَصُبِّحْ يَوْمَئِذٍ فِي هَذِهِ نَارًا** انکو ہماری لغت پہنچے **فَن** کہ قوم موذی ہلاک و زیر ہوئی۔ پس تو بھی صبر کر یہاں تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہوں اور تجھ کو غلبہ ہو **وَلَا مَبْدَلَ لِّكَ مِمَّا كُنْتَ تُعْلَمُ** اور اللہ تعالیٰ کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہیں ہے **فَن** یعنی وہ نہ فتح و نصرت ہو نہ ہلاکت۔ مومنین کے واسطے عموماً نمود و ہراسکا مبدل کوئی نہیں ہے۔ کہا قال قتالے **وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَاتُنَا لِمَنْ الْمُسْلِمِينَ** انہم لہم المنصورون وال خیرنا لہم الناعلون۔ یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مسلمان کے لیے سابق ہو چکا کہ وہی تو منصور رہیں اور ہمارے ہی لشکر غالب ہوں۔ اور فرمایا کہ کتب لہم لا غلبین انما ورسلی ان اللہ قوی عزیز۔ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوں گے۔ ہ۔ پس اس میں خیر غیب و روشن فتح

و نصرت ہر۔ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَائِ الْمُرْسَلِينَ اور البتہ تیرے پاس رسولوں کے اخبار سے آچکا ہو۔ یعنی اخبار انبیاء دیگر تجھ کو پہنچ چکے کہ یہ نکر وہ منظر و منصور ہوئے ہیں وہی سنت الہی جاری ہو تجھ کو صبر و اطمینان رکھنا چاہیئے۔ اور اس تبصیغہ ہر کیونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہنچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح و نصرت رسل عموماً معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالیں پہنچ چکیں تو اطمینان کے واسطے کافی ہر کہ عوم نصرت مراد ہر فہم۔ **وَإِنْ كَانَتْ كِبَرُ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ** آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غناک و محزون ہوتے اور فو اشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ مانگتے جاوین انکو دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہو کہ ایمان لاوینگے اور وہ کبھی کہتے کہ مکہ چڑھا و وسیع ہو جاوے اور کہہ صفا سونے کا ہو جاوے بالجملہ غنا و دھن و دھرم کی سہی باتیں مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے انہر اکتفا نہیں کرتے پھر اور مانگتے تھے **وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ** نے فرمایا **وَإِنْ كَانَتْ كِبَرُ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ** اگر تجھ پر انکا کٹھ موڑنا اگر ان گردتا ہو پس۔ **فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ** اگر استطاعت ہو تجھ کو کہ سر و اب زمین میں ڈھونڈھے۔ **فَمَا تَبْتَغِيهِمْ يَكُنْ رَاحَةً لَكَ فِي سَبِيلِ الْكِبَرِ** تاکہ تحت الثری کی طرف پہنچ کر کوئی آیت لاوے جو انکے **وَإِنْ كَانَتْ كِبَرُ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ** یا سیرھی کہ آسمان میں لگاوے۔ **فَمَا تَبْتَغِيهِمْ يَكُنْ رَاحَةً لَكَ فِي سَبِيلِ الْكِبَرِ** تاکہ پاس معجزہ دآیت لاوے **فَمَا تَبْتَغِيهِمْ يَكُنْ رَاحَةً لَكَ فِي سَبِيلِ الْكِبَرِ** تاکہ اس سے تعلیق بحال مقصود ہو اور معلوم ہو کہ یہ دونوں باتیں ازراہ عادت و وقوع کے بحال ہیں اور اسقدر کفایت ہر حال یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی و اعراض واقع ہوا یہ سابقہ علم ازلی ہر کہ انہیں سے بعض کے حق میں کفر مقدر ہو اور وہ ضرور ہونے لگا ہو اور آنحضرت صلعم کی استطاعت و قدرت میں اسکی صلاح ممکن نہیں ہر بدون ارادہ الہی کے پس ایک بحال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس امر حال کی قدرت ہو تو کہ۔ اور خلاصہ یہ کہ یہ صلاح تیرے امکان میں نہیں ہو پس تو عنما کہ مت ہو اور تقدیر الہی پر ثابت صاف ہو کیونکہ حکمت الہی اس سے برتر ہو کہ بندہ اسکو ادراک کرے ساور اسمین بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہو کیونکہ اسوقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدود ہیں سب مسلمان ہو جاوینگے یا نہوینگے لیکن خبر دیدی کہ قطعاً سب مسلمان نہوینگے اور بدون وحی و غیب کی خبر کے کوئی نہیں ایسا کر سکتا کہ چند معدود کے حق میں کہہ دے کہ یہ سب کے سب تابع نہوینگے۔ پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن امت و اولوں کو بھی اسیر عمل واجب ہو کہ کافروں کے کفر پر اور انکے جہے و اثرے پہنے پر تعجب سے نہ دیکھیں **إِلَّا أَنْ تَكُونَ قَدَرْتُ** الہی کا مشاہدہ کریں اور غم نہ کھاوین کیونکہ اسمین حکمت الہی ہر کہ سب کے سب مسلمان نہون اور اس حکمت کو اور مصلحت کو بندہ کی عقل بوجہ ادراک نہیں کر سکتی ہو اور یہ نہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب سے آخری حالت میں متعلق نہو اسی واسطے فرمایا **وَكَوْشَاءَ اللَّهُ لَجَمْعِهِمْ عَلَى الْحُدُودِ** اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ انکو ہر ایت پر جمع کرے **فَمَا تَبْتَغِيهِمْ يَكُنْ رَاحَةً لَكَ فِي سَبِيلِ الْكِبَرِ** تاکہ اسکی حکمت و مصلحت ہو اور وہی خوب دانا و حکمت والا ہو۔ **فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ** سو تو جاہلون میں سے مت ہو۔ کیونکہ کافروں کے انکار و اعراض پر غم کھانا اور یہی چاہتا کہ سب ایمان پر ہو جاوین یہ جاہلون کی شان ہو اور آنحضرت صلعم کو اذتعالیٰ نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا کہ تو جان بوجھ کر اس حرص میں مت پڑ اور ان باتوں کو حضرت حق عزوجل عالم الغیب و الشہادۃ کی حکمت پر چھوڑ دے اور چونکہ آنحضرت صلعم کافروں کے حال پر شفقت کر کے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آگ سے بچ جاوین اور اس جہالت و ظلمت سے نکلیں اور اس پر نہایت حریص تھے لہذا خطاب میں ایک گونہ سختی فرمائی ہر تاکہ آپ اس غم و سنج سے بالکل الگ ہوں اور حدیث شریف میں ایسے بہت بیانات آئے ہیں کہ آپ نے مثل بیان کی کہ کسی نے آگ روشن کی

بعث وحشدا سپر مبنی دیگر گناہ ایسے مند پد ہونگے کہ ہندہ موجد کے اگر گناہ ہوں تو ویسے نہیں ہو سکتے ہیں۔ **الْاَسَاءَ مَا يَرْبُونَ**  
 آگاہ ہو کہ نہایت بدترین بوجھ ہو جو اٹھائے ہونگے۔ یا جو دنیا میں اپنے اوپر لا دے ہیں۔ فتادہ رض نے کہا کہ بس مال معلون اور  
 ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بس اکل جملہ۔ یعنی ہری لادی کہ انہوں نے لا دہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو فحاشی کی جو فقط  
 زندگی اسی دنیاوی حیات کو جہنت تھے اور کہتے تھے کہ ان ہی الاموات الدنبا۔ چنانچہ فرمایا۔ **وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا** یعنی  
 نہیں ہو اشتغال اس حیات دنیا میں۔ **اَلْاَلْعِبْ وَكَلٰھُ** مگر لہو و لعب فن۔ یعنی جو شخص کہ اس زندگی دنیا میں اس  
 حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہو تو اسکا مشغل فقط لہو و لعب ہو جسکا کچھ اعتبار نہیں ہو بلکہ وہ باطل و بے بنیاد ہو۔ اگر کہا جاوے  
 کہ حیات دنیا کا مشغل اگر لہو و لعب ہو تو نماز روزہ بیکار ہو گا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہیں ہو۔ بلکہ جملہ طاعات دنیاوی  
 سب امور آخرت سے ہیں نہ مشغل دنیاوی سے ہاں یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھانے کو دنیا کمانے کے لیے  
 کرتے ہیں وہ اللہ شغل دنیاوی ہو کر بیکار ہوا۔ اور تو معروف اور ہر وہ چیز جو تجھ کو یاد آتی اور اس کے تعلقات آخرت سے جہاں  
 کہ اس کے تعلقات شرعی ہوں ان سے مشغول کرے وہ لہو ہو۔ **وَلَلْآٰدِرَ الْآخِرَةِ** لام تاکید ہو اور مراد جنت ہو اور ابن عاصم نے  
 ولہ ار الا حسرتہ۔ اضافت پڑھا اے دلدار الحیدرہ الآخرة۔ خیر یعنی اللہ دار آخرت بہتر ہے زندگی دنیا سے۔ **لِلَّذِیْنَ**  
**یَتَّقُوْنَ** ان بندوں کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہیں شرک و کفر سے یعنی موجد و مسلم ہیں۔ **اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ** ذلک فیہ منون۔  
 کیا سمجھتے نہیں شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آؤین و شرک چھوڑین۔ اور یہ بنا بر انکہ یعقلون بعینہ غائب موافق اکثر قاریوں  
 کے قراءہ کے ہو اور نافع و ابن عامر نے تعقلون بعینہ خطاب پڑھا اور اس صورت میں یہ خطاب تو بیخ کے ساتھ غضب کو

بھی مشہور ہے۔ فافہم۔  
**قَدْ نَعْلَمُ اِنَّہُ یُکَذِّبُکَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاْتَمُرْ لَیْکَ بُنُوکَ وَلٰکِنَ الظَّالِمِیْنَ**  
 ہم جانتے ہیں کہ تجھ کو غم دلائی ہیں انکی باتیں۔ سودہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف  
**بَاٰیٰتِ اللّٰہِ یُجَادُّوْنَہٗ وَلَقَدْ کَذَّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ فَصَبْرُوْا عَلٰی**  
 اللہ کے حکموں سے منکر ہوئے جانتے ہیں اور۔ جھٹلا رہے ہیں رسولوں کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرنے رہے  
**مَا کُذِّبُوْا وَاُوْدُوْا حَتّٰی اَتٰھُمْ نَصْرُنَا وَاَلَمْ یَبْدَلْ لِّکَلِمٰتِ اللّٰہِ**  
 جھٹلانے پر۔ اور انہیں جب تک پہنچی انکو مدد ہماری اور کوئی۔ بدلنے والا نہیں اللہ کی باتیں  
**وَلَقَدْ جَاۤءَکَ مِنْ نَّبَآئِ الْمُرْسَلِیْنَ ۚ وَاِنْ کَانَ کِبَرٌ عَلَیْکَ اَعْرَاضُہُمْ**  
 اور تجھ کو پہنچ چکا ہو۔ کچھ احوال۔ رسولوں کا۔ اور اگر۔ تجھ پر بھاری ہو۔ انکا تقاضا کرنا  
**فَاِنْ لِّسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیْ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلٰمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاٰیہُمْ**  
 تو اگر ہو سکے۔ تو نہ نکالنی کوئی سڑک۔ زمین میں۔ یا کوئی پیرھی۔ آسمان میں۔ پھر انکو لادو  
**بَاٰیۃً وَّکَوْشًا ۗ اللّٰہُ لَجَمَعُہُمْ عَلٰی الْهُدٰی فَلَا تَکُوْنُ مِنَ الْجٰہِلِیْنَ**  
 ایک نشان۔ اور اگر اللہ چاہتا۔ جمع کر لے گا سب کو۔ سو تو اہم ہو۔ راہ پر۔ اور ان میں



اِنَّهَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتِ يَسْتَجِيبُ اللَّهُ ثُمَّ اِلَيْهِمْ جَعُولٌ  
 نے وہ ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اٹھا دے گا اللہ پھر اسکی طرف جاوے گا  
 مَنَعَكُمْ اس میں قدر واسطے تحقیق کے ہو بمعنی قدر علنا۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی گئی باہر طور کہ جو علم قدیم  
 سے معلوم تھا اور اس وقت بھی معلوم ہو کہ انھوں نے تیری تکذیب کی اور تجھ کو اس پر حزن و ماتم ہے۔ اِنَّهُ لَيَحْزَنُكَ الَّذِي  
 تَقُولُونَ یعنی ابکو معلوم ہو یہ بات کہ تجھ کو حزن و ملال دیتی ہو وہ بات جو مشرکین کہتے ہیں من یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہیں اور  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غایت شفقت سے نہیں چاہتے تھے کہ جھٹلا دیں اور ہلاک ہوں اور حرص کرتے تھے کہ مسلمان ہو جاؤں و قد قال تعالیٰ لعلک  
 فتح لفسک ان لا یکوفا مؤمنین۔ اور فرمایا لعلک باخلف لفسک علی آثارہم ان لم یؤمنوا بهذا الحدیث اسقاط اور نیز حکم دیا کہ فلا تذبذب لفسک  
 سرات علیہم۔ حاصل آنکہ ہم جانتے ہیں کہ انکا جھٹلانا تجھ کو محزون کرتا ہے لیکن تو مت غم کھا۔ فَاِنَّهُمْ لَا یَسْکُنُ بُؤْسًا  
 لِّکِنَّ الظَّالِمِیْنَ بِآیَاتِ اللّٰهِ یُحْجِدُوْنَ کیونکہ وہ تجھ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے آیات الہی سے  
 ان بوجھ کر انکار کرتے ہیں من واضح ہو کہ لایکذبونک عند یاز تکذیب پڑھا گیا اور تخفیف بھی پڑھا گیا ہو اور مفسر رحم نے معنی یہ بیان  
 کیا کہ باطن میں تجھے نہیں جھٹلاتے یعنی دل سے تجھے جھوٹا نہیں کہتے ہیں پس آئندہ جو تکذیب مذکور ہو وہ زبانی تکذیب ہو پس دونوں  
 میں منافات نہیں حاصل آنکہ زبانی جھٹلاتے اور دل سے نہیں جھوٹا جانتے تھے اور شاید مراد یہ کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے سچے ہونے کے بچپن سے قائل تھے اور آپ کو اپنے درمیان میں بہت امانت دار جانتے تھے۔ اور بعض ایسا میر میں ہو کہ قرآنہ التثبیہ  
 کے معنی یہ کہ تجھ کو جھوٹ کی طرف نسبت نہیں کرتے اور جو کہتا ہے اسکو دل سے رد نہیں کرتے کیونکہ انکو تیری سچائی معلوم ہو اور قرآنہ التثبیہ  
 کے معنی یہ کہ تجھ کو جھوٹا نہیں جانتے ہیں اور یہ محاورہ عرب ہو کہ بولتے ہیں کہ اذبت فلانا۔ یعنی میں نے اسکو جھوٹا پایا اور۔ اذخلت فلانا۔  
 میں نے اسکو خیل پایا پس لایکذبونک تخفیف بمعنی آنکہ تجھ کو کاذب نہیں پاتے۔ حاصل معنی آیت کے یہ کہ انکا جھٹلانا تیری ذات کی طرف  
 راجع نہیں بلکہ جو پیغام الہی قولا یا ہو اسکی طرف راجع ہو۔ قال الشیخ ابن کثیر رحمہ اللہ یعنی تجھ کو جھوٹ سے متمنع نہیں کرتے نفس الامریہ میں  
 دیکھنا لایکذبونک الہی سے انکار کرتے ہیں یعنی حق سے عناد کرتے اور اپنے سینوں سے اسکو دفع کرتے ہیں چنانچہ حضرت علی رضی اللہ  
 وجہ سے روایت ہو کہ ابو جہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تجھ کو نہیں جھٹلاتے لیکن جو قولا یا ہو اسکو جھوٹ جانتے ہیں پس  
 اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ فانہم لایکذبونک ولکن الظالمین الا یہ۔ اسکو حاکم رحم نے بھی روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے یہ شراہ تجارتی  
 وسلم۔ اور ابو یزید مدنی رحم سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو جہل ملا اور اسنے آپ سے مصافحہ کیا تو ایک مشرک نے  
 اس سے کہا کہ میں تجھے یہ کیا دیکھتا ہوں کہ تو اس صابئی سے مصافحہ کرتا ہو تو ابو جہل نے کہا کہ واللہ میں جانتا ہوں کہ وہ نبی ہی  
 ولیکن بجلالہم لوگ کب عبد مناف والوں کے تابع ہو سکتے ہیں پھر ابو یزید رحم نے یہ آیت پڑھی فانہم لایکذبونک ولکن الظالمین الا یہ  
 رواہ ابن ابی حاتم۔ اور قتادہ و ابو صالح نے کہا کہ وہ تجھ کو رسول اللہ جانتے ہیں اور انکار کرتے ہیں۔ اور محمد بن اسحاق نے  
 زہری رحمہ اللہ سے قصہ ابو جہل میں یوں روایت کی کہ رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآنہ سننے کو ابو جہل و ابو سفیان و اخنس بن  
 شریح آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے آئے تھے اور آپس میں ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہاں سے  
 جہل دیے ولیکن راہ میں آپس میں ملے تو ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیوں آیا تھا اسنے بیان کر دیا کہ بات یہ تھی۔

بھگے ہوئے نیکیت میں سرگردان ہوئے حالانکہ اگر ان نیکیت کے مقامات کو حقیقت میں پہچانتے تو معارف میں پہونچ جاتے کیونکہ نیکیت سے بیزاری ہی معرفت اور یہ مقام انکے سببوں ہی میں تھا اور وہ لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانیوں کی شہرت میں بغیر اختیار کے سبب نادانی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہیں ہو کہ جسکو بغیر کسی کائنات کے دیر سے جس سے رضائے الہی کے طریقہ کو پہچان جاتا ہو اور وہ شخص اسکو خود پہچان جاتا ہو اور سن لیتا ہو لیکن اپنے دل میں خفیہ سے لیتا ہو اور جب قدر وہ نفس کے چاہ و ضلالت میں زیادہ گرفتار ہونے سے تائب کو پردہ غلات میں لٹو چاہے ہوتا ہو اسبق قدر اسکو اس الہام پر اعتقاد کم ہوتا ہو اور وہ اس کے عین دل میں خفیہ رہتا ہو کہ وہ بال سے باریک ہو اور چوٹی سے زیادہ اسکی چال خفیہ ہو مگر باوجود اسکے وہ اپنے دل میں اسکو جان ضرور جانتا ہو اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہو کہ پردہ انہیں کرتا ہو پس استدلال سے قیامت میں وہ اسرار خفیہ انکو عار دلانے اور انہیں تجت الہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کر دیے۔ بعض نے فرمایا کہ انکے علم کے قلب سے جو ہر ارادین خفیہ تھے انکا تاہر ہو گا۔ ابو العباس دیلمی رح نے کہا کہ مرکز حقیقی و دنیایاں عالم بھی اسکے اشارہ میں شامل ہیں کہ لوگوں کو انہی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے ستی اور باخدا دکھاتے اور دل میں خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو انکا یہ فریب و کرم بھی اس دن ظاہر ہو گا پس نیک بندہ دن و سہ پہر مومن کے متاثرہ میں اپنے پیچ ہونے کو ظاہر کرینگے۔ قولہ و لڑی اذ و قوا علم رہم ط۔ ابن عطاء نے فرمایا کہ بیان سے وقت قہری مراد ہو اور اگر انکو وقت کرامت ہوتا اور اشتیاق میں کھڑے ہوتے تو انکار کرامات سے وہ کچھ کہتے کہ انکو نہایت ہی سبب ہوتا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

قَالُوا الْحَسْبُ نَسَائِلُ مَا فَرَّطْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْ زَانَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ

الْأَسَاءَ مَا يَرِيؤُنَ ۚ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَكَلْهٌ

وَلَكِنَّ الْآخِرَةَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَشْقَوْنَ ۚ أَفَلَا تَشْقَوْنَ ۚ

یہ وہی لوگ ہیں جنکا ذکر اذیر ہوا اور انکا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہیں اور بعثت و حشر سے منکر ہیں اور حشر ان خسارہ پاتا۔ اور وہ تجارت و حقیقہ مع یعنی خرید و فروخت میں ہوتا ہو۔ وقد قال فی شان اننا نقبھن فماتت تحت حمایہ یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت سے انکار کیا تو اس میں خسارہ سخت اٹھایا اور مراد یہاں حشر ان سے ذاب عظیم جاتا رہتا بلکہ عذاب حجم خواہ مخواہ حاصل ہوتا اور تقاریر ملاقات اور انہیں دلائل ہو کہ قیامت میں دیدار باری تعالیٰ مومن کو نصیب ہو گا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہو اور مفسر رح نے کہا کہ تقاریر الہی کی تکذیب اس طرح کہ بعثت و حشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ بعثت سے منکر ہو وہ دیدار سے منکر ہو۔ قال تعالیٰ۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ لَوْ كُنْ لَقَا لَعَلَّاهُمْ خَسَارًا

پڑھے فس اور وہ خسارہ دائمی ہے انتہا ہو لیکن انکے جھٹلانے کا ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے اپر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ قرآن  
 حتیٰ اذا جاءتهم الساعة بغتة یہاں تک کہ جب انپر قیامت اچانک آجاو گی فت یا موت آو گی کیونکہ حدیث  
 میں آیا ہے کہ جو مر اسکی قیامت قائم ہو گئی اور مراد آثار موت ہیں جو اچانک طاری ہو جاتے ہیں پس صفات محدثہ جو اسے مقدمات  
 الساعۃ۔ حاصل آنکے جھٹلاتے رہے لقا الہی کہ بعد رانکار بعثت کے یہاں تک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ قیامت ہے یا قیامت  
 آگئی۔ قالوا الحسرتنا علی ما فرطنا فیہا لو کنے لگے کہ اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا میں تقصیر کی فت  
 حسرت در حقیقت متادی نہیں مگر یہ غایت تحسیر اور بقول سبب وہ ایسی ندامت میں مجازاً حسرت کو پکارا ہوا ہے کہ اے حسرت بس یہ  
 تیرے حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو۔ والتفريط کسی چیز میں باوجود قدرت کے تقصیر کرنا۔ اور قہما کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہے  
 یا بجانب دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے۔ اور آجین جریر رحم نے کہا کہ قہما کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا  
 کے عوض آخرت کو بچنے کے صفقہ میں جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت میں ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط میں سخت حسرت کھائی  
 کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہیں ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے۔ اور ابوسعید خدری رحم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسرت  
 یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھ کر بہت نکلے ہوئے ہیں یہی حسرت ہے جو حکایت فی قولہ تعالیٰ یا حسرتنا۔ میں مذکور ہے۔ رواہ ابن جریر  
 وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردودہ وغیرہ بکثیر تصحیح۔ بالجملہ حسرت دہم سے اپنی تقصیر و الزلزلان ہو گئے اور حال یہ ہوگا کہ وہ تھکے تھکے  
 آؤنزلہم علی اظہم ویرحمہم دے دے گئے اپنے گناہوں کو اپنی بیٹھوں پر فت۔ این طور کہ فردن سے  
 اٹھائے جلتے کے وقت انکے یہ اعمال آویٹے انکے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت میں اور نہایت بدبودار چیز کے مانند لوہے  
 پس اپر سوار ہو جائینگے۔ اور یہ معنی جو مفسر رحم نے ذکر کیے ہیں بعض تابعین مثل ابو روق وسدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے  
 روایت کیے ہیں اور چونکہ اسمین قیاس کو دخل نہیں لہذا سمع ہوئے۔ اور معنی میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت  
 خبیث و قبیح تھے اور سدی رحم کی روایت میں ہے کہ اس بد شکل و بدبو کے ساتھ قبر میں اس مشرک کے ساتھی رہینگے اور وقت بعثت و  
 حشر کے اپر سوار ہونگے کہ دنیا میں تو ہم سوار تھا آج ہم تجھ سوار ہیں اور کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب  
 مثل فراوے اور کوئی شک نہیں کہ ان عوارض کے واسطے دنیا میں ایک ہیات ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت میں جان بڑا  
 ہوا ہے پس خبیکی یہاں صورت نظر نہیں آتی وہاں اسکی صورت نظر آسکتی ہے۔ اور حکماء یونان اسمین کوئی کلام نہیں کر سکتے بلکہ وہ توجہ اہر کی  
 صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اپر انکی حکمت کے قوانین بینی ہیں اور شیخ ابکر قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ حجت پیش کی ہے  
 کہ قیامت و دار آخرت میں نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور انکا وزن ہوگا اور اہل عقل و اہل علم اس امر میں اتفاق رکھتے ہیں  
 ان اس زمانہ میں بعضے لمحد و جال ایسے ہیں کہ عوام کو جنگی سمجھ ان علوم تک سبب لاعلمی کے نہیں پہنچتی ہے ہبکاتے ہیں اور چونکہ وہ  
 بے بہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورہ بقرہ کے اوائل میں اسکی کچھ بحث گذری ہے فقہ کہ۔ اور بعض علماء نے کہا کہ قولہ وہم یحکمون او راہم  
 میں او راہم جمع و زمر یعنی گناہ ہے اور عرب بولتے ہیں کہ اہل و زرک یعنی اپنا بوجھ لادے۔ اور اسی سے وزیر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بار امور  
 اٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بارگناہ اٹھائے ہونگے اور حاصل آنکہ انکے گناہ انکو لازم دھپٹے رہینگے اسنے دور نہرنگے اور تخصیص علی  
 ظہور ہم کے کہ یہ کثرت و شدت سے ہے کیونکہ آدمی بیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اٹھا لیتا ہے پس انکے شرک و انکار

جب یہ کفار آگ پر کھڑے کیے جاویں گے۔ بعض نے کہا کہ علیٰ معنی آتی ہے یعنی آگ کے اندر کھڑے کیے جاویں گے۔ اور فرماتے ہیں کہ  
 کہ اسے عرفوا علی النار۔ آگ کے سامنے پیش کیے جاویں گے۔ فقالوا لئیب فون عذاب کے کہیں گے۔ یذکرنا ہے پر  
 فون جاری متناسے محال پوری ہوئی کہ۔ منقذ ہم دنیا میں پھرے جاتے ولا نکتب بالکتاب کیتا ونگون  
 من المؤمنین اور ہم کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور مومنوں میں ہو جاتے۔ یعنی جب لوگوں آگ پر کھڑے  
 ہو کر یہ حسرت بیان کرتی سنی تو تجھے بہت ہولناک امر نظر آوے۔ واضح ہو کہ لا کذب ونگون۔ میں تین قرآنہ ہیں اول دونوں کا  
 رفع اور دوم دونوں کا نصب اور سوم اول کو رفع اور دوم کو نصب ہو۔ پس کسائی و اہل مدینہ نے دونوں کو منصوب پڑھا با بن طور  
 کہ یہ جواب ہے تمہاری کا اور اوکے بعد ان مقدمہ ہو۔ اور اکثر قراءہ کے نزدیک دونوں کو رفع ہے پس یہ استیفاء ہے اور اسی کو سیو یہ رہے  
 اختیار کیا اور تقدیر یہ کہ وخن لا کذب الخ۔ پس جھٹلانا چھوڑنے پر ثبات ہو خواہ پھرے جاوین یا نہ پھرے جاوین اور اب اس  
 رحمہ اللہ نے اسکے داخل تہی نہونے پر یہ استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کو فرمایا وانہم لکان ذبون۔ پس تہی میں داخل نہیں  
 کیونکہ تہی میں جو جملہ انشا ئیہ ہو کذب نہیں ہوتی ہو۔ اور ابن عامر نے پہلے دونوں فعلوں یعنی نزد اور کذب کو تہی میں داخل کیا  
 اور ونگون کو نصب پڑھا۔ بالجواب لوکا محذوف ہو مانند لرایت امر اعظیا۔ کے یعنی لو تراہم اذ وقفوا علی النار لرایت ما عنہم عظیماً یا عظاماً  
 قطعاً۔ یعنی اگر تو دیکھتا کہ جب یہ لوگ قیامت میں دوزخ پر پیش کیے جاویں گے قطعاً تو تو دیکھتا اسکے حال کو ایک امر عظیم ہولناک نہایت  
 کہ یہ منظر۔ حاصل آئے اس حالت میں کہ ہولناک عذاب معائنہ کریں گے تو ایمان لاویں گے اور تمنا کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں واپس بھیجے  
 جاتے اور اب کبھی پروہد گار کی آیتوں کی کذب نہ کریں گے اور مومن ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بلیٰ اضراب ہو ارادہ ایمان  
 سے جو تہی سے منہم ہو یعنی ارادہ ایمان نہیں ہو بلکہ بعد الحمد کا نوا محموند من قبل ظاہر ہو گیا اپر جو پہلے چھپا  
 تھے۔ کہ و اللہ ربنا مالنا مشرکین ہم تو دائر مشرک نہیں تھے با بن طور کہ زبان بند ہو گئی اور انکے جوارح نے گواہی دیدی کہ  
 یہ مشرک تھے تب اسکی تمنا کر لے لگے۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ اور احتمال ہے کہ دنیا میں جو انبیاء علیہم السلام کی پوشیدہ سچائی جانتے  
 مگر بیباکی سے پروا نہیں کرتے اور وعید عذاب کو مانع سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسیٰ ۴ بمقابلہ فرعون کے قرآن مجید میں ہے  
 کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو کہا کہ لقد علمت ما انزل الی الارباب اسموات والارض بصائر الایۃ۔ یعنی تو فوج جان چکا کہ ان معجزات  
 رب السموات والارض ہی نے بصائر کے لیے بھیجا ہے۔ ہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرعون واسکی قوم کی خبر دی کہ جحد و اہسا و استیغاثہما  
 انفسہم علما و علما الایۃ۔ یعنی جان بوجھکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اس سے منافق ہوں جو لوگوں پر ایمان ظاہر کرتے اور  
 دل میں کفر چھپاتے تھے اور یہ وارد نہیں ہوتا کہ آیت بکیہ ہو اور منافقین مدینہ میں تھے کیونکہ وقوع کسی واقعہ نفاق کا اسوقت  
 نہ کہ زمین بلکہ قیامت میں ہو گا تو اس درمیان میں خود منافق ہو چکے اور فوراً سورہ عنکبوت میں جو بکیہ ہے صاف فرمایا۔ ولعلن احد الذین  
 امنوا ولعلن المنافقین الایۃ۔ قال المترجم یہ توضیح ہے لیکن یہاں انفکاک نظم لازم آتا ہے جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے اشارہ  
 کیا ہوا ان اگر یہ کہا جاوے کہ شمول اس میں مشرکین و قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین کا بھی ہے بلکہ اہل کتاب علماء یہود و نصاریٰ  
 بھی شامل ہیں۔ کہا قال فی الہدایہ کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جانکر منکر تھے۔ اور ہر ایک فرقہ کے حق میں اسی کے کوافق صادق ہے  
 کہ ظاہر ہوا اسکے واسطے جو پہلے چھپا تھا۔ اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہے کہ اس تمام مضمون کو کس حسن اسلوب سے



ایک آیت میں ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت بشر کو نہیں ہے۔ اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہے لہذا انکے حق میں ایسا کہ نہ نظر ہو کہ پہلے بیان ہوا کہ وہ مشرک ہونا چاہتے تھے قسم کھاتے تھے اور وہ جو آج کی گواہی سے کھل گیا تو انھوں نے دنیا میں لوٹ جانے و عدم کذب کی تمنا کی پس اللہ عزوجل نے رد کر دیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہیں کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ خدا کا ہونا کہ رو برو آیا تو یہ کرکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال میں بندہ کی شان ہو بلکہ اسکی باہمت کا خاصہ لازم ہو لیکن کفار اس پر بطبع نہ تھے وہ گویا باہمت ہی ایسی ہے کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہیں ہے اور رد کر دیا اللہ تعالیٰ نے بقولہ - **وَلَوْ كُنَّا دُورًا** اور اگر بالفرض وہ دنیا میں لوٹائے جاتے تو - **لَعَادُوا مَا كُنُوا عِبَادًا** یعنی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے منع ہوئے تھے یعنی مشرک ہو جاتے۔ **وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ** اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اس دعویٰ میں کہ ہم ایمان لائے ہیں اور یہ علم الہی محیط اور صادق ہے۔ عن قتادہ رحمہ اگر اللہ تعالیٰ انکو ایک دنیا میں پہنچا دیتا جو مثل دنیا سے سابق کے ہوتی جہنم پہلے تھے تو بھی اپنے بد اعمال کی طرف عود کرنے جس سے منع کیے گئے تھے۔ قال ابن عباس رحمہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر پھر سے جا دینگے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پادینگے۔ قبل فی قولہ اہم لکاذبون۔ اسے یہ صفت دروغ کی انکو لازم ہے کہ بھی اس سے جدا نہ ہونگے کیونکہ ازل میں وحدانیت الہی و عدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا میں پیدا ہو کر منکر ہو گئے تو دوبارہ بھی فانی پیدا نہیں اور وہی امتحان سامنے ہوتا۔ **وَقَالُوا** یعنی سکون بعثت نے کہا۔ یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہیں کہ قیامت کے دن مردے اٹھائے جا دینگے انھوں نے کہا۔ **إِنْ هِيَ إِلَّا نَفْسٌ** ایسی ہی الجبۃ نہیں ہے یہ زندہ ہونا۔ **إِنَّا نَحْنُ الْحَيُّ** ایسا سوائے اس ہماری زندگی دنیاوی کے **وَمَا كُنْ بِمَبْعُوثِينَ** اور ہم مبعوث ہونے والے نہیں ہیں **فَنُفِ** اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے قالوا کہ عادی پر عطف کیا یعنی تیردوا اسے اللہ ثانی اللہ عادی۔ اسے اللہ تعالیٰ اللہم البعث۔ یعنی اگر دنیا کی طرف پھر سے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعثت و خشر کچھ نہیں ہے اور یہی مدارک میں نفی رحمن نے اختیار کیا ہے۔ **وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ ذُقُوا عَلٰی** دیکھ کر اہل بیت امیر علیہ السلام اور اگر تو دیکھے جب کہ پیش کیے جا دینگے مشرکین اپنے پروردگار کے رو برو تو اللہ تو ایک امر عظیم دیکھے۔ **قَالَ الْيَسَّىٰ هَذَا بَالِغٌ** فرما دیا اللہ تعالیٰ خاص خطاب سے نہیں بلکہ لاکھ کی زبان سے باریں طور کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لاکھ مشرکوں سے کہینگے انکو لا مت کرنے و جھڑکنے کو کہ کیا نہیں ہے یہ بعثت و حساب جو تھے انھوں دیکھ لیا برحق واقعی۔ پس یہ استغناء تو یہی ہے اور مشرکین و کفار جو لوگ کہ روز حشر و مردے اٹھائے جانے سے منکر ہیں وہ اس توہین کے جواب میں عرض کریں گے۔ **قَالُوا بَلٰی وَرَبِّنَا** یعنی کہیں گے کہ ان برحق ہر قسم اپنے پروردگار کی۔ **قَالَ قَدْ وَقَّوْا الْعَذَابَ** ہاں انکو تو تکفرون حکم فرمایا کہ پھر جب کعبہ عذاب عرض اپنے انکار کے **فَنُفِ** یعنی دنیا میں جو ایمان لائے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اسمیں تم نے کفر و انکار کیا اور جھٹلایا تھا اب اسکا بدلہ لایہ کہ عذاب چکھو **فَنُفِ** فی العرائس قولہ تعالیٰ بل ہاں ہم باکنا انھوں من قبل طے مشرکوں نے دنیا میں کفر و شرک کی قبیح حالت کو نہیں پہچانا اور اگر پہچانتے تو حید و ایمان پر ہو جاتے اور عجیب شان یہ کہ ایمان و توحید فقط اتنی بات ہے کہ بندہ و تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی کرو۔ اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہے جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کے سوائے اپنے نامزد و سرور کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عجب قدرت خالق عزوجل ہے کہ اس راہ پر نہیں آتے اور انہی حرکت کی برائی نہیں پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اسوقت کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جو وقت تھا اسمیں تو یہ لوگ معرفت کے تقاضات سے

وہ سمجھو کہ حکم تقدیر ہی اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہو اور حکمت اس تقدیر میں اللہ عزوجل کی حکمت غیر متناہی ہو بلند ہے عقل  
 سبحلا اس تمام حکمت کو کیونکہ محیط ہو سکتا ہے قرآن میں خضر موسیٰ علیہما السلام کا قصہ انسی تنبیہ کے واسطے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود  
 اس جلالت قدر و رسالت کے سمجھنے کی تاب نہ لائے۔ موسیٰ روم نے خوب کہا ہے میں کہ موسیٰ باہمہ نور لطف نہ بخشد ازان محجوب تو  
 بے پرست نہ خلا نکھر فضل خضر علیہ السلام کا جس سے موسیٰ انکار کرتے تھے در واقع بڑی حکمت پر مبنی تھا جیسا کہ انشا پر اللہ تعالیٰ  
 آویگا۔ بالجمہ ان کافرون مشرکون ابوہل و اسکے مثل کو فرمایا کہ ہر آیت دیکھ لین تو بھی اس پر ایمان نہ لاو گئے حتیٰ اذا جاءوا لک  
 یجادونک بما نکت کہ جب قرآن کے پاس آوین تو مجھے جھگڑاؤں گا۔ چنانچہ منہج جدال کے یہ ہی قول الذین کفروا ان  
 هذا الا ساطیر الا ولین و کافر ہوے وہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ قرآن مگر اکاذیب اگلوں کے ف یعنی اگلے لوگوں کی جڑی  
 بنائی ہوئی داستانیں ہیں۔ اور اساطیر مردن اضاحیک و اعاجیب کے جمع اسطورہ کی بضم اول ہو۔ واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر  
 جمع ہو جسکا مفرد شین ہو مانند ابابیل کے۔ مخاس نے کہا اسطورہ واحد ہو سادہ مفسر نے قول اخفش اختیار کیا کہ اساطیر جمع اسطورہ ہو  
 اور جو ہری نے کہا کہ اساطیر ابابیل و مخرجات ہیں یعنی چھوٹی بے سر پیر کی باتیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اساطیر الاولین اسے  
 احادیث الاولین۔ مترجم کتا ہے کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بے مثل بلین دیکھتے تھے اور عاجز ہو کر الترام دروغ کہتے  
 تھے۔ اور آیت میں دلیل ہے کہ ایسے اگلوں کے قصہ ہیں۔ بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لائے سے عاجز تھے اسکی طرف مائل ہوتے تھے  
 اور تصدیق کرتے پھر جب کفر تقدیر کی خوش کرتا تو جادہ کر کے لگتے اور انکار کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں یسحقون عتہ اور یہ مشرک  
 اس سے منع کرتے ہیں ف لوگوں کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہیں۔ قال فی المازک۔ پاصمیر راجع بجانب قرآن ہو  
 یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہیں۔ ویسحقون عتہ و اس سے خود دور پھٹکے پھرتے ہیں فینا۔ پس نبی صلعم اللہ  
 علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ ہم نہ نعین  
 یعنی لوگوں کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھرتے دلتے ہوتے ہیں و قولہ یسحقون عتہ۔ یعنی چھوڑتے نہیں کہ کوئی شخص اس سے لطف  
 لیوے۔ محمد بن الخفیف نے کہا کہ کفار قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے۔ اور یہی مجاہد و قتادہ و  
 اکثریون کا قول ہے اور یہی اطرہ اور یہی شیخ ابن جریر رحمہ نے اختیار کیا ہے۔ قول دوم جو مفسر نے بیان کیا بضمیر تریض کہ کہا گیا کہ  
 ابو طالب کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگوں کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ قال ابن کثیر  
 اور یہی قول قاسم بن عیمر و حبیب بن ابی ثابت و عطاء بن دینار وغیرہ کا ہے۔ قال فی الکمالین مفسر نے اسکو بضمیر تریض اسوا  
 بیان کیا کہ قول یا بعد یعنی قولہ وان یملکون الا انفسہم سے مناسب نہیں بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت  
 کیونکہ ہوگا اور ضمیر جمع کی کچھ وجہ نہیں اور اگر کہا جائے کہ تعظیم کے لیے ہو تو وہ فقط ضمیر متکلم میں ہی پایا گیا ہے باوجودیکہ مقام اسکو متکلم  
 نہیں۔ قال المترجم جواب یون ممکن ہو کہ ہلاکت اسوجہ سے نہ تھی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسوجہ  
 ہے کیونکہ نہ یون عتہ کے یہ معنی کہ لوگوں کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرنا اور قولہ یسحقون عتہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا۔ اور ضمیر جمع کی تعظیماً  
 مقام پر واحد کے واسطے اکثر آئی ہے خواہ باعتبار اسکے کہ ابو طالب و اسکے شریک اکثر جمع ہو گئے تھے کیونکہ نبوہاشم مانع تھے اور یا بوجہ  
 اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیر رحمہ نے نقل کیا ہے اور رہا یہ کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو محض بضمیر متکلم نہیں کیونکہ

قصہ حضرت ابراہیمؑ میں حضرت جبریلؑ نے فقط سارہ کو مخاطب کیا۔ کافی قولہ التحجین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیتؑ اور نظائر اسکے اور بھی ہیں اگر چہ بیان مقام تعظیم نہیں ہے مگر آنکہ یوں کہا جاوے کہ جمع باعتبار تقدیر فعل کے ہے۔ کافی قول امر القیس سے تقابہک من ذری حبیب و منزل۔ علاوہ یرین حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ اسکا نزول ابوطالب کے حق میں ہوا جو مشرکوں کو منع کرتے کہ اس حضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے اکھاڑ کر تے تھے رواہ عبد الزراق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عن سمیع ابن عباس یہ۔ وقد رواہ الحاکم موصلاً وصحہ۔ اسی واسطے مفسر رح نے مابعد میں ہلاکت کو فقط ناسے یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ بنا بر تفسیر اول کے لوگوں کو روکنا و دوری اختیار کرنا دو وزن موجب ہلاکت ہیں۔ **وَأَنْ يَهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ** حالانکہ یہ لوگ نہیں ہلاک کرے مگر اپنے آپ کو ہلاک کیونکہ اسکا ضرر انہیں پر ہوا ہے کیونکہ کافر مشرک مرکز جہنم میں جاوینگے۔ **وَمَا يَشْعُرُونَ** لیکن اسکا شعور نہیں رکھتے۔ **فَنَـ** باوجودیکہ کھلی بات ہے پس یہ لوگ جانوروں سے بدتر ہیں **فَنَ** فی العرائس قولہ و منهم من یستیع الیک الی قولہ لای مذہباً۔ ان لوگوں کے دل بسبب عوارض بشری و نفس آثارہ کے تاریکی کے دیدار اور غیب سے اندھے تھے اور خطاب حق کو نہیں سمجھتے تھے اور انکے اسرار باطنی کے کاذب میں ٹھیسٹھ تھے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور انکی ظاہری و باطنی آنکھوں پر غشاوت غرور و جہالت تھی جس سے آیات و برہان حق کو مشاہدہ نہیں کر سکتے تھے اور ابن عطاء رح لے کہا اسوجہ سے کہ انکے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے سنکر سمجھ آتی ہے۔ واسطی رح لے کہا کہ بعض انہیں سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہیں پس وہ اپنے نفس کی تاریکیوں میں متروک ہوا اور جو کئی انہیں سے ہمارے نام کی قوت سے تجھے ستا ہے تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہے یعنی ایمان لاتا ہے۔

**وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا أَلَيْسَ تَنَاسُؤُكَ وَلَا تُكْذِبُ بِآيَاتِ رَبِّكَ** اور کہیں تو دیکھے جس وقت انکو ٹھہرایا ہو اگر کہتے ہیں اے کاشکے ہم پھر بھیجیں اور ہم نہ جھٹلاویں اپنے رب کی آیتیں **وَنَكُوتُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** ہاں بدالہو ماکانوا یخفون من قبل طوفان **رُدُّوا إِلَىٰ عَادَةِ آلِهِمْ وَاعْتَابَهُمُ اللَّهُ** اور کہیں تو دیکھے جب انکو کھڑا کیا اور انکے رب کے سامنے فرمایا **وَقَالُوا إِن هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا** اور کہیں تو پھر کہیں وہی جو منع ہوا تھا انکو اور وہ جو شے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اسکو زندگی نہیں مگر یہی **الدُّنْيَا وَمَا نحنُ بِمُبْعُوثِينَ** اور کہیں تو دیکھے جب انکو کھڑا کیا اور انکے رب کے سامنے فرمایا **وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى رَبِّهِمْ وَقَالُوا أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ** اور کہیں تو دیکھے جب انکو کھڑا کیا اور انکے رب کے سامنے فرمایا **وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ**





سے فتنہ میں پڑتا ہو پھر اسکو محنت و مشقت لاحق ہوئی ہو پھر بزار ہو جاتا ہو تو اسکے حق میں کہا جاتا ہو کہ اسکا فتنہ کچھ نہ تھا سو اسے  
فلان چیز کی محبت کے پس ایسے ہی کفار کا حال ہوا کہ بتوں کی محبت سے فتنہ میں پڑے پھر جب عذاب الیم نظر پڑا تو بتوں سے بزار  
ہوئے پس انکے حق میں صادق ہوا کہ تم لم تکن فتنتم الا قالوا الخ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ جواب خود فتنہ تھا برباب اسکے کہ دروغ تھا  
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ ایک شخص نے اگر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ تم لم تکن فتنتم الا ان قالوا اللہ ربنا انما مشرکین  
اور نیز فرمایا ہو کہ لایکتھون اللہ حدیثا۔ حالانکہ وہ جھوٹ بول کر چھپا گئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کہ مشرکین جب دیکھیں گے کہ جنت میں  
کوئی نہیں داخل ہوتا سو اسے نازیوں کے (یعنی اہل توحید پابند صوم و صلوة) کے تو آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم بھی شرک سے منکر  
ہو جا دیں تاکہ عذاب سے چھوٹیں پس قسم کھا کر جھوٹ بولیں گے پس اللہ تعالیٰ انکے منھوں پر مھر کر دیگا اور انکے ہاتھ پائوں کو تھام  
دیگے پس اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں چھپا سکیں گے۔ اب جہاں تو نہ سمجھے تو اپنی سمجھ کا تصور جان اور قرآن مجید سب  
اپنے اپنے علم میں نازل ہوا ہو۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **انظر کیف کذبوا علی انفسهم وھم یستعجبون**  
وغور سے تامل کر کے دیکھ اے محمد کہ کیونکر ان مشرکوں نے اپنے نفس پر جھوٹ کہا یعنی شرک کی نفی کی۔ **وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا**  
**یَفْتَرُونَ** اور غائب ہو گیا یعنی گم ہو گیا اسنے وہ جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھا کرتے تھے۔ کہ غیر دن کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا شرک  
بناتے تھے۔ بیضاوی نے کہا کہ قدرت عذاب و بول قیامت سے دہشت و حیرت میں ہو کر شرک لوگ جھوٹی قسم کھا وینگے حالانکہ کچھ  
نفع نہوگا۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ مشرکوں کے قلب میں کس قدر کجی سنائی ہو کہ جناب باری تعالیٰ میں بھی جھوٹ سے باز نہ آویں گے  
باوجودیکہ علم الہی ہر خفیہ و ظاہر پر محیط ہو اور یہ جمالت ہو اگر توحید و اسلام سے او تھائے عزوجل کے صفات کی معرفت رکھتے ہوئے تو  
ایسا نہ کرتے اور معرفت الہی تو ابتداء رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جیسے جمالت و کراہی شرک و کفر و بدعت سب ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے منکر ہو۔ **وَمِنْهُمْ مَّنْ یَسْمَعُ الْاٰیٰتِ لَیْنِ اَعْضٰ اَنْ یَّشْرُکُوْنَ** یعنی بعض ان مشرکوں میں سے وہ ہیں جو تیری طرفت کان لگا کر قرآن پڑھنے میں سنتے  
ہیں۔ مدارک میں ہو کہ روایت ہو کہ ابوسفیان و ولید بن المغیرہ و نظیرین الحارث و غیرہ چند نفر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سننا و نظیر نے  
کہا کہ محمد کیا کہتا ہو دوسرا بولا کہ اللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ کیا کہتا ہو وہ زبان ہلاتا ہو اور اگلوں کے قصبے ویسے بیان کرتا ہو جیسے میں نے  
تیسے رستم و اسفند یار کی داستان بیان کی ہیں تو ابوسفیان نے کہا کہ میں تو اللہ اسکو حق سمجھتا ہوں تو ابوجل نے کہا کہ ہرگز نہیں  
یہ غلط ہو تب یہ آیت نازل ہوئی۔ **وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً** کہنے جمع کان۔ وہ چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپ لے جیسے  
ترکش کے اندر تیر بند ہو جاتا ہو یا پتیلی کے اندر کوئی چیز بند ہوئی ہو اسی واسطے منفر رہنے وغیرہ سے تفسیر کی اور وہ جمع غطاء ہو بمعنی  
ڈھانپ لینے والی۔ **اَنْ یَّفْقَهُوْا** یعنی سمجھنے والے انکے دلوں پر اکنہ اسواسطے کر دیئے تاکہ قرآن کو نہ سمجھیں۔ اور نیز کر دیا سمجھنے۔ **وَفِی**  
**اِذْ اَنْهٰی وُقُفًا** انکے کانوں میں وقو کہ۔ یعنی کان میں برابر نہ کر دیا پس قرآن کو قبولیت کا سننا نہیں سنتے۔ حاصل آنکہ ظاہر میں کانوں  
کے برے نہ تھے بلکہ باطنی جواب و پردے انکے دلوں کے مانند کانوں پر تھے کہ جو حق بات سنتے تھے وہ قبول نہیں کرتے تھے۔ اور اسکا  
معنی یہ ہو کہ جب اسنے دنیا اختیار کی تو قلب پر مھر کر دی گئی پس حق کو سننے و سمجھنے و دیکھنے سے بہرے و الحق و اندھے ہیں۔ **وَ اَنْ یَّقُوْا**  
**کُلَّ اٰیَةٍ لَا یُؤْمِنُوْا بِهَا** اور اگر ہر آیت دیکھ لینگے تو بھی اسپر ایمان نہ لادینگے۔ حتیٰ کہ قیامت میں جب کہیں گے کہ ہم دنیا میں  
وہاں لے جا دیں ہم اب کبھی شرک نہ کریں تو فرما دیگا کہ جھوٹے ہو پھر وہاں جا کر بھی کرو گے اور یہ اسوجہ سے کہ جنھوں نے ضلالت اختیار کی

رواہ ابن مردودیہ۔ اور بخاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہر جیسے کسری و قیصر ہو۔ اور نیز اس میں صریح دلیل ہو کہ وہ اس وقت موجود تھے اور جو آئندہ پیدا ہوں سب کے حق میں قرآن مجید کی پابندی یکساں ہو اور علماء رحمہم اس معنی میں متفق ہیں۔ عن ابن عباس آنحضرت صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو قرآن پہنچ گیا گو یا میں نے اس سے بالمشافہہ انداز کی پھر یہ آیت پڑھی۔ رواہ ابن النجار و الحلیب و ابو نعیم۔ محمد بن کعب رحمہ نے کہا کہ جسکو قرآن پہنچا گیا اس نے نبی صلی علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ سے بائیں کین۔ اور ایک روایت میں گویا محمد صلی علیہ وسلم نے اسکو ابلاغ کر دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر۔ عن قتادہ مرسل آنحضرت صلی علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرو اور جسکو کتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت بھی پہنچی اسکو حکم الہی پہنچ گیا۔ رواہ عبد الرزاق۔ اور بریع بن النضر نے کہا کہ جسے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ابتلا ع کی اُپس حق واجب ہو کہ جسکی طرف رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے دعوت فرمائی اسکی طرف بلاوے اور جس سے حضرت صلی علیہ وسلم نے ڈرایا اس سے ڈراوے۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو دوسری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت لوگوں کو پہنچاؤ۔ رواہ البخاری۔ عن ابن مسعود رحمہ نے نبی صلی علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ کرے اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سنی ویسی پہنچا دی کیونکہ سننے والے کے نسبت کبھی وہ زیادہ باہر ہو تا جو جسکو پہنچا۔ رواہ الترمذی وغیرہ۔ اور سنی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہوا اس سے زیادہ اس شخص کو حاصل ہو جسکو پہنچا تا۔ پھر اہل کہ و شہ کون کو تفہیم کی کہ اپنے خیالات و ادبام شرک ترک کریں اور اللہ کے رسول کی سچی بات مانیں۔ **أَيْتُكُمْ لَتَشْهَدَنَّ أَنْ مَعَ اللَّهِ إِلَهٌ آخَرٌ** بھلا کیا تم لوگ اعتقاد دی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میں دوسرے الہ ہیں۔ **قُلْ لَا أَشْهَدُ** کہ میں اسکی شہادت نہیں دیتا ہوں۔ **قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ** کہ میں یہی گواہی دیتا ہوں کہ وہ معبود واحد ہے۔ **وَإِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ** اور کہ میں بری ہوں اس چیز سے جسکو تم شرک لاتے ہو۔ یعنی بت و بدعت و عقاید ان وغیرہ جسے تم شرک کرتے ہو میں سب سے بیزار ہوں۔ پھر وافق سب نزول مذکورہ بالا کے مشرکین کہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ کہہ کر کہ اگلی کتابوں و اسے آپ سے انکار کرتے ہیں ہکا رو فرمایا اور حاصل انکا کہ نسق و فحور نے انکو آمادہ کیا کہ ازراہ حسد و عناد کے جان بوجھ کر منکر ہونے میں اور فرمایا۔ **الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَكُمْ كِتَابٌ** جسکو ہم نے کتاب دی ہے۔ یعنی جسکو قرآنیت و انجیل دی بنا برائیکہ الف لام جنس کا ہے پس ہر کتاب سابق کو شامل ہے حاصل انکو علماء یہود جو قرآنیت جانتے ہیں اور علماء نصاریٰ جو انجیل سے آگاہ ہیں۔ **يَعْرِفُونَ** وہ سب مجھ کو ایسی طرح جانتے ہیں کہ گویا انکو کچھ نہ کیا یعنی محسوس پہچانتے ہیں بجز اس تعریف کے جو انکی کتاب میں مذکور ہے ایسا قطعی پہچاننا پہچانتے ہیں کہ کہا **يَعْرِفُونَ** اَبْنَاءَهُمْ جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ **فَسَبِّحْ** انکے پاس اخبار اور بڑی توجہ و اعتماد کی ایسی آیات موجود تھیں کہ انکے قطعی علم حاصل تھا اور سب رسولوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور آپکی صفت اور جہان پیدا ہونے اسکی پہچان اور جہان ہجرت کر چکے اسکی شہادت اور آپ کی امت مروجہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی واسطے کہ انکے فرمایا۔ **الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ** جن لوگوں نے ان علماء اہل کتاب میں سے اپنی جانوں کو خوار و خراب کیا ہے۔ **فَقَدْ خَسِرُوا** کہ انکو محمد صلی علیہ وسلم پر دنیا کی چاہ اور حسد و عناد سے ایمان نہیں لاتے ہیں اور یہ بات نہیں کہ پہچانتے ہوں بلکہ عداوت اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول واسکے آیات کو جھٹلاتے ہیں اور فرمایا۔ **وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ** یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہیں ایسے شخص سے جسے انفرادہ باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بائیں طور کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے

مشرکین کہ تھے یا نصاریٰ وہیو کہ بندہ مسیح علیہ السلام کہ معبود یا بیٹا یا عویز علیہ السلام کو بیٹا کہتے ہیں یا جسے بخدایا اللہ تعالیٰ کی آیات کو یعنی قرآن کو۔ حاصل آنکہ جسے اللہ تعالیٰ پر افترا پاندھا یا آیات کو جھٹلایا اس سے انکار کوئی نہیں پھر اگر کوئی ان دونوں کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا۔ اِنَّا كُنَّا خَمِيرًا شَانٍ ہر۔ كَيْفَ لِي الظَّالِمُونَ یعنی جن لوگوں نے اس طرح اپنے اور پر نام کیا ہو وہ فلاح نہیں پاویں گے۔ فَنِي الْعَرَابِ اَنْسَ قَوْلَهُ تَعَالَى وَاَنْ يَمْسِكَ اللّٰهُ بَغْضًا كَاشِفًا لَهٗ الْاَهِو۔ اشارہ سے نکال دے اگر کسی بنوہ مومن کو مسرت ہو پھر تو اسکا کہوت ہے۔ کوئی نہیں سوا ہے اسکے کہ اول تعالیٰ اپنے کرم سے اس گرہ کو کھول دے۔ جنید رحم نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے جو پہنچے برعوض اول تر سے دل میں ظور کرے وہی تیرا معبود ہو پھر اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہو اور وہی تجھ کو اس بار زمین کا نایا اس مصیبت دور کرنے میں کفایت فرما دیگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجھ کو اور اسکو جبکی طرف تو نے رجوع کیا ہو چھوڑ کر بانی توحید اور تیرا مستند علیہ جانے حالانکہ اس معتد علیہ سے کچھ نہیں ہو سکتا وہ فید مجبور ہو۔ استاد رحم نے فرمایا کہ تجھے بار سے وہ نجات دیگا جو تجھ کو بلار میں ڈالے کیونکہ ایجاد کرنے والا ایک ہی پاک ذات ہے اور اغیار تو سب افعال میں اور افعال میں سے کوئی یہ یاقوت نہیں رکھتا کہ ایجاد کرے۔ قولہ وہو القا ہر فوق عباده۔ حسین رحم نے کہا کہ قاہریت محو کرتی ہے ہر وجود کو۔ اور بعض نے کہا کہ جیسے بندہ دن کو بت و فناء پر مقبور کیا کہ کسی کو موت سے چارہ نہیں دیتے ہی انکو ایجاد و انہار میں مقبور کیا۔ قال المترجم فی الحدیث دما من نسمة کائناتہ الیوم القیامۃ الا وہو کائن فیہما۔ یعنی جو آدمی زادہ قیامت تک پیدا ہونے والا ہو وہ ضرور اس میں پیدا ہو جائیگا۔ قولہ قل اسے شئی اکبر شہادۃ۔ اشارہ ہو کہ شہود الہی سے بڑھ کر کسی چیز میں شہود نہیں کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور اعظم ہو کہ ہر ذرہ سے ظہور ہو اور یہ شہادت ازلی ہو کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہو چکی جبکہ وجود بخلاف کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب سے ہو کہ امر کا جواب امر سے ہو بقولہ قل اللہ شہید ذینی وینکم۔ شیخ رحم نے کہا کہ جب شہود الہی سے قوم مشرک اندھی تھی تو اشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی جہالت اغبات سے انکو کچھ نہیں سوچا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل اسے شئی اکبر شہادۃ پھر اس پر بھی نہ سمجھے تو تصریح کر دی بقولہ قل اللہ شہید ذینی وینکم۔ اور یہ ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبریٰ ہے اور شہادت معجزات اسکی تصدیق میں شہادت صغریٰ تھی۔ بالکل جیسے شہادت کبریٰ کہ نہیں دیکھا وہ شہادت صغریٰ دیکھنے لینی معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر انزل میں اندھا کر دیا گیا ہو وہ ہر شہادت سے اندھا ہو نہ اسکو شہادت کبریٰ نظر آدے اور نہ شہادت صغریٰ حسین رحم نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہیں ہو جو انزل میں حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقولہ قل اسے شئی اکبر شہادۃ قل اللہ۔ قولہ الذین اتینا ہم الکتاب لیرعونہ حضرت حق عزوجل نے بیان فرمایا کہ یہودی خوب پہچانتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان علامات صحیحہ سے جو انھوں نے توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت و صفت و سچے معجزات سے مذکور پایا لیکن وہ معرفت روحانی سے نہیں پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الہی سے محروم اور آپ کے چہرہ مبارک سے نور شہادہ کے دریا سے بے نصیب رہے اسی واسطے اپنی جہالت غصب میں گرفتار ہو کر دنیاوی محبت میں پڑے اور باپ دادوں کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش بنور معرفت الہی پہچانتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خاک بن جاتے۔ قال المترجم مشرکین و یہود و نصاریٰ تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ کسی امیر کے وزیر و معاحب و ساتھی ایسے نہیں دیکھے گئے اور نہ سنے گئے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں کہ انھوں نے دیکھی بات ہو کہ آب و ہن مبارک انکو عطیہ سے انھیں مل رہی ہے۔

الْقُرْآنَ لِأَنَّ ذِكْرَهُ هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ

فَسَدَّ آفَاقَهُمْ وَخُفِيَ عَلَيْهِمْ وَجْهُ رَبِّهِمْ ۖ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۖ الَّذِينَ لَا يَأْتُونَ اللَّهَ بَعْدَ غَيْرِهِمْ ۖ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

لَّذِينَ آمَنُوا بِالْكِتَابِ يَعْرِفُونَ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمُ الَّذِينَ خَرَوْا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

جس کو ہم نے دیا اس کتاب مسکو بیچا نہ ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جھوٹے بارے انجام جان

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افترى على الله كذبا أو كذب بآياته إِنَّ أَكْثَرَ الظَّالِمِينَ

وَأِنْ يَحْسَبَنَّكَ اللَّهُ بِضُرٍّ  
 اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے ضرر پہنچا دے تو یہ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بات ہے۔

فَلَا كَاشِفَ لَهُ لَوْ كُنَّا اسْبِلًا لَمُشَّا نَهُ وَاللَّانِثِينَ - اَلَا هُوَ مَكْرُوهٌ يَآكُفُّ رُوحَ الدَّجَالِ تَوَّابٌ -

وہ تو خیر خیر بخیر اور ہر دم یعنی کوئی قدرت نہیں رکھتا کہ اگر بندہ کہ وہ حضرت پہونچا دے تو دور کر کے باوہ معفت پہونچا دے تو

کونئی نہ سو کہنے والا نہیں جو تو نے دیا اور کوئی دینے والا نہیں جو تو نے روکا اور نہیں نافع ہے صاحب ثروت کو ثروت تیری قضا و قدر سے  
عزیز ابن عباس - میں یہ بخیر صلیع کہے سمجھتا ہوں مجھ سے ارشاد فرما کہ جسے اللہ کے مہربان سمجھو گا اسے اللہ کے مال سے عطا فرمائے گا

تجھے محض نظر رکھے یا دیکھ کر انتہا لے کر اپنے نواجہد میں پاویگا۔ جب کچھ انگ تو اتر گئے تھے ہی سے انگ۔ جب استقامت چاہے تو اسی لئے چاہ۔ اور جان رکھ کہ اگر تمام جان اس امرات پر جمع ہو کر تجھے کچھ نفع ہو سکا تو تجھے کچھ نفع نہیں۔ ہر غائب کا گوری ہو

اور اللہ تعالیٰ نے تیرے حق میں لکھ دیا ہے اور اگر سب امت اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ ضرر پہنچا دے تو نہیں پہنچا سکتی مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے اوپر لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھالے گئے اور نامہ اسے تقدیر خشک ہو چکا۔ رواہ الترمذی رحمہ اور ابن ماجہ رحمہ

ایک کلمہ اور زیادہ کیا کہ آسانی میں تو اس قدر قائل کہ یاد رکھو اور قائل تھے کہ کلیت و سختی میں محفوظ فرماؤ گے (و قد رواہ احمد) **وَهُوَ الْقَاهِرُ**  
**فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ** ہر شے پر ہر ہر بندوں کے اوپر مستند فوقیت یہاں مرتبہ کی فوقیت ہی اور قاہر بمعنی وہ قادر جسکو کوئی چیز عاجز نہ کر سکے

یعنی جو چاہے وہ کرے کسی چیز میں عاجز نہ رہے۔ قاہرین ایک معنی واثقین یہ نسبت قادر کے کیونکہ قاہر وہ کہ جو چاہے کرے اور جبکہ چاہے نہ کرے۔ اور غلبہ اس کے لازم ہو۔ حاصل آنکہ تمام مخلوق اس کے تحت قدرت و غلبہ میں مسخر و مغلوب ہو اور وہی انہر قاہر مستعلیٰ ہو اور

اپنی جبریز کم نئی کہا کہ قاہر یعنی متعجب ہو لینے بندوں سے عبودیت لینے والا۔ اور یہ بھی عمرہ میں کیونکہ جو اسل تقدیر و مشیت میں جاری ہوا ہر بندہ اس پر جاری ہی اور عجب ہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہیں کہ اس سے نکل سکے۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

وہی علم جبر و کبر یعنی مخلوق میں جو کچھ جاری ہو گا، سب اسکی حکمت ہی سے کوائن ہو گا اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن میں اسکی حکمت



سے وہی آگاہ ہو پس ہر ایک کو اسکے لائق دیا ہو۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ کافران کی نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آپ کی نبوت کی گواہی دیتی ہو کیونکہ اگلی کتابوں والے انکار کرتے ہیں تب یہ نازل ہوا **قُلْ اَشْيَا اَلْبَشَرِ شَٰهَادَةٌ** یعنی ان مشرکوں سے کہہ دے کہ گو اہی میں کون چیز سب سے بڑی ہو۔ **قُلِ اللّٰهُ** کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی یہی جواب ہو اور کوئی جو انہیں صحیح ہو اگر وہ لوگ چپ ہوں تو وہی کہہ دے اور معنی یہ کہ اللہ اکبر شہادۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بزرگ ہو ازراہ شاہد ہونے کے اور مراد انکے سب سے بزرگ گو اہی اللہ تعالیٰ کی ہے۔ **شَٰهِدٌ لِّبَشَرٍ** یعنی وہ میرے و تمہارے درمیان شاہد ہو۔ پس مبتداء محذوف ہو کلام بیان سے شروع ہو۔ اور اس تقدیر پر اسے شہدے کے جواب میں جب اللہ کہا تو دلالت ہو کہ شہدے کا اطلاق ذات پاک پر درست ہو اور توحید کی گئی کہ شہدے کا اطلاق واجب و ممکن سب پر ہو اور اس سے متکلمین علماء رحمہم اللہ لاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ جواب یوں ہو کہ۔ **قُلِ اللّٰهُ شَٰهِدٌ لِّبَشَرٍ** وینکم۔ تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمہارے درمیان شاہد ہو۔ ۴۔ اس نبوت بنین ہو تاکہ شہدے کا اطلاق حضرت باری تعالیٰ پر روا ہو کیونکہ قرآنی کا جواب ہو سکتا ہو یعنی تین شہادات میں کون چیز سب سے بڑی خیال کی ہو۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہو بلکہ تمہارے و میرے درمیان اللہ تعالیٰ شاہد ہو جو ہر چیز کا خالق ہو اور ہر جسم اسی کو اختیار کرتا ہو اور کہہ رہا ہو کہ اللہ عز و جل پر شہدے کا اطلاق کیا جاوے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہیں آتا کہ قولہ واللہ علی کل شیء قہر۔ میں سے ذات باری تعالیٰ کا استثناء کیا جاوے یعنی بخلاف کل شے کے ذات باری تعالیٰ عقلاً مستثنیٰ ہو جیسا کہ اول قول ان پر لازم ہو اور ہر جسم نے اختیار کیا اس پر لازم نہیں ہو کیونکہ شے میں ذات باری تعالیٰ عز و جل داخل ہی نہیں ہو اور ہر ہا یہ کہ لفظ شے موجود و ممکن الفاظ سرادق میں تو یہ تعبیرات ہیں کہ ذات باری تعالیٰ عز و جل کے بیان میں ان الفاظ سے چارہ نہیں جیسے مومن موصولات میں سے ذات باری تعالیٰ کو متن سے تعبیر کرتے ہیں جیسے متن خلق السموات والارض۔ اور جواب میں قل اللہ۔ واقع ہوا تو متن جو مخصوص بذوی العقول ہو اسکا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر ہوا حالانکہ او تعالیٰ عز و جل عقلین کا خالق ہو اور عقل وادوں کا خالق ہو اور بالاتفاق اسکو ذوی العقول میں سے نہیں کہہ سکتے ہیں ایسا ہی بیان ہو فلہذا۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کو جو اپنے و مشرکوں کے درمیان شاہد بنانا تو او تعالیٰ کی شہادت سے یہ مراد کہ اسنے آنحضرت صلعم کے ہاتھوں پر معجزات ظاہر کر دیے پس آنحضرت صلعم و مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعویٰ پر گواہی لائے اور بالاجماع خالق اسشہاد او تعالیٰ ہو پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہو ویسی ہی بفعل بھی ہوتی ہو بلکہ بفعل اقویٰ ہو کیونکہ قول کے الفاظ میں احتمالات پیدا ہوتے ہیں بخلاف فعل کے اور ہوسکتا ہو کہ شہادت الہی سے مراد یہ قرآن مجید معجز بلغ ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے و تمہارے درمیان میں میری سخائی پر اپنے کلام معجز پاک سے شاہد ہو۔ **وَ اَوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْآنَ لَا نَذْكُرُكُوْا وَاَوْحِيَ بَلٰغٌ** یہ قرآن وحی کیا گیا تاکہ اس سے تم کو ڈرسناؤں اور جس کو یہ قرآن پہونچے۔ یہ خطاب اہل مکہ کو ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے وحی کیا مجھے یہ قرآن تاکہ اس سے میں ڈرسناؤں تم کو اسے اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جسکو یہ قرآن پہونچا خواہ آدمی ہو یا جن ہو۔ آہین صریح دلالت ہو کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہو فقط عرب پر منحصر نہیں ہو اور مجاہد رحمہ نے کہا کہ قولہ لا نذکرکم یہ مراد عرب ہیں اور من بلغ یعنی سوائے عرب کے عجم کے ملگون والے ہیں۔ اور انس رحمہ سے روایت ہو کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس و بادشاہ روم و بادشاہ ہندوستان و ہر سرکش کو خط لکھا اور انکو اللہ عز و جل کی ہمدی کی طرف بلایا اور یہ وہ پنجاشی نہ تھا جس پر آنحضرت صلعم نے نازل ہوئی

لَجْمَعَنَّكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا حَكِيمًا ۝  
 فسب یہ تاکید باستعمال قسم ہو۔ اور وہ قسم بھی تقویت ترہیب ہو۔ اور نزج نے کہا کہ کتب علی نفسہ الرحمتہ کے یہ معنی کہ اول تعالیٰ نے  
 انزل میں اپنی ذات پاک پر یہ مقرر کر دیا کہ رحمت فراوسے اور رحمت غالب رہے اسی واسطے تمھاری عمر و رزق کو بحال رکھا اور تمکو مہلت  
 دیدی باوجودیکہ تم شرک کرتے ہو پھر رحمت سے بدل فرمایا لجمکم کہ یعنی تقدیر رحمت و وعدہ صادقہ رحمت کا یہ ہو کہ تمکو قیامت کے روز  
 جمع کر کے جزا و سزا دے اور قبل اسکے اس عذاب میں جو تمھارے گناہوں کے مقابلہ میں سزاوار ہو یا فوز نہ فراوسے۔ بنا بر قول راجح  
 کے رحمت مکتوبہ کا وعدہ صادقہ تا روز قیامت ہی پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اسکے اعمال کی سزا ملیگی اور مہلت نہوگی۔ اور  
 بنا بر تقدیر قسم کے قسم کا مقدر کرنا اور جملہ اس قدر ہو کہ فرمانار ہو بشرکین کا جو روز قیامت و بعث و حشر کے مشکہ تھے اسی واسطے لازماً  
 سے تاکید کی۔ **الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ** جن لوگوں نے خود اور خراب کیا اپنی جانوں کو فسب۔ باین طور کہ اسکو یہ عقائد  
 و شرک سے عذاب کے رو برو کر دیا۔ **فَإِذَا هُمْ بِحُكْمٍ** تو ایسے غیث ایمان نہیں لاتے ہیں فسب۔ اگرچہ یہ جلتے دہاتے  
 ہیں کہ سبے شک ہم کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہو **وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ** اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہر جو چیز  
 ہر رات میں اور دن میں فسب۔ یعنی ہر چیز اسی کی ہو وہی اسکا خالق و مالک ہو اور مارک وغیرہ میں ہو کہ قولہ ما سکن اسے ما سکن دعا  
 تحرک ایضاً۔ یعنی جو چیز ساکن ہو یا متحرک ہو سب اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو۔ حرکت و سکون باہم متضاد ہیں پس سکون کو ذکر کیا اور  
 اسی پر اکتفا کر کے دوسری ضد کو ذکر نہیں کیا اور ہر ایک سکون کو اس واسطے ذکر کیا کہ وہ بہ نسبت حرکت کے زیادہ ہو۔ اور یہ کلام بھی مشرکوں  
 پر رحمت ہو جو اس وہم میں پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تہمیر میں نہیں ہو اور اسی وہم پر بتوں کے انتظام پر بھروسہ کرتے اور  
 انکی عبادت کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے صریح رد کر دیا کہ رات و دن میں جو مخلوق بے طلب و تردد کے ساکن پڑی ہو وہ بھی اللہ تعالیٰ  
 ہی کی مخلوق اور اسی کی پرورش سے رزق پاتی ہو اور حضرت سعدی رحمہ اللہ نے کہا ولہ ما سکن۔ یعنی جو ثابت و مستقر ہوئی۔ یہی رحمتی  
 نے ذکر کیا۔ اور ابن عطیہ نے اسی کو مرجع قرار دیا۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ جیسر آفتاب طلوع و غروب ہوا وہ رات و دن کے ساکن ہیں  
 جو پس مراد اس سے تمام وہ چیزیں ہیں جو طلوع و غروب آفتاب کے درمیان ہیں خواہ کہیں ہوں۔ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر جاندار  
 آسمان و زمین کا سب کے سب اسی کی خلق و مالک ہیں۔ بالکلہ اس میں اتفاق ہو کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہو اور معنی یہ کہ تمام مخلوق  
 کا پروردگار و خالق و مالک وہی پاک معبود اللہ تعالیٰ ہو اور مشرکوں و کافروں و فلاسفہ و مجوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہو کہ بعض اسکے  
 مخلوق ہونے یا زیر انتظام ہونے سے خارج ہو یا وہ قادر مختار نہیں یا کوئی مخلوق اسکے ساتھ شرک ہے سب غلط و کفر و جہالت ہو وہی قادر  
 مختار خالق جامع صفات کمال ہو۔ **وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** یعنی وہی خوب سننے والا ہو جو کچھ کوئی کہے اچھی بات توحید کی یا بری بات  
 شرک و کفر کی اور خوب جاننے والا ہو جو کچھ کوئی کرے عبادت و بدگئی یا کفر و شرک وغیرہ فسب۔ اور البتہ شرم چاہیے اس مخلوق کو  
 جو اپنے خالق کی جناب میں شرک و کفر کیے ہو۔ اور عجب کہ کافران کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی پرستش کرنے کی طرف  
 بلایا تو حکم ہوا۔ **قُلْ أَغَيْرُ اللَّهِ أُخَذُ وَلَيْسَ كُنْ** سے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی چیز کو میں ولی  
 بناؤں فسب۔ یعنی معبود بنائوں۔ اور یہ استفہام انکاری ہو اور معنی یہ کہ اور کسی کو معبود نہ بناؤں گا فقط اللہ تعالیٰ ہی کو معبود بناؤں گا جسکی  
 شان ہو کہ **قَاطِلِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ** آسمان و زمین کو۔ دونوں کو برباد کرنے والا ہو فسب۔ یعنی دونوں کو اسنے برباد کرنا

کے ایجاد کر دیا۔ **وَهُوَ يُطِيعُ** اور وہ رزق دیتا ہے **وَلَا يُطَاعُ** اور رزق دیا نہیں جاتا **عَسَى** یعنی تمام مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ **قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْكُرُ** کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں ہی پہلا شخص ہوں جو اسلام لایا **فَ** یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے مطیع و منقاد ہوا توحید کے ساتھ اور اولیت سے مراد یہ کہ اس امت میں سب سے اول میں ہی مسلمان ہوں۔ **وَلَا تَكُونَنَّ** اے وقیل کی لائیکون۔ **مِنَ الْمُشْرِكِينَ** اور مجھے کہا گیا کہ تم سرگرمست مواناں درگن میں سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے ہیں **فَ** یہ عطف ہے اور اثرش پر بقدر لفظ قول اور بعض نے کہا کہ قل پر عشت ہے یعنی ایسا دیا کہ میرے اور مشرکین میں سے مت ہو اور اس تقدیر پر صیغہ امر پر بھی کا عطف روا رکھا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ شرک ہونے سے بچے کیونکہ آپ معلوم پیغمبر تھے۔ لیکن یہ خطاب فرمایا کہ امت کے اہل اسلام اس خطاب سے مستفیذ ہوں۔ **قُلْ إِنِّي أَخَافُ** **أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي** یعنی عصبیان باین طور کہ غیر کی عبادت کروں۔ **عَلَّ أَبْ يُومِ عَظِيمٍ** ہر یوم القیامت یعنی یوم است مراد روز قیامت ہے معنی یہ کہ تم میرے کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کر کے غیر کی عبادت کروں تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہے یعنی نے کہا کہ خوف سے مراد یہاں علم ہے یعنی میں جانتا ہوں کہ اگر پروردگار کی اسطرح نافرمانی کروں کہ غیر کی عبادت کروں تو عذاب روز قیامت میں گرفتار ہو گا۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر مراد اس قائل کی یہ ہو گی کہ خوف مستلزم معرفت ہے پس معنی یہ کہ میں جانتا ہوں لہذا خوف کرتا ہوں کہ نافرمانی کروں تو عذاب ہو گا اور علم معرفت خوف ہے چنانچہ فرمایا۔ **إِنَّمَا نَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے اسکے اندون میں سے وہی ہیں جو علم والے ہیں اور حاصل یہ کہ مجھے خوف بطریق فرد و نہیں بلکہ غیر کی عبادت میں قطعی عذاب جانتا ہوں **يَتَّقِ** **الْيَصْرَفَ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ** اکثر قراءتوں کی قراءۃ میں یصرت بصیغہ مجہول ہے یعنی جو شخص ایسا ہو کہ پھر ایسا اس عذاب سے اس روز قیامت میں یعنی جو بندہ کہ عذاب جہنم کی طرف سے لوٹ دیا گیا۔ **فَقَدْ رَجَعْنَا** تو اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم کیا **فَ** یعنی اسکے واسطے بھلائی کا ارادہ کیا۔ اور جزوہ و کسائی واجب کر کے یصرت بصیغہ معروف یعنی سنی للفاعل پڑھا اور معنی یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ پھر اس سے اللہ تعالیٰ نے اس روز عذاب کو تو اس پر رحم کیا۔ **وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ** اور یہ نعمت عظیمہ کھلی ہوئی تلاح **فَ** فی العرائس قولہ قل انی امرت ان اکون اول من اسلم۔ اشارہ ہے کہ فطرت ذاتی میں سب سے اول میں تھا پس اس وقت جبکہ جو زمین کوئی نہ تھا محکم حکم ہوا کہ عبادت میں سب سے اول ہوں۔ بعض نے کہا کہ طور رفق میں اول منقاد ہوں۔ ابن عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ بادی قدرت میں پہلا حضور رکھنے والا میں ہوں۔ جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ قضا و قدر کا اول تسلیم کرنے والا ہوں۔

**وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ يَضْرِبْكَ أَهْلًا هَوًّا وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى**  
 اور اگر یہ ایجاد ہے بھلا اللہ کچھ سختی بھرا ہو کوئی نہ اٹھا دے سوائے اسکے۔ اور اگر تجھ کو بد بختا دے بھلائی تو وہ  
**كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ**  
 اور اگر اس کی قدرت ہو تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہی اللہ کی حکمت والا ہے خبر داد  
**قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا**  
 تو کہ کس چیز کی بڑی گواہی کہ اللہ گواہ میرے اور تمہارے بیچ اور تمہاری جگہ یہ

زمین میں۔ یعنی زمین کے ملکوں اور وہاں کے باشندوں کے وقت تک کہ مشیت میں فکر و غور سے نظر دوڑاؤ اور بعض سے کہا کہ حقیقی سفر کرنے کا حکم ہو اور یہ اظہار ہو لیکن مقصود اس سے دریافت حال ہے کہ اگر بذریعہ معلومات کے ہو جاوے تو کالی ہو یا بجلہ حکم دیا کہ زمین میں پھر و فکر کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے **ثَوَانِظُرُوا** پھر نظر عبرت سے دیکھو کہ **كَيْفَ كَانَتْ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ** کیونکہ تم لوگ ان انجام کار ان لوگوں کا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا ہے پس تم کو عبرت حاصل ہو کہ تم اس حرکت کفر و انکار سے باز آؤ تاکہ عذاب و بد انجام سے محفوظ رہو۔ اور یہ بھی نظر رحمت ہے ولیکن عارف اس خطاب ہی سے ان کافروں کے بد انجام پر غور کر گیا کہ ان لوگوں کو ان کے نفس کے والہ کیا جبکہ انہوں نے بات نہ مانی پس بندہ ہر بات کو مانے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے **فَنَقَالَ فِي الْعَرَاءِ**۔ قولہ تعالیٰ **وَالْبَسْنَا عَلَيْهِمُ الْيَلْبِسُونَ**۔ کافروں نے بالشافہ دیدار ملا کہ کی قرآن میں کی حالانکہ اسکے لائق نہ تھے اور اگر اہل دل ہوتے تو چہرہ پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ نور اشراق ازلی مشاہدہ کرتے جو ملا کہ میں کہیں نظر نہ آتا کیونکہ وہ مشکوٰۃ نور ذات و صفات تھے بقولہ تعالیٰ **اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** مثل نورہ مشکوٰۃ فیہا مصلح ولیکن وہ لوگ اسکو کیونکر دیکھ سکتے ہیں کیونکہ قرآن کی کے اندر میرے میں پڑے ثابت رہے ہیں وقد قال تعالیٰ **يُظِرُّونَ ابْصَارَهُمْ** یعنی آنکھیں پھاڑتے ہوئے تیری طرف نظر دوڑاتے ہیں مگر کچھ دیکھتے نہیں۔ پھر واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ **وَلِيَجْعَلْنَا لِمَا يَجْعَلُنَا رِجَالًا مِّنَ الْآلَةِ** میں اشارہ یہ ہے کہ ماہیت ملکوت دیکھنے سے انکی نظر ضعیف ہو اور اگر فرشتہ کو دیکھیں تو آدمی ہی کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں جو مرتب القیاس ہے۔ اور اصلی بیان اس مقام پر یہ کہ قولہ **وَالْبَسْنَا عَلَيْهِمُ** اے خلط کہین ہم آپر جو وہ اپنے نفوس پر خلط کرتے ہیں تاکہ اپنی ضاع و غریب کی راہ نہ جانیں جیسا کہ انکی مراد ہو اور انکا کراخیں کی گردن پر ٹوٹ پڑے اور فرد کی تاریکی میں پھرتے پھریں۔ قولہ **وَلَقَدْ اسْتَهْزَىٰ بِرَسُولِ مِن قَبْلِكَ**۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جابلوں کے حال سے خبر دی کہ جب انہوں نے خاصان درگاہ کو نہ پہچانا اور انہیں آثار جلال الہی کو نہ دیکھا تو انہیں اعراض کیا اور انکے حالات سے انکار کیا۔ قاسم رح نے کہا کہ جب انہوں نے رسولوں کے حقوق کو نہ پہچانا اور انکی تکریم نہ کی اور چشم حق اور عین بصیرت سے انکو نہ دیکھا تو انوار و مشاہدات سے اندھے و خندھے رہ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ **اللَّهُ تَعَالَىٰ** کی قدرت محیط و رحمت عظیم ہے۔ اور کفار پر رحمت ہر طرح پوری ہے۔ بقولہ تعالیٰ۔

**قُلْ لِّمَن مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَقُلْ لِلّٰهِ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِہٖ الرَّحْمَۃُ لِيَجْمَعَنَّہُمْ**  
 ہر جو کس کا جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اللہ ہی کے لئے لکھی ہے اپنے رحم سے ہر جگہ  
**اِلَیَّ یَوْمَ الْقِیَمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا یُقِیْمُوْنَہٗ**  
 دن قیامت تک اس میں شک نہیں جنہوں نے اپنی جانیں ہتھی لی ہیں وہ اپنے آپ کو قائم نہیں کرتے  
**وَلَہٗ مَا سَكَنَ فِی الْبَیْلِ وَالنَّہَارِ وَہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ قُلْ اَعْمٰی اللّٰہُ اَخَذَ**  
 اور اسی کو جو رات اور دن میں اور وہی سب سے جانتا ہے  
**وَلِیَا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَہُوَ یَطْعَمُہٗ وَلَا یُطْعَمُ قُلْ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ**  
 مددگار اے جو بنانے والا ہے آسمان اور زمین اور وہ سب کو کھاتا ہے اور اسکو کوئی نہیں کھاتا ہے بلکہ حکم ہمارا ہے



اَكُونُ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ اِلَيَّ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ

سب سے پہلے علم مانوں اور تو نہ ہو۔ شریک پکڑنے والا تو کہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم مانوں  
رَبِّ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ مَنْ يَصْرِفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۝ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ  
اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جس سے وہ نکلا۔ اُس دن اسپر رحم کیا اور یہی اجر بڑی مراد ملنی

قُلْ كَيْفَ اَعْلَمُ اَنْ اَكُونُ مِنَ الْمُنْصَلِحِينَ ۝ مَنْ يَصْرِفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۝ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ

ہر قسم کے مشرکوں کے جھوٹے معبود بھی مخلوق الہی پر سے اور معنی یہ کہ آسمان و زمین مع تمام اشیاء کے جو انہیں ہیں یعنی تمام عالم  
سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی ملک ہے۔ قُلْ كَيْفَ اَعْلَمُ اَنْ اَكُونُ مِنَ الْمُنْصَلِحِينَ ۝ مَنْ يَصْرِفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۝ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ  
یہ جواب نہ دین تو خود تو یہ جواب دیدے کیونکہ اسکے سوائے کوئی جواب ہی نہیں ہے۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ مشرکین خجالت سے منہ کیا

کھولینگے۔ حاصل آنکہ جواب تو یہی متعین ہو خواہ باقرار صحیح یا مجتہد۔ در صورت ہمت دھرمی کے انکار کے لیکن مشرکین عرب اسکا اقرار  
کرتے تھے۔ و قد ذکر تعالیٰ و لكن سالتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله - یعنی اگر تو اسے سوال کرے کہ کس نے پیدا کیا  
آسمانوں و زمین کو تو ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور یہ مشرکوں و کافروں پر ایسی جھمت نوی ہے کہ جس سے انکو مجال نہیں کہ کسی شرک

و کفر کی طرف جاویں۔ بالکل جو خالق ہو مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اس واسطے کہ قادر مختار خالق جامع کمالات جو پاک پروردگار ہے  
وہی ستمی عبادت ہے کیونکہ عبادت اظہار بندگی ہے پس جو آلہ نمودہ اسکا ستمی نہیں ہو سکتا کہ اسکی بندگی کیجا دے اور جب بندگی  
فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کی متعین ہوئی تو شرک سے تو بہ کرنی چاہیے اور جو گذار اسکو وہ پاک معبود برحق عفو فرمائے واللہ اعلم

بِخَانِجَةِ ارشاد فرمایا۔ کَتَبَ عَلَيَّ نَفْسِي الرَّحْمَةُ ۝ مَنْ يَصْرِفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۝ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ  
فرض نہیں کیونکہ اول تعالیٰ جل جلالہ پر کوئی چیز فرض و واجب نہیں ہے وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے۔ بلکہ کتب بمعنی قضا ہے  
کہ دیا ہوا ہے اوپر رحمت کو بطور فضل و احسان کے اور اس کلام پاک میں ایک طرح کی مہربانی ظاہر ہے کہ لطف سے مشرکوں کو توحید و

خالص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار غفور رحیم ہے جو تم سے بھٹک جانے میں جو کہ ہو گئی اسکو رحمت سے معاف فرما دے اور یہی  
اسکی رحمت ہے کہ رسول بھیجے و کتابین نازل فرمائیں و راہ توحید پر دلائل صریح قائم کیے حالانکہ آفاق و انفس میں لاکھوں دلائل موجود  
ہیں جو گو اہی دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے

خلق کو مقرر کیا تو ایک کتاب لکھی اور عرش پر اپنے پاس رکھی کہ میری رحمت سبقت لیگی میرے غضب پر کمانی صحیح البخاری و مسلم۔ اور سلمان  
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کیے تو سورج و چاند پیدا فرمائیں اور انہیں سے ایک حصہ

دنیا میں لوگوں کو ملا کہ جس سے آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں (مان و باب وغیرہ سب) اور نہ ان سے حصہ قیامت کے واسطے  
ہیں پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو مومنوں کے لیے یہ حصہ بھی ملا کہ جو پورے کر کے دیدیے جاویں گے۔ رواہ مسلم و احمد وغیرہما اور شیخ ان  
حدیثوں کی بہت طول چاہتی ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ بندہ مومن ان باتوں کو بلا تردد و غور کے مان لے کیونکہ یہ مقام صفات ہی اسمین عقل کو

رسائی نہیں ورنہ علماء و رح نے جاہلون کے اوہام و زور کرنے کو معقول تاویلین بیان فرمائی ہیں۔ پھر اس جملہ ترغیب و وعدہ صادق کے بعد  
جملہ ترغیب و وعید و نفاک کہ بیان فرمایا تاکہ ارادان بندے غرہ نہر جاویں اور بات کو اپنے موقع تک رکھیں اور حد سے تجاوز نہ کریں بقول

و غیرہ جتنے معاملات ہیں انکو پورے پورے شرعی قاعدوں سے برتے تاکہ دنیا میں اصلاح رہے اور اپنے مولیٰ کی لوگ عبادت کریں اور علیٰ ہذا کیفیت باہری زیاد شاہی حکم بجالانے اور قاضی کے احکام سب رسول سے معلوم ہوتے ہیں بھرو افعال نیک ہیں اسکے مقابلہ میں ہزاروں لاکھوں افعال بد ہیں پوری کرنا و چھوٹ دینا بازی و زنا کاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو تراستہ کرے اور برے اخلاق کو ترک کرے اور بندوں کی بھلائی میں کوشش کرے کبھی مال سے کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش زبانی سے اور کبھی چھڑکی و دلاست سے اور کبھی بضرورت سزا و چوٹ دینے سے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں امن و امان رہے مگر ایسا امن و امان کہ سب بندے اپنے بعدو خالق کی بندگی کے جاوین اور امن و عافیت سے زندگی بسر کریں تاکہ جب مرین تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں بیان کے تکلیفات و مشقتوں کے بدلے جو انکی چند روزہ عمر میں انکو پہنچتی رہی ہو وہاں ہمیشہ ابد الآب و راحت و آرام و عجیب نعمتوں میں خوشحال رہیں اب دانا و عقلمند آدمی یقین کر گیا کہ ان افعال و افعال جوارح کے طریقے وصولات کہ کس اعتقاد سے انداز و عمل کی توحید و شان کے لائق ہیں اور کس برتاؤ سے اسکی مرضی کے موافق ہیں قطعاً بدوں رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہیں معلوم ہو سکتا ہو اور ان سب میں بڑا امر یہ کہ بندہ اپنے خالق کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے نہ عقاب میں اور نہ اپنے افعال میں اور انہیں بھی جو اعتقاد میں برخلاف اعتقاد رکھے شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بد بخت و ناہنجار ہو اسپر فرض ہے کہ جسے پیدا کیا اسکا بندہ رہے اور اسپر خالق کا کمال احسان یہ ہو کہ رسول بھیج کر سب سکھایا بھر اور بھی بڑا احسان یہ ہو کہ رسول بھیجے جس کے جنس کا معنی آدمی بھیجا کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق بسر کر کے مرے تو اسکی درگاہ میں جنت پاوے پس آدمی ہی رسول ہو گا تو یہ بات نہایت فوری سے پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہو گا تو اسکے قدم بقدم چلنے میں کتنی ناانسانیت ہو اسی واسطے کہ کئے مشرک جو فرشتہ مانگتے تھے انکو سمجھایا کہ غیر جنس سے تم فائدہ نہ پاؤ گے وحشت کھاؤ گے اور فرشتہ ہو گا تو صورت ہی دیکھ کر مر جاؤ گے اور جب تم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ یہ رسول ہکو بڑی راہ سے پھیرتا اور بالکل بھلی راہ جاتا ہو اور ہمارا بعدو برحق کی بندگی و پیروی سکھاتا ہو اور خود کچھ مانگتا نہیں ہو تو اسکی بات سنیں و سمجھیں و غور کریں تم یہ تو کرتے نہیں بلکہ فرشتہ کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تم کو فائدہ نہیں ہو گا کیونکہ اسکی شکل سے ڈر کر مر جاؤ گے پھر نیک راہ کیا سیکھو گے اور اگر وہ آدمی کی صورت بن کر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طبیعت و جبلت زراعی ہوگی تم اسکے قدم بقدم کیا چلو گے اور دوسرے تم اسکو بھی آدمی کہو گے کہ ہم اسکی کیا پیروی کریں یہ فرشتہ نہیں بلکہ آدمی ہو پس تم نہایت احسان مانو کہ تم میں تمھاری جنس کا رسول بھیجا اور معجزے و آیات سے اسکی تصدیق کر دے اور سب سے بڑا معجزہ تو قرآن ہو کہ جملہ ایک تسویا کئی زیادہ فزون فصاحت و بلاغت کے اس کلام میں جو بلا موجود ہو تم سے اسکا مثل نہیں آتا پس تم اپنی جنس کے رسول کو بڑا احسان و انعام یقین کرو اور نیز سمجھا دیا بقولہ و لو کان فی الارض ملائکہ یبشرون لولنا علیہم من السماء ملکاً رسولاً۔ یعنی اگر زمین میں ملائکہ ہوتے تو ہم انپر البتہ آسمان سے انکی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے۔ یعنی اگر فرشتوں میں بھی مادہ خیر و شر کا ہوتا کہ انکو آدمیوں کی طرح بڑائی کے افعال باوجود خود آہش کے چھوڑ کر بھلائی کے طریقہ پر جاننے و معرفت و توحید الہی کے جاننے اور ادب و خیالات کفر و شرک سے تیز کرنے کی ضرورت پڑتی تو انکا رسول انکی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیوں کا رسول اسی جنس کا آدمی ہو علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اور واضح رہے کہ ان کافروں کو یہ خط و خیال سر جھٹا اسکی ذیل میں لکھا کہ اذانی ہی میں گمراہی انکے حق میں مقدم تھی ورنہ بشر جب تک اپنی قوت لکھ کر قوت حیوانیہ سے خالص توحید و عبادت کے ساتھ تہذیب و

نہ کرے جب تک فرشتہ کو نہیں دیکھ سکتا ہاں بعد خلوص و کمال کے العتبہ دیکھ سکتا ہو اور قولہ تعالیٰ لقد راہ نزلة اخرى عند سدرة المنتهى کی تفسیر میں صحیح ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو انکی اصلی صورت پر دیکھا اور دنیا میں بار جبریل وغیرہ دیگر ملائکہ علی بنیام علیہم السلام آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلان اور وہ فلان فرشتہ ہو اور بصورت آدمی بعض صحابہ پر بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی حدیث سوال اسلام و ایمان و احسان و آثار قیامت کے معروف ہو اور حضرت لوط علیہ السلام پر بصورت بے داڑھی مویجہ کے خوبصورت لڑکوں کے آنا اور پہلے ابراہیم علیہ السلام پر بصورت همان آنا اور کھانا نہ کھانا قرآن مجید میں مذکور ہو جیسا کہ انشراح اللہ تعالیٰ مفصل فقہ آویگا۔ بالکل کفار کہ جب ایسی شیطانی باتیں جنکا وقوع ازراہ حکمت الہی منوع تھا مانگتے تھے جیسے کوئی یون مطالبہ کرے کہ آسمان بجائے زمین کے اور زمین بجائے آسمان کے ہو جاوے اور یہاں کے رہنے والے وہاں اور عکس ہو جاوے تو یہ عار و دانا کے نزدیک خلاف مشیت و تقدیر و حکمت الہی ہو ایسے عناد و جہالت کا جواب بھی اوتعالیٰ جل جلالہ و علم اولیٰ لے علم کے ساتھ فرمایا اور انکو سمجھایا و لیکن انہیں سے جنگی تقدیر میں کفر و ضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوئے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو پاک رسول اور بندوں کے اوپر ہر بان ترس کھانے والے تھے انکی ایسی جہالتوں سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے بندہ رسول سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ اجمعین کو تسلی و تسکین فرمائی بقولہ - وَلَقَدْ اسْتَفْهَمْنِي يُوسُفُ مِنْ عِبَادِكَ مَا صِلَ آتَاكَ اَمْ مَجْرَمٌ عَمَلِيْنَ ہنر کہ تجھ سے پہلے رسولوں سے بھی ٹھٹھا کیا گیا تھا۔ اور کافروں کو تنبیہ ہو کہ اے ناپاک مافکیرے بندو تم ٹھٹھا کرتے ہو جیسے اگلوں نے کیا مگر انکا انجام یہ ہوا فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَفْهَمُونَ پس جنھوں نے کافروں میں سے ٹھٹھول کیا تھا انکو اسی چیز نے گھیر لیا جس سے ٹھٹھا کرتے تھے اس چیز سے کیا مراد ہو۔ بعض نے کہا کہ حق اور بعض نے کہا کہ رسول اور بعض نے کہا کہ عذاب کیونکہ عذاب آخرت کے ساتھ تسخیر کرتے ہیں مراد اس سے اگر حق بات ہو تو گھیر لینے کے یہ معنی کہ حق غالب و بلند ہو گیا لیکن یہ ضعیف ہو بنظر ظاہر سیاق۔ اور بعض نے کہا کہ رسول مراد ہیں اور اس میں بھی تاہل ہو اور راجح وہ ہو جو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ عذاب مراد ہو کیونکہ جب کافروں کو کفر کرنے پر عذاب نازل ہونے کا خوف دلا گیا تو ٹھٹھے مارنے لگے کہ یہ شخص مجھوں ہو اور آخر انجام کار جب حجت پوری ہو گئی اور ایمان نہ لائے تو عذاب نے گھیر لیا جسکو ٹھٹھا سمجھتے تھے۔ اور یہاں کمال بلاغت سے کفار کہ کو تہد یہ ہو کہ ٹھٹھا کرنے والے ڈرین کہ انکا انجام بھی ایسا ہو چنانچہ مسخروں نے والے ابو جہل وغیرہ ہلاک ہوئے اور چونکہ تقدیر الہی میں اکثر انہیں کے ایمان سے شرف ہونے والے تھے لہذا انکو قطعی وعید نہیں فرمائی و لیکن ایسے پاکیزہ اسلوب سے وعید ہو کہ جو ٹھٹھا نہ کرتے تھے اگرچہ اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے انکو نکال دیا۔ اور مسخروں کرنے والوں کی تہد یہ کہ انکو ان کے معذب ہونے پر قیاس کر دیا اور آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا حکم دیدیا تاکہ مقصد اور فتنہ ڈالنے والے ہلاک ہوئے اور باقی زاد پر آگئے بخلاف انکی امتوں کے کہ ایکبارگی عذاب نازل ہوا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور وہ سب اسی قابل تھے لَعَذَابُ اللہ من عذاب اللہ وغضب اللہ اللہ اہنا اللہ اور کنا بالرحمة اللہ لنعوذ باللہ من سخطک و بعا فاک من عقرک اللہ اذ اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتون اللہ لساک العافیۃ والسلامۃ و توفیق النجیہ برجتک یا حی یا قیوم نفعلی علی رسولک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم و علی جمیع الانبیاء والمرسلین و اجمعہم لندرب العالمین۔ پھر کفار کہ خصوصاً اور سب انکار و کفر کرنے والوں کو عمرونا ارشاد کیا کہ قُلْ یعنی کہہ دے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکون سے سیکروا فی الارض ہر





کے کثیف جسم میں تھمٹل کیا جاتا تاکہ اس سے باتین کرین اور اسکے نفع کو سنیں اور جب اس صورت میں ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہو۔ پھر اگر انکو فرشتہ کی اصلی صورت دکھائی جاتی یعنی وہ اپنی اصلی صورت پرانے روبرو ہو جاتا تو سب فی الفور مرجاتے پھر بچنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ حاصل یہ کہ غیر جنس سے امور شریعت کی حکمت پوری نہیں ہو کیونکہ شریعت فقط نماز روزہ کا نام نہیں بلکہ زندگی دنیا کو دنیا میں ایسی خوبی سے بسر کرنا مرتے دم تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو اور یہ بدون اسکے معلوم نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لاوے جسے پیدا کیا اور نعمتیں دین میں اور اللہ تعالیٰ کے احکام بدون اسکے رسول کے معلوم نہیں ہو سکتے ہیں لہذا رسول پر ایمان لانا ضرور ہو کیونکہ بندے کے افعال و قسم کے ایک افعال قلب اور دوم افعال جوارح۔ پس افعال قلب میں اعتقاد و غیرہ ہیں اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہیں اور اسکی شان میں کیا اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لا شریک ہو اور خالق و رازق ہو اسی پر توکل ہو اور بغیر اسکی تاثیر قدرت کے کسی بندہ کا کام پورا نہیں ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہو اچھا ہو یا برا ہو پس اچھا کام ہو گا تو اپنی ہمت و ارادہ و قصد پر ثواب پاوے گا اور اگر برا کام ہو گا تو اپنی جبری نیت و ارادہ و قصد پر عذاب و ملامت پاوے گا اور اللہ تعالیٰ کے بہت صفات باری تعالیٰ ہیں کہ بندہ بغیر رسول کے بتلائے نہیں جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہیں کہ مثلاً غرور و تکبر و گھبر و خرم و اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت میں محتاج جانے اور ہر دم اسکی عزت و التجا رکھے کہ میرے پروردگار میں کوشش کرتا ہوں اور تیری قوت و قدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہو گا تو اس کوشش کو پھیلاد کر دے اور مسلمانوں کے ساتھ بہتری کی نیت رکھے اور انکی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہیں ہو انکا دل اپنا دل جانے۔ اور اخلاص رکھے کھوٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغض و حسد و عداوت وغیرہ بد باتیں جی میں کبھی نہ رکھے۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور قہر میں پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیکر اس غضب سے نجات دے۔ یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہو اور پورا بیان حدیث و قرآن میں ہزاروں باتوں کا ہو۔ اور دوسری قسم جو افعال جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کے کام ہیں ان سب میں دل کی نیت شرط ہو۔ پھر ان کا مون کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جیسے نماز۔ روزہ کہ یہ بدون رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہیں ہو سکتے کہ کیونکہ ادا کرین چنانچہ عید کے دن روزہ حرام ہو حالانکہ عید کے ایک دن پہلے فرض تھا۔ اور دوسری قسم جو خالص نہیں لیکن انکو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہو گا جیسے بال بچوں کی پرورش وغیرہ۔ تو یہ تین قسم پر ہیں ایک وہ کہ دوسرے سے اپنا نفع لینا اور دوم دوسرے کو فو و نفع پہنچانا اور تیسرے دونوں کا اسمین نفع ہو اور تیسرین قسم اور ہیں کہ اپنی ذات کی اصلاح کرنا اور دوم اپنے گھر والوں کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ و شہر والوں و تمام جہان والوں کی اصلاح کرنا۔ پس نوکری یا تجارت یا دکانی سب میں سچائی شرط ہو۔ پس نوکری میں بڑے کام بجالانے کی نوکری نہ کرے۔ اور بچنے کام کو شرط کے موافق سچائی سے نیک نیتی سے پورا کرے۔ تجارت میں جسکی خرید و فروخت میں جو سچا شرع میں بیان ہوا ہو اسکو برتے۔ پس خرید و فروخت کے جملہ قانون جو شرع میں بیان ہیں اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہو اور عیب دار چیز کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب بھول ہو جائے تو بڑھتی پھیر دے جو چیزیں دنیا میں فساد و المی ہیں نال طلبورہ ستار باجا وغیرہ نہ بیچے اور جن باتوں میں مانند گھوٹ کو گھوٹوں سے بچاؤ نہیں بڑھتی حرام ہو انکو بڑھتی سے نہ بیچے۔ اسی طرح صرافی و وکالت و کفالت و مصاربت و اجارہ و صنعت و سلم و شفعہ

وَمَا تَأْتِيهِمْ - اور نہیں آتی آنکوں - یعنی اہل مکہ یا اس میں آیات کوئی آیت - و من زائدہ بغرض استغراق و شمول نفی - مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ - انکے پروردگار کی آیتوں سے - یعنی قرآن سے - اَلَا كَانُوا عَمَّيَا مُعْرِضِينَ - مگر آنکے اس آیت سے کچھ موڑتے ہیں - و من مراد آیت سے بنا بر قول مفسر ح کے آیات قرآن میں ہیں آنا اسکا یہ کہ نازل ہوئی اور ہو سکتا ہو کہ خلقت کی نشانیاں مراد ہوں از انجملہ معجزات و عجیب مخلوقات میں ہیں آنا یہ کہ آپر ظاہر ہوں والا اول ارج اور معنی اعراض کے یہ کہ اسمین غور و نظر نہیں کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید و معرفت حاصل کریں اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی بظاہر مجتہد ترحم ذیہ کہ فقد کذبوا بالحق لَمَّا جَاءَهُمْ سُوْرَةُ اٰلِ اِٰمِیْن - سو جھٹلا چکے ہیں بات کو جب ان تک پہنچی - و یعنی قرآن جب آیا تو اس کو جھٹلانے لگے - فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ اَنْبَاؤُ مَا كَانُوا يَسْتَهْزِئُوْنَ اب آگے آئیگی آپر حقیقت اس بات کی جیسے سنتے تھے - و منا بنا رجیع بنا وہ خبر جسکی وقعت عظیم ہو - اور بیان جیسے کہ ہوتے ہیں کہ عنقریب تم خبردار ہو گے یعنی کوئی بڑا حادثہ تم پر پیش ہوگا - لہذا مفسر ح نے عواقب سے تفسیر کی جمع عاقبہ یعنی انجام کار کسی شے کا اور چونکہ کافروں کا کام بد تھا لہذا عذاب و بڑا بدلا ہوگا - حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت آنکوں اپنے کھٹھکے کا حال معلوم ہوگا پس جو لوگ کفر پر مرے مانند ابو جہل وغیرہ کے آپر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معاد ہوگا کہ کیسی استہزاء و ٹھٹھول کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عذاب آپر جہاد میں خوار ہونے کا ہی اور بعض نے کہا کہ قحط ہی جس سے مارے بھوک کے آنکوں میں اندھیرا آتا تھا - اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ دُیْنٌ دِیْنٌ دیکھتے - و یعنی ملک شام وغیرہ کو سفر میں جانے میں کیا آنکوں میں نہیں دیکھتے کہ کُفْرُ اَهْلِكُمْ - بہتیرے ہلاک کر دیے ہئے - و من کم خبر یہ معنی کثیر ہی - مِّنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَبْلِ اُنْزِلِ اُنْزِلِ پہلی سنگتیں - و من قرن - یہ کم خبر یہ کی تیز ہو مانند قولہ و کم من ملک فی السموات - حاصل آنکہ کم سن قرن کاٹیں من قبلہم اہلکنا - اور قرن کے معنی قاموس میں ہیں کہ دس یا تیس یا چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا ستر یا اسی یا ستوا ایک سو تیس سال کی مدت اور سو برس کے معنی صحیح ہیں کیونکہ النس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہ وہ ایک سو برس جیتے رہے - اور قرن یعنی ہر ایسی مدت جو ہلاک ہوتی اسطرح کہ اسمین سے کوئی نہیں بچا - مفسر ح نے بھی اخیر معنی لیے ہیں اور یہی مناسب ہیں اور مراد است سے ایک گروہ آدمیوں کا ہے جیسے قوم لوط کو ہلاک کر دیا اور قوم عاد کو مٹایا - حاصل آنکہ کیا اہل مکہ دیکھ کر عبرت نہیں پاٹے کہ ہلاک کر دیں ہمتے پہلے اُنہیں بہت سی مشینیں جنکا یہ حال تھا کہ مَلِكُهُمْ فِي الْاَرْضِ اُنْكَوْ جَا یا تھار زمین میں - یعنی ہمتا کو ٹھکانا دیا تھا زمین میں توانائی و مالدارمی کے ساتھ - مَالُوْ عَمَلُ لَكُم اس قدر کہ جو تم نہیں دیا - و من کم کی ضمیر مخاطب میں اوپر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کر کے خطاب کی طرف رجوع ہو - حاصل آنکہ تم سے اگلوں کو ہلاک کیا حالانکہ وہ تم سے توانائی قوت اور مالدارمی میں زیادہ تھے وَاَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وریح نے چھوڑ دیا تھا ان لوگوں پر آسمان یعنی مینہ پے در پے - و من کہ بارش خوب ہوتی تھی وَجَعَلْنَا الْاَنْهَارَ جُرًیًّٰی مًّیْمًّیْنً اور پیدا کر دی تھیں ہم نے نہریں کہ جو جاری تھیں اُنکے نیچے - و یعنی اُنکی بستیوں کے نیچے - حاصل آنکہ البسی زمین ہم نے انکو دی تھیں - فَاَمْلَكْنَاهُمْ اَنْ يَّجْعَلُوْا جَعْلًا لِّمَا كَانُوا يَكْنُوْنَ اُنکے گناہوں - یعنی جب انبیاء علیہم السلام نے انکو انکے پروردگار کی رحمت کی طرف بلایا اور انہوں نے انبیاء کو جھٹلا تو ہم نے انکو بسبب انکے گناہوں کے ہلاک کر دیا - وَاَنْشَأْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ اور کھڑی کریں اُنکے پیچھے اور سنگتیں - و من

وہ لوگ بھی اللہ عزوجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر و شرک سے باز نہ آئے تو غضب الہی سے مٹ گئے اور نیست ہو گئے کہ انکی نسبت  
کفیل و یران پڑی ہیں انکو دیکھ کر عبرت کرو کہ آخر بار نہ آؤ گے تو اسی طرح ہلاک ہو گے **قَالَ فِي الْعَرَالِيسِ تَوَلَّوْا اَيْمَنُ**  
**آيَةُ الْاِيْمَانِ** - یہ لوگ جو مشرکین مکہ میں سے کافر مرے ازل ہی میں محروم از نور ایمان تھے وہی احادیث روایت آریکی میں اللہ تعالیٰ نے  
بیدار کین پھر انپر نور پاشی کی جسکو پہونچا وہ راہ پر آیا اور جو چکا گمراہ ہوا - پس جو کافر مرے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہو وہ اللہ تعالیٰ  
کے آثار و آیات سے کیونکر اسکی وضاحت کو مشاہدہ کرے گا خواہ آیات آسمانی ہوں یا زمینی ہوں خواہ چہرہ ہاے انبیاء علیہم السلام سے ہوں  
یا چہرہ و آثار اولیاء رحمہم اللہ میں ہوں کیونکہ یہ چہرے بھی تجلی الہی سے چمکتے ہیں لیکن جسے وہ اس سے دیکھا وہ اندھا ہو اور اسکی ایمانی  
اور بڑھ جائیگی کیونکہ جسکے قلب کی آنکھیں بند ہیں وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہے - اور شیخ نصر آبادی نے کہا کہ مخلوقات  
میں اللہ تعالیٰ کی حمد آیات میں سے اسکے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہیں - بالکلہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں آیات سے  
مراد قرآن مجید و دروسین ہو جسکی تجلیات سے چکا چوند ہوتی ہو و عرب اسکے روبرو مستحیر و عاجز تھے لیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے  
اختیار میں ہو - اوجہل و غیرہ جو کافر مرے انکو اس میں بھی شیطان نے دھوکے دیے - **قَالَ تَعَالَى**

**وَلَوْ تَرَىٰ اَنَّكَ اِلٰهٌ مِّمَّنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ لَا يَغْنَأُ اِلٰهٌ مِّمَّنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ**

**وَلَوْ اَنَّ اِلٰهًا مِّمَّنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ لَا يَغْنَأُ اِلٰهٌ مِّمَّنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ**

**وَلَوْ اَنَّ اِلٰهًا مِّمَّنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ لَا يَغْنَأُ اِلٰهٌ مِّمَّنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ**

**وَلَوْ اَنَّ اِلٰهًا مِّمَّنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ لَا يَغْنَأُ اِلٰهٌ مِّمَّنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ**

سراج میں ہے کہ نضر بن حارث و عبد اللہ بن ابیہ و زید بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لادینگے  
یہاں تک کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاؤ اور اُسکے ساتھ چار فرشتہ بھی ہوں جو اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے  
پاس سے نازل ہونے کی اور آپکے رسالت کی شہادت دیں پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا - **وَلَوْ تَرَىٰ اَنَّكَ اِلٰهٌ مِّمَّنْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ الْكِتَابُ**  
اور اگر تارین ہم تجھے لکھا ہوا کتاب بمصدر معنی مفعول ای کہتے ہیں - **فِي قُرْطَاسٍ** کا غزمین - یعنی اگر ہم تجھے کتاب  
لکھی ہوئی قرطاس میں بھی درق درق میں اتار دیتے جیسے کہ ان لوگوں نے مساند سوال کیا تھا کہ لکھی ہوئی کتاب پوری کیون نہیں آتری

تا فرامانی مست کرو۔ اور اس میں دلیل ہے کہ بندہ کاسب ہو یعنی جو امور شیر یا شہر پیدا ہوتے ہیں انکو کاسب کرتا ہو اور یہی اسکا عمل ہی اور تمام ہونا  
 عمل کا اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے ہو اور جو یعنی معتزلہ و رد انفس سمجھتے ہیں کہ بندہ خود اپنے عمل خبر و شکر کو پیدا کرتا ہو یہ محض غلطی ہے  
 فن فی العر انس قوله تعالیٰ - الحمد لله الذی خلق السموات والارض - اول تعالیٰ نے جو ازل میں اپنی حمد فرمائی وہ بندوں کے واسطے  
 طریقہ تبادلیہ کہ اسطرح اسکے جلال و جمال پاک کی ثناء و صفت بیان کیا کریں اور اول تعالیٰ نے علم قدم میں اپنی ذات پاک کے واسطے حمد  
 واجب فرمائی قبل اسکے کہ مخلوق پیدا فرماوے اور وہ علین ذات و صفات کے مقابلہ میں تھی پھر جس حمد کا متحمل خود ہی نفس ذات  
 پاک تھا جیسے کہ اسنے اپنی حمد فرمائی وہی در حقیقت حمد ہی پھر مخلوقات سے حمد مرفوع فرمائی کیونکہ جسکی حمد ہو اسکو جب تک نہ جانے  
 تو کوئی کیا حمد کرے گی اور مخلوق کی کیا مجال ہو کہ اسکی ذات و صفات کی حقیقت جانے یہ نہیں دیکھتا کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین  
 نے کیسے فرمایا۔ وانت کما اثینت علی نفسك۔ اور نیز اول تعالیٰ نے الحمد لله فرما کر ظاہر فرمایا کہ سوائے اسکی ذات پاک کے مخلوق سب سے  
 حمد منقطع ہو یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمع حمد ہو اور یہ محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ اور نیز حمد قدیم راجع بقدریم ہے اور حادث کو انھیں سے  
 کچھ بھی نصیب نہیں ہو اسواسطے کہ اسکی حمد اذلی ہو اور اذلی اسی کو لایق ہو جو اذلی ہو یعنی قدیم ہو۔ بعض نے کہا کہ اول تعالیٰ نے اپنی  
 حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اسکی حمد ادا کرنے سے اسکے علم قدیم میں ظاہر ہو۔ جنہد رحمہ اللہ نے کہا کہ الحمد۔ اول تعالیٰ کی صفت  
 ہو کیونکہ اسنے اپنے آپ کو تمام الصفہ محمود فرمایا اور اگر مخلوقات سب کے سب مجتمع ہو کر حمد کریں تو اسکی صفت سے ایک ذرہ برابر بھی  
 ادا و بیان نہیں کر سکتے یعنی در حقیقت ادا نہ ہو گا اگرچہ مخلوق کی طرف اسکا ثواب جمیل راجع ہو دے۔ قوله خلق السموات والارض۔  
 یعنی یہ حمد در حقیقت اس پاک پروردگار کے واسطے ہو جسکی یہ صنع و قدرت ہو اور جب تک تم درجہ بدرجہ یوں قدر و مرتبہ پہنچاؤ کہ اسکی  
 صنعت و افعال سے اسکی قدیم و عظیم قدرت و صفات کی طرف اور دبان سے ذات کی طرف معرفت حاصل کرو تب تک خالی نام سے  
 اسکی حمد و ثناء پر قدرت نہ پاؤ گے۔ قوله وجعل الظلمات والنور۔ یعنی جس نے آسمان و زمین کو نظر آتے ہیں وہ پیدا کیے اور  
 باطنی آسمان روح اور زمین قلب پیدا کی ہو اسنے روح میں نور عقل دیا تاکہ اس سے توحید کے آیات و شواہد کو پہچانے۔ قال المترجم  
 عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہے جس نام سے چاہو تعبیر کرو اور یہ عقل جسکو عوام چاہو عقل کہتے ہیں جسکی خدمت ان کو اس خمسہ  
 طاہری یا خیال و دہم وغیرہ سے ہوتی ہے یہ عقل جزوی اور بیچ ہے اس سے کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا حافظہ اور قلب میں نفس امارہ کی  
 تارکی رکھی ہو تاکہ محل امتحان سے بندگی اور عبودیت ظاہر ہو۔ قال المترجم عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروفہ اول تعالیٰ  
 نے ارواح کو تارکی میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنے نور سے چھڑکا تو جس روح کو اس نور سے حصہ ملا اسنے ہدایت پائی اور جسکو نہیں پہنچا وہ گمراہ ہوا  
 شیخ واسطی رحمہ سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنی عین حکمت تو اللہ تعالیٰ کے علم میں مختصر ہے لیکن بشری معرفت کہان تک ہو تو فرمایا  
 کہ اللہ تعالیٰ کو جان کی حاجت نہیں بلکہ جان کا گم ہونا اسکا ظہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعضے صوفی لاتے ہیں کہ کثرت کثر انھیں نا حیثیت ان اعزبت  
 تخلیق (مخلوق)۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہے اور حضرت واسطی رحمہ کے کلام سے معلوم ہوا کہ  
 نزدیک بھی یہ حدیث نہیں بلکہ کسی عارف صوفی کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہے برخلاف اسکے من عن نفسه تقدیرت یہ۔  
 کہ یہ کلام معرفت ہے اور صحیح ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمہ کا کلام ہے قال الشیخ بعض مشائخ رحمہ سے پوچھا گیا کہ عالم کے اظہار میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ  
 حدیث صحیح میں ہے کہ شیطان دوسو سہ دلاؤں کا اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی یہاں تک کہ آخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں

دوسرے دلاویگا پس لا حول پڑھکر اسکو دفع کرنا چاہیے اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کرو اور اسکی ذات میں فکر نہ کرو۔ اور تمام سلفت و خلف صالحین اسی پر گزرے ہیں کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہ کی ذات و صفات میں غور و فکر نہیں کیا پس اہل ایمان پر واجب ہے کہ کبھی اس راہ سے اس میں غور و فکر نہ کریں یا نہ دنیا میں خصوص انسان میں جو اعضا وغیرہ موجود ہیں اسکے فوائد پر نظر کریں اور بے انتہاء فائدے دیکھکر اپنے خالق عزوجل کا شکر یہ ادا کریں کہ اسکی صنعت فعل اسقدر پاک منزہ ہے تاکہ فعل سے جانب صفت مرجع ہو۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف میں ان فوائد کا ایک بڑا کمر بیان کیا ہے اور وہ قابل قدر ہے۔ فافہم۔ قولہ ہوا الذی خلقکم من مین۔ تمام آسمان جسم ہیں اور اس جسم کا دل یہ زمین ہے اور اللہ تعالیٰ نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے میں مخصوص فرمایا۔ بقولہ واشرق الارض بنور ربہا۔ اور بحملہ اس خاصیت کے ہے کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسدی یعنی عالم کو زمین سے پکڑ بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی حکمتوں کا خزانہ جو ولایت رکھا ہے اور اس میں فطری لطائف رکھے ہیں کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہیں۔ اور لفظ طین کو نہرہ بیان فرمایا جس میں تعین نہیں ہے پس بھیدہ ہے کہ جنت کی مٹی سے مومنوں کے اجسام پیدا کیے اور درگاہ خاص کی مٹی سے مومنین کے اجسام بنائے۔ قولہ یعلم سرکم و جہرکم۔ یعنی جو اشتباہ تھا وہ صمیم اسرار میں جمال قدیم کی طرف ہو اور جو خلوص اس راہ میں تھا اسے باطن میں مضمر ہے وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور تمھاری روحیں جس حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہیں اور جو شجاعت میں درگاہ جبروت میں سجدہ کرنے میں تمھارے چہرے پر جو آنسو بہتے ہیں اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہیں وہ سب دیکھتا ہے۔ قال المترجم فی الحدیث اور وہ شخص جسے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے۔ رواہ البخاری وغیرہ یہ افضل و بہتر آدمی کا بیان ہے جسکا آپ سے سوال کیا گیا تھا۔ مولوی روم نے کہا ہے ابن تقیہ راجع قدر ہست و ان بہا کا بنجاست زاری را کجاست ہدے برابر سے ہند شاہ مجید و اشک را در دکان باغون شہید

قال الشیخ اور نیز اشارہ ہے کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہے اور حیاتی طلب میں کوشش کرنا سب علم آدمی میں ہے۔ اس میں لطیف اشارہ ہے کہ فرمایا۔ و ہوا الذی اسماوات و فی الارض یعلم سرکم و جہرکم۔ آسمانوں میں تمکو مشاہدہ جبروت ہے اور زمین میں مشاہدہ ملکوت ہے بعض نے کہا کہ ولی جو شیخ و زانی و مایہ حیات

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ه فَقَدْ كُنُّوا  
اور نہیں پہنچتی انکو کوئی نشانی انکے رب کی نشانیوں میں کہہ کرتے ہیں اس سے تغافل سو جو ٹھلا چکے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا يَاسْتَهْزِئُونَ ه الْكَافِرُونَ  
حق بات کہ جب ان تک پہنچی اب آگے آگئی انہر حقیقت اس بات کی جہر ہستے تھے کیا دیکھتے نہیں

لَمَّا أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا  
کتنی ہلاک کہیں پہلے انہر سنگتیں انکو جایا تھا ہستے ملک میں جتنا انکو نہیں جہا یا اور چھوڑ دیا ہستے

السَّخَاءَ عَلَيْهِمْ وَمَا رَأَوْا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَهُمْ كَلْتُمْ  
انہر آسمان ہر ساوا اور بناوین نہرین بہتی انکے نیچے بھلاک کیا انکو

يَذُوبُهُمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قُرْنًا آخَرِينَ ه  
انکے گناہوں پر اور کھڑکا کی انکے نیچے اور سنگت



سستل ہیں اور یہی شیخ ابن الہمام نے اختیار کیا ہے اور در صورتیکہ دو وزن امر مقصود ہیں تو اسکی صورت یہ کہ جملہ خبریں ہوں اور اسکی مضمون سے  
 ثناء بھی مقصود ہے۔ پھر مفسر رح نے کہا کہ اہل احتمالات میں سے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین علی رحم نے سورہ کہف  
 کی تفسیر میں کہا ہے اور بعض نے کہا کہ اعلام و ثناء دو وزن مقصود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ لفظ قیصر ہے اور معنی اسکے امر ہیں کہ حمد و ثناء مطلق  
 فتح البیان دفیہ نظر الاولیٰ مقال صاحب الکمالین قتال۔ پھر اولیٰ نے اپنا وصفت فرمایا۔ **الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ**  
**وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رِجَالًا وَمِنْ دُونِهَا دُونَ** جہاں میں موجود ہے لیکن چونکہ وہ ہم و نظر کے  
 بندے بہت ہیں لہذا انکی نظر کے موافق خاص کر آسمان و زمین کو فکر کر دیا کہ یہی دو وزن سب سے بڑی مخلوق نظر میں ساتی ہیں۔ اور اس  
 ارٹل نظر استدلال کریں کہ جو ان بڑی بڑی چیزوں کا خالق ہے وہ بڑی قدرت والا ہے اور جسے پیدا کیا اسی کی عبادت لائق ہے پس بڑی  
 بے انسانی ہے کہ جس نے یہ انعام و فضل کیا اسکے سوا کسی مخلوق کی بندگی کریں اور اپنے آپ کو مخلوق کا بندہ ٹھہرا دیں اور اللہ تعالیٰ سے  
 فرمایا واخلقت لہن والانس لا یعبدون۔ یعنی جن و انسان کو اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ خالص اسی کی بندگی کریں اور جسے پیدا  
 کیا اسی کے بندہ ہوں۔ **وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّجُومَ** اور پیدا کر دیا اندھیروں اور نور کو۔ یعنی ہر اندھیرے کو اور نور کو  
 پیدا کیا۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا اور نور کو مفرد تو اسوجہ سے کہ اسباب ظلمت کے مختلف ہیں اور طرح طرح کے اندھیرے ہوتے ہیں  
 حتیٰ کہ کفر و شرک کا اندھیرا ہے اور نور قسم واحد ہے حتیٰ کہ نور ایمان بھی اس میں داخل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل میں سے  
 ہے اور اس میں بہت سے فرقوں کا رد ہے۔ اول فلاسفہ گمراہ کا جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فقط عقل اول کو پیدا کیا اور اس سے سولہ  
 ایک عقل اول کے اور جدا و بنہین ہو سکتا اور یہ صریح کفر ہے۔ دوم زندیق لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت و بصورت  
 چیزوں کو بنایا بلکہ فقط خوبصورت و عمدہ چیزوں کو پیدا کیا ہے اور یہی محسوس ایران کا مذہب سمعہ اور روافض اس ملک کے بھی  
 اپنے باپ دادوں کے خیال پر گئے کہ بڑی باتوں کو بندہ پیدا کرتا ہے حالانکہ بندہ مخلوق ہے وہ اپنی حرکتوں سے انکو حاصل کرتا ہے۔ سوم تنویہ  
 کا بھی رد ہے جو نور و ظلمت کو قدیم کہتے ہیں حالانکہ یہ دو وزن پیدا کی ہوئی حضرت خالق عزوجل کی ہیں۔ وہی سب کا خالق اور وہی معبود  
 برحق ہے پھر بڑا سخت گنہگار و گناہ ہے جو اپنے خالق کے احسان کو بھول جاوے اس طرح کہ اس نے پیدا کیا اور مخلوق کو اسکا شریک بناوے  
 فواہ زبان سے یا اعتقاد سے یا افعال سے حالانکہ یہ دلائل وحدانیت صریح موجود ہیں اسی واسطے فرمایا۔ **لَعَلَّ الَّذِينَ كَفَرُوا**  
**يَرْجِعُوْنَ إِلَىٰ رَبِّهِمْ** بھریہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برا بکرات کرتے ہیں۔ یعنی یہ دلائل صریح موجود ہونے کے باوجود وہ مخلوق کا  
 ہونگے ہیں وہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ دیگر مخلوق مثل بت وغیرہ کو عبادت میں اپنے پیدا کرنے والے کے برابر کرتے ہیں۔ پھر خطاب  
 کر کے انکو سبھا یا اور جبر کا کہ یہ تماشائے قدرت دیکھو اور شرک و کفر سے بچو اور اپنی فکر کو کس خواب غرغوش میں نہ ڈالو یہ سب فانی ہے اور آخر  
 اپنے خالق معبود کے یہاں غوار ہو گے۔ **هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ** وہی خالق معبود تمہارا پروردگار ہے جس نے تم کو مٹی کی گودھی  
 ہوئی سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارے باپ آدم کو بدون کسی نسل کے بدون مان و باپ کے اپنی دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا  
 جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ **ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا** پھر تمہارے لیے ایک مدت مقرر کر دی۔ پس کہ اسکے پورے ہونے پر تم  
 مرجع تھے ہو۔ ظاہر ہے کہ مراد اسکا معاملہ سب اپنے خالق سے پڑا پھر نافع اس نے چند روزہ زندگی میں بت پرستی و شرک و بد اعمالیوں و  
 نافرمانیوں سے اپنے آپ کو غوار کر کے اپنے خالق کا غضب میں لگا کر خودمان جا کر غوار ہو گا۔ اور یہ جو ہندو لوگ سمجھتے ہیں کہ پھر جنم لیتا ہے فقط

شیطان نے گمراہ کر دیا تاکہ دلیر ہو کر چلا جائے وہ کہیں اور تعجب ہو کہ بلا دلیل اور بے ظہور اور بدون غور کے اسکو مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں جب  
مرا تو اسکی قیامت گویا اگئی کہ اسوقت سے جو کچھ اسنے کیا سب رو برد ہو جاتا ہے اور اسی کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے  
اور شیطان کے بہکانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل یعنی کسی چیز کے گزرنے کا وقت معین۔ اور نیز یعنی مجموعہ مدت۔ اور مجازاً جو چیز کہ  
اسمیں واقع ہو جیسے موت۔ اور مراد یہاں اول معنی ہیں یا دوسرے معنی بنا بر اشارہ قول مفسر رحم کے۔ **وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَکَ** اور مدت  
باندھی ہوئی اسی کے نزدیک ہوتی کہ اسنے تمہارے محسوس ہونے کی ایک مدت باندھ دی ہے اور وہ کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ  
قیامت ہے۔ **تَعْلَمُ مَا تُنَوِّنُ** پھر تم لوگ اسے منکر و مشک کرتے ہو۔ کہ ہم قیامت میں کہاں سے اٹھائے جاؤ گے ہم  
تو خاک ہو گئے حالانکہ آنکھوں کی نظر پر اسکا دار مدار رکھتے ہو مگر چاہیے کہ یوں دیکھو کہ جس معبود خالق برحق نے تمکو پہلے پہل پیدا کر دیا کہ  
جب تم کچھ نہ سمجھتے تو وہ بدرجہ اولے تم کو دوبارہ اٹھانے پر قادر ہے پھر تمہارے ذرہ در ذرہ کہیں جاوے اسکی قدرت سے باہر تو  
جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمہارا شک کیوں ہو ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شب غان کی پیروی چھوڑو اور اپنے خالق معبود برحق کی بندگی کرو ہرگز  
شک نہ کرو۔ **وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ** وہیستی عبادت ہو آسمانوں میں اور زمین میں۔ **فَنَکُوْنُ دُوْرًا**  
ہرگز نہیستی عبادت نہیں ہو پس کوئی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردد پیش آیا  
کہ فی السموات۔ چار بحر و کس سے متعلق ہو پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائنات یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں  
ہو سکتا کیونکہ حصول اول تعالیٰ آسمان و زمین میں نہیں بلکہ یہ اسکی مخلوق ہیں اور وہ پاک پروردگار ہر کسی زمانہ و مکان سے منور و پاک ہے  
تو مفسر رحم نے کہا کہ قول **وَهُوَ اللَّهُ** اسے وہو استحق للعبادة ہے اور اسی معنی وصفی سے ظرف مذکور متعلق ہے اور وہو المعبود نہیں کہا  
باوجودیکہ استحقاق عبادت ڈرو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہر حال میں ہے کچھ آسمانوں و زمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اسواسطے وہو استحق  
کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ مبتدا معرفۃ اور خبر صیغہ مشتق معرفت بلام ہے جس سے انحصار ثابت ہے پس وہو استحق کہنے میں  
یہ صبر ٹھیک رہا کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہے اور اگر وہو المعبود کہا جاوے تو خبر میں یہ تردد ہوتا ہے کہ کافرون نے غیر کی بھی عبادت زمین میں کی  
ہو مگر آنگہ یوں کہا جاوے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں و زمین میں وہی برحق معبود ہے کیونکہ کافرون نے جسکی عبادت نکالی وہ  
باطل و جھوٹ معبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے رو برد و غار ہو گئے مگر آنگہ تو یہ کہ لیں۔ اور ابن کثیر رحم نے ذکر کیا  
کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات۔ پر وقت نام ہے اور فی الارض یعنی علم سر کم و جہر کم سے ابتدا ہے یعنی علم سر کم و جہر کم فی الارض۔ اور  
اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہو کہ وہو اللہ علم فی السموات والارض۔ اور دلالت کرتا ہے اسپر قول  
**لَعَلَّکُمْ یَسْتَعِیْذُوْنَ** کہ چھوٹا تھا اور چھپا تھا راس۔ یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علیم خیر ہے کہ اسکا علم ہر جگہ کیساں ہے آسمان  
ہوں یا زمین اور وہ زمین میں تھا کہ سر و جہر کہ جانتا ہے۔ یعنی جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلے کرتے ہو  
سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ افعال یا افعال قلوب ہیں اور وہ وہی اسمی یا افعال سر میں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال سمی بھر ہیں پس  
افعال یا تو سر میں ہیں یا جہر میں قولہ تعالیٰ **وَلَعَلَّکُمْ یَسْتَعِیْذُوْنَ** نفس شکر کا نفس شکر پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مراد سر و جہر سے احوال  
نفس جن اور کتب سے احوال جوارح پس عطف اشئ علی نفس لازم نہیں آتا۔ **وَلَعَلَّکُمْ یَسْتَعِیْذُوْنَ** اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل  
کرتے ہو۔ **فَنَکُوْنُ دُوْرًا** پس رسی پر تم کو ثواب و عقاب ہوگا پس ڈرو اس سے اور نفی اختیار کرو کہ غیر کی بندگی مت کرو اور اسکی

حق فرمائی اور نصاریٰ کے دروغ و بہتان پر تنبیہ کر دی کہ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا بیٹا یا عیسیٰ وانکی مان کو دو خدا چھوٹے ٹٹھ سے کہا وہ محض غلط ہے کہ تمام ملک آسمان و زمین وجود انہیں ہے وہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کا ہے عیسیٰ یا کسی مخلوق کا نہیں ہے اور ہر شے کہ ہوا سکے مشدور میں ہے اور اسکی ملک ہے وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ ملک ہو کہ او تعالیٰ جل جلالہ حبط اس میں چاہے تصرف کرے خواہ مارے یا جلا دے جو چاہے حکم کرے اسکی مشیت و ارادت میں کسی کو دخل نہیں ہے نہ اسکا کوئی شریک نہ نظیر نہ وزیر نہ عدیل نہ فرزند نہ پور و پاپ ہے وہ ہر عیب و نقص کی بات سے اور وہی عبود و برحق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے **ف قال فی العرائس** - قال اللہ ہذا یوم یفزع البعاد وقین - انکی سچائی یہ سچی کہ قدیم میں عذوٹ کو فانی دیکھا کیونکہ انھوں نے حق تعالیٰ کو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسکے ادراک سے عاجزی ظاہر کی پھر جب عاجزی سے پہلے یا عاجزی کے بعد اسکو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسی کے فضل سے حصول ہوا تو اقرار کیا کہ اسکی نعمت سے بندے عاجز ہیں اور یہی انکی معرفت کمال ہے اور یہی صدق ہے جو اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے ذکر فرمایا ہے پس یہی عاجزی انکو اسوقت نافع ہوگی جب کہ عظمت و عزت کے آفتاب کا نلور ہوگا پس انکی فناء میں انکی دستگیری ہوگی اور او تعالیٰ صفت بقا سے انکو بھروسہ فرا دیکھا حتیٰ کہ ہمیشہ بلا حجاب و عتاب کے حق عزوجل کے ساتھ باقی رہینگے - حسین رحم نے اس آیت میں کہا کہ جو بندہ احکام قضا و قدر کے تحت میں یقین کے ساتھ اپنے آپ کو محکوم جانتا ہے اور موافق حکم الہی و سنت رسول کے صدق و اخلاص سے چلتا ہے اور اپنے عجز و افلاس و محتاجی کا یقین رکھتا ہے اسکے صدق کے مقابلہ میں اسکا جہل و تفسیر عبادت فرد ہوگا اور اسکو صدق کا ثواب وہ ملے گا جو فرمایا بقولہ لعم جنت - اسے ذات پاک کے مشاہدہ کے جنتین جسکے زیر سایہ صفات کی نمرین روان ہیں اور یہ اس طرح بلینگی کہ محض لفظ اسکو بخلی ہوگی - قولہ خالین فیہا - اس سے شصت باقی رہینگے - آبداء - اسے بلا انقطاع اور قولہ رضی اللہ عنہم - یعنی قدم میں فانی ہوجانے کے بعد دارک و وصول قدم میں متحیر ہو کر یہ رضا و انہر طاری ہوئی - و رضوا عنہ - کیونکہ یہ مشاہدہ و خطاب پایا جسکے مثل و نظیر نہیں ہے - اور یہ رضا ہے کہ کشف قدم کے ابواب انہر بند ہونگے اور جس حال میں ہیں باقی رکھے جاوینگے اور اگر وہ جاننے کہ پہلے یہ نشان ہے تو حیرت سے سب کے سب مر جاتے سو جو اسکو پہچاننا و دیکھنا اس سے سکون کر سکتا ہے اگرچہ جسکو فضل سے عطا و مشاہدہ ذات بلا حجاب ہے وہ حالت اولیٰ میں مشاہدہ و توحید میں پہونچا ہے کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ یکسان نہیں ہے - اور اگر اللہ تعالیٰ کی فضل و رحمت نہوتی تو سلطان کبرائی کے تحت میں فنا ہو جاسے اور باقی نہ رہتے پس انکو باقی رکھنا اور فنا سے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہے - قولہ و لتراک السموات والارض - اپنے ساتھ مخصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجود و خالق ہے پس وہی عبود و جامع صفات کمال ہے اور باقی کوئی ہو مخلوق و بندہ ہے اسکی قدرت کے تحت میں مطیع ہے -

**سورة الانعام مكية الا و ما قدر الله الايت الثلث والاقول تعالوا الايت الثلث مائة وخمسة وستون**

سورہ الانعام کہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سوا سے قولہ و ما قدر و اللہ سے عین آیتوں تک اور سوا سے قولہ قل انما لہ من آیتوں تک اور اس سورہ کی سب آیتیں ایک سو بیسٹھ ہیں اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ ہیں - قال ابن کثیر رحمہ علیہ و تکرر و عطا رنے ابن عباس سے روایت کی کہ سورہ الانعام کہ میں نازل ہوئی - یوسف بن مہران عن ابن عباس سورۃ الانعام کہ میں رات میں پوری ایک بار نازل ہوئی اسکے گرد ستر ہزار فرشتہ تسبیح کرتے تھے - رواہ الطبرانی و ابن مسعود رحمہ سے بھی یہی تعداد فرشتوں کی د

مکی ہونا مروی ہو۔ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جبوقت سورہ انعام آخری قورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس سورہ کی شائیت میں اس کثرت سے فرشتے ہیں کہ افق کو ڈھانپ لیا ہو۔ رواہ الحاكم وقال صحیح علی شرط مسلم اور یہ آپ نے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا ہو۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورہ الانعام نازل ہوئی اسکے ساتھ ایک بڑا کلمہ تھا جسے مشرق و مغرب کا افق بھریا تھا انکی تسبیح کی آواز سے زحل بٹھا اور زمین گونجتی تھی ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم۔ رواہ ابن مردیادہ ابو الشیخ وہب قبی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قریب اسکے ابن مردیہ نے روایت کیا ہو۔ اور اسکے فضائل میں ایک جماعت سے روایات ہیں۔ قال القرطبی علماء نے فرمایا کہ مشرکین وغیرہ کے ساتھ حجت کرنے اور انکو قائل کرنے میں یہ اور مبتدعین وغیرہ پر حجت کرنے میں اور جو بعث و حشر سے منکر ہیں انکو حجت سے قائل کرنے میں یہ سورہ اصل ہے اور اسی پر متکلمین نے اصول دین کو منہی کیا ہو۔

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ

سب تعریف اللہ کو جن نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اللہ اذجالہ

ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَبْرِهِيْمَ يٰعْدُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰی

اَجَلًا وَّ اٰجَلَ مُمَّتِكُمْ ۖ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اِلٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ

وَفِي الْاَرْضِ يٰعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ ۖ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جَمْعِ جَدِثَاتِ ہر اللہ تعالیٰ کے واسطے فن بعض نے الف لام جنس کا تجزیہ کیا اور بعض الف لام حمد کا یعنی حمد مانا کہ در

یادہ حمد جو اللہ عزوجل نے خود اپنی ذات پاک کے واسطے فرمائی اور قد مرقی تفسیر الفاتحہ مافیض عن الاعادۃ ہونا۔ اور اسمین دلالت ہے کہ حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے اگرچہ کوئی مخلوق حمد نہ کرے اور مقام میں متانت و عزت ہو کہ عادت پر ہمیشہ کار منتج سنت کا قلب سلیم سکھ

ادراک کرتا ہو بتوفیق اللہ سبحانہ مفسر ح نے کہا کہ حمد وہ وصف بجمیل ہے یعنی بجلالی کے ساتھ تعریف کرنا اور یہ حمد لغوی ہے اور بعض نے

استعمال نکالنے کے واسطے یہ زیادہ کیا کہ یہ وصف بقصد تعظیم ہو اور حمد اصطلاحی آنکہ وہ فعل جو شعر و نثر و تعظیم منعم کا بہت منعم ہونے کے پھر مفسر ح نے کہا کہ اس جملہ میں تین احوال ہیں ایک یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور مراد اس سے آگاہ کر دینا یعنی بندے آگاہ ہو جاوین کہ جمیع حمد اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہیں یا یہ کہ اس سے تعریف ادا کرنا یا یہ دونوں امر مقنود ہیں اور کمالین میں کہا کہ در صورت ثناء ہونے کے جملہ انشائیہ منسلخ

از معنی حقیقی ہو گا یعنی در اصل و حقیقت تو جملہ خبریہ تھا مگر جب اس سے ثناء مقنود ہو تو وہ حقیقت سے خارج ہو کر جملہ انشائیہ کے معنی میں ہوا جسے وہ صیغہ جو مقنود میں مستعمل ہیں چنانچہ مثلاً خرید و فروخت میں میں نے خریدایا میں نے بچا دراصل اخبار میں مگر خارج ہو کر انشاء میں

وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ہ آیت کریمہ ایک عجیب اسرار پر مبنی ہو اور اس سے بچھندہ برائے دل فریفتہ ہوتے ہیں ولیکن بیان میں اس قدر ہو کہ آیت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ نصاریٰ جو حالت شرک میں ہیں اگر تو انکو بخش دے تو عزیز الحکیم ہو بلکہ اہل تفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکوں کو اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا یعنی جو مشرک کہ حالت شرک پر چرگئے وہ ہرگز مغفور نہیں اور یہ اگلے پچھلے تمام مسلمانوں سب کا مذہب ہو اور تمام انبیاء و تمام امتیں سابق جو مسلمان گذرے ہیں وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ مشرک نہیں بخشتا جاوے گا۔ اور یہاں مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پر ایسا سرملکوم جاری کر دیا جو تمام خلافت کے دونوں پر مخفی ہو سوائے ان ہندوؤں کے جو خالص سرزمین اور یہ محال ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک را وہ مغفور نہیں ہو اور یہ تو ظاہر شریع میں صریح وارد ہو بلکہ یہ گفتگو از عالم سرملکوم فی الغیب و مفہوم اصل خطاب ہو گیا اس سے اشارہ کیا جسطرت ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالیٰ خالید بن فیہما ما و است السموات والارض۔ پس ان دونوں صحابیوں نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہو گا کہ ان لوگوں کو کھا کر فنا کر دے پھر نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اسکے دروازہ بند ہونگے کہ انہیں کوئی نہوگا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمین احقاب یعنی بہت سے حقیقہ پڑے رہیں گے اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہو کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہوگی۔ تو نہیں دیکھا کہ لفظ کی صورت کیونکر ہو۔ ان تغذہم یعنی انکے کفر پر اگر تو انکو عذاب کرے۔ فافہم عبادک۔ یعنی بجا و درست ہو کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک میں۔

وان تغفر لہم۔ یعنی جیسے امر و نذرہ دنیا میں ہیں تو تجھے کون مانے ہو۔ فانک انت العزیز۔ اپنی بادشاہت میں ایک اکیلا خود مختار ہو انکے بخشنے میں تو نادان نہیں ہو۔ الحکیم۔ اپنے حکم و مشیت و مراد و حکم جاری کرنے میں حکمت والا ہو۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ بول نہیں سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہو۔ قال المترجم جو آثار ابن عباس و ابن مسعود و شعبی سے نقل کیے انکا بیان اسی آیت کی تفسیر میں صریح توفیق آویگا جسکا والدہ دیا ہو۔ اور مار اسرار کا مرجع مقام تخلص و تلبیس ہو یا بچلہ یہ تو معلوم ہو کہ اہل النار ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور خلاص نہیں اور موت بھی نہیں ہو اور دار آخرت سب باقی و پائدار ہو و مان فنا نہیں ہو اور شیخ اکبر رحمہ وغیرہ نے تفسیر کر دی کہ تبدیل جلود اور جلکے نئے سرے سے دوزخ میں انکے جسم تیار ہو جانے میں بھی ایک التفات رحمت ہو۔ فافہم۔ اور نیز۔ ان تغذہم۔ یعنی دعویٰ معرفت سے عذاب دے باہر طور کہ اپنی عظمت کی حیرت و فناء میں ڈالے تو بندے ہیں اور اگر انکی مغفرت کرے تو انکو مقام التباس میں ڈال دے کہ صفت وحدانیت سے تیرا ادراک نہ کریں اور حجاب خطوط میں پڑے رہیں۔ و راقی رحمہ نے کہا کہ اگر انکو تغیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے قصور ہوا اور اگر انکے گناہ بخش دے تو عزیز الحکیم ہو۔ بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے امت کے واسطے انبساط سوال میں نہیں کیا اور حق تعالیٰ سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برابر عفت فرماؤنگے اور امتی امتی کہے جاویں گے یہاں تک کہ تمام امت کے حق میں قبول ہو اور یہی وہ مقام محمود ہو جس سے آنحضرت معلّم مخصوص ہیں اور اسی پر اگلے پچھلے غبطہ کریں گے کہ آپ برابر انبساط کیے جاویں گے اور حق جل و علا فرما دیگا کہ مان تو کہہ تیری بات سنی جا رہی اور سفارش کرتی سفارش مقبول ہوگی۔ و الحمد للہ رب العالمین۔

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آوے گا بچوں کو انکا سچ انکو ہیں مرغ جنکے نیچے بہتی نہروں



اَلَا نُرِخَلِيْدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ  
 راہ کرین ان میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی بڑی مراد ملتی  
 لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی اور جو اُنکے بیچ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

قَالَ اللّٰهُ فَرَّيَا اللّٰهُ تَعَالٰی نے فرمایا بعض نے کہا کہ ایسی علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً اخبار ہے  
 اور اول اظہر ہے ہَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ وہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کو اُنکا سچ یعنی یہ روز قیامت  
 دن اسکا ہے کہ نفع دے ان لوگوں کو جو دنیا میں سچے تھے مانند عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے انکی سچائی اس لیے کہ یہی بدلے کا دن ہے۔ ابن  
 عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ صادقین یعنی موحّدین اور مصداق اسکے انبیاء و مومنین ہیں کیونکہ کفار و شرکین کو سچ بولنا آخرت میں کچھ نافع نہیں بلکہ  
 انکو دنیا میں اسکا بدلہ لایا جاتا ہے اگر شیت آدمی میں مقدر ہو۔ پھر اللہ عز و جل نے انکے صدق کے نفع و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّكَ  
 تَجَرِيْمًا مِّنْ تَحْتِهَا اَلَا نُرِخَلِيْدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا اُنکو میں باغ جنکے نیچے بہتی نہدین راہ کرین ان میں ہمیشہ اللہ  
 یعنی انکے صدق اور طاعت کے بدلے انکو جزا ہے۔ اور یہ کیوں پس فرمایا بقولہ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اسے راضی ہوا اُن سے یعنی  
 انکے مطیع ہونے سے اور تعالیٰ اسے راضی ہوا اور صحاح میں احادیث میں صرح ہے کہ جنت ملنے کے بعد اور تعالیٰ فرمایا گا کہ بروی نعمت زائد  
 یہ ہے کہ میں تم سے راضی ہوا اب کبھی تپہ رخشم نہوگا۔ وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہوئے اس سے یعنی اور تعالیٰ کے ثواب  
 انعام سے مومنین سب کے سب خوشدل راضی ہونگے اور یہ بھی احادیث صحاح میں صرح ہے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی بڑی  
 مراد ملتی ہے یعنی یہ فوز عظیم ہے اور خود ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر کیا فوز ہوگا کہ مالک و خالق جل جلالہ راضی ہو اور مفسر رح نے فرمایا کہ جو  
 لوگ دنیا میں چھوٹے تھے انکو قیامت کے روز سچ بولنا نفع نہ کرے گا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو انکے دیکھا ایمان لائے اور سچے  
 بنے ہیں اور عمل و طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گزیر گئی لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اللہ کی سلطنت ہے آسمانوں و زمین کی۔  
 وَ مَا فِيْهِنَّ اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے وَ مَا فِيْهِنَّ اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے  
 خواہ عقل دیا گیا ہو یا نہ ہو اور آموصولہ و غیر عاقل کے واسطے مشہور ہے وہ فرمایا اور سن نہیں فرمایا اس میں غیر عاقل کی تالیف ہے وَهُوَ  
 عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر شے پر قادر ہے وَ مَا فِيْهِنَّ اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے  
 کل شے میں تو ذات باری تعالیٰ بھی ہے کیونکہ فرمایا۔ اے شے اگر شہادت ہے۔ یعنی ازراہ شہادت کے کون چیز سب سے بڑی ہے۔ قل انہ  
 کہے کہ اللہ تعالیٰ ہے پس معلوم ہوا کہ شے کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بھی ہے تو مفسر رح نے جواب دیا کہ عقل نے اس کلیہ میں سے  
 ذات الہی کو خاص کر لیا پس اپنی ذات پر قادر نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ میں ایسی بحث کرنا لغوی ہے کیونکہ شے کا لفظ اطلاق کرتا  
 اور نہ کرنا صرف لفظی مفہوم ہے اور معنی میں ذات پاک حضرت حق تعالیٰ و ہم و قیاس و گمان و عقل سب سے عالمی تعالیٰ ہے پس عقل کو تخصیص  
 و عدم تخصیص کی وہاں کچھ بھی محال نہیں ہے اور رہا یہ امر کہ ذات اللہ تعالیٰ اسکی قدرت کے تحت میں داخل ہے یا نہیں تو کسی مجنون کے خیال  
 میں بھی نہ ہوگا کہ ذات کیونکہ صفت کے تحت میں ہوگی کیونکہ رتبہ ذات مقدم از رتبہ صفت ہے علاوہ برین یہ ایک نقص ہے جو جناب باری تعالیٰ  
 کی شان میں قطعاً محال ہے یا بجز ایسی لامطالع بحث سے رجوع کر کے تفسیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت خاتمہ میں تحقیق

عیسیٰ کے حق میں جو کافروں نے کہا تھا اس سے اپنی بریت اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تزیہ و پاکیزگی بیان کی۔ شیخ نے کہا کہ مجھے یہاں ایک اور بات ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عموماً خطاب رسولوں میں تو عیسیٰ بھی شامل ہیں اور وہاں مقام ہیبت و عظمت تھا پس بہت ہو کہ متحجروں ساکت رہے۔ پھر جب مقام انبساط میں لاکر عیسیٰ علیہ السلام کو مخصوص خطاب کیا تو شاہدہ جمال میں منبسط ہو کر بول اُٹھے اور سکوت نہیں کیا۔

قال المترجم شاید حاصل معنی یہ ہیں کہ مقام عظمت و ہیبت میں سب رسول خاموش رہینگے اور پھر مقام شاہدہ جمال و انبساط میں لائے جاوینگے تو سب کے سب گزارش کرینگے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی منجملہ انکے مقام پر بروپینگے۔ قولہ تعلم مافی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک۔ یعنی میرے نفس میں جو تیری توحید و معرفت و تزیہ و تقدیس و تعظیم و اجلال اس طرح ہے کہ ہر ضد و ضد و شرک و شریک و ہر چیز جو تیری شان کے لائق نہیں ہے سب سے تیری تقدیس ہے جیسا کہ سبحانک کہہ کر اظہار کیا۔ پھر کہاں سے میں ایک شریک بناتا اور کہاں ہے کہ کافر و شرک بہتان باندھتے ہیں کہ میں نے دوائے تباہی۔ لہذا بالشر۔ تو پاک علام الغیوب ہے پس جو کچھ میرے نفس میں توحید و اجلال ہے وہ میرے پاک پروردگار تو فوب جانتا ہے۔ اور قولہ ولا اعلم مافی نفسک۔ یعنی جو عیب اور غیب الغیب و کبر القدر میرے غیب میں ہے وہ مجھے نہیں معلوم ہے۔ اور نیز جو تیسری ذات میں کہہ قدیم اولہ وجود و ازل و قدیم ہے مجھے نہیں معلوم ہو سکتا۔ قال المترجم جسم اسمین اشعار ہے کہ کوئی بندہ مومن کسی حال میں ذات و صفات باری تعالیٰ میں غور و فکر نہ کرے گمراہ ہو جائیگا اور یقین کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات و توحید فرمائی ہیں وہ حق ہیں بدون اس کے کہ انکی کیفیت کی فکر میں پھٹے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے مانند بزرگ رسول اس کیفیت سے لاعلم ہے۔ فافہم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قلم مافی نفسی۔ یعنی تو میرے نفس کے کہ نہ ہیبت سب سے فوب واقف و دانایا کیونکہ تو نے ہی اسکو ایجاد کر دیا ہے اور میں تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ادراک سے باہر عالی متعالی ہے وہاں معرفت و توحید سے آگاہ ہوں۔ قال المترجم بعض علماء تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہے جیسا کہ شرح مشکوٰۃ رومی از بحر العلوم میں مذکور ہے لیکن یہ قول خلاف تحقیق ہے اور ظاہر از بانی باتین کرنے والوں کو ہے ہوا اور مراد ان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض مشابہات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق معرفت و انکشاف حاصل ہوتے ہیں اور گنہ صفات نہیں ممکن ہے بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہے اور شیخ روز بہان رحمہ اللہ صاحب عراق نے اسکو جا بجا صریح بیان کیا ہے۔ فافہم۔ اور شیخ جنید رحمہ نے قولہ تعلم النفسی الخ میں کہا کہ جس حال پر میں ہوں اور جو کچھ معرفت مجھ میں ہے سب تو جانتا ہے اور جو علوم و عنایت تیری مجھ پر اسمین سے میں اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ میں ہے اور میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو تو نے میرے نفس میں ودیعت رکھا کہ اس سے میں بھی نہیں واقف ہوں وہ تو دانا ہے اور جو تیرے غیب میں ہے وہ میں نہیں جانتا ہوں۔ قال المترجم اچھا قول ہے۔ قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن ابی جعفر الباقری۔ تو میری کیفیت سے واقف و دانا فوب جانتا ہے اور میں تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت ہے تیرے واسطے اسکو میں کچھ نہیں جانتا ہوں۔ قولہ ما قلت لہم الا ما امرت بہ۔ یعنی میں نے بس یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ پروردگار قدیم میرا تمھارا پیدا کرنے والا ہے اسکو فرد واحد جانا اور غیر کو درمیان سے دھرا کر دو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعیزہ و اللہ ربی و ربکم۔ اسمین اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان کر دیا کہ وہ میرا پروردگار بھی ہے۔ تاکہ کمال کے ساتھ واحد قدیم لاشریک کی وحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد و غلط نہیں ہے۔ بلکہ کسی کو اس سے شبہ نہ ہو۔ قولہ و کنت علیہم شہیداً۔ یعنی دنیا میں انکی فرمانبرداری و نافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتائے تھے کہ فلاں منافق ہے اور فلاں

ایسا دیا ہے۔ اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیداً موت فہم۔ یعنی وحی و رسالت جب تک انکو پہنچاتا تھا تب تک انکی طرف میری توجہ تھی کہ اسنے  
 وقوف تھا اور پھر جب اسنے مجھسے اکوان یعنی حادث کو فنا کر دیا یا بن طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ میں مستغرق اور اسی طرف ہو گیا تو اکوان و  
 حادث کی خبریں مجھسے بند و غائب ہو گئیں چنانچہ فرمایا۔ قولہ فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم۔ حاصل آنکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل تو نے  
 پیدا کیا ہے اور تو قدیم ہے کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہے تو تجھ پر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہو سکتی ہے۔ اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز  
 ہو گا جو مخلوق ہو اور جو تیرے اقوال و مشاہدہ میں از خود رفتہ ہو جاوے جیسے میں بندہ ہوں کہ تو نے مجھکو میری خودی سے اپنی طرف فانی کر لیا  
 قال بعضہم فی قولہ باقلت لہم الا امرئییہ۔ یعنی مجھے زبان بولنے کی کہاں سے مل سکتی ہے لیکن اسے قدر بول سکتا ہوں جسقدر شری  
 اجازت ہو وقد قال قتالے من ذالذی یشفع عنہ الا باذنه۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ یہ ہے کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہیں انکی گویائی  
 و حرکت سب بقوت قدم ہو پس بندہ صالح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اپنے واپسی مان کے معبود بنائے کو میں کہہ نہیں سکتا تھا کیونکہ تو نے  
 عبادت پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر میں اپنی خودی سے فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تو نے نہیں فرمایا ہے فاقم۔ قال بعضہم فی قولہ  
 فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم۔ یعنی جب تو نے مجھسے ابلاغ رسالت کا بوجھ اٹھایا تو پھر تو ہی انہر نگہبان رہا کہ اپنے احکام و قضاء  
 و قدر سے جو تو نے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہے۔ شیخ ابو بکر فارسی رحم نے اس آیت میں بیان کیا کہ جو بندہ موجود ہوتا ہے سب چیز اسکی نظر سے  
 ساقط ہو جاتی ہے لہذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا ہے اگر او تعالے اسکو آگ میں ڈال دے تو اسکو وہی دہان ہے وہ اس سے نکلنے کی  
 خواہش ہی نہ کرے گا اسواسطے کہ دیوار حق اسکا وطن ہے اور نجات و ہلاک ایک آنکھ سے ہے جو کچھ حجاب تھا اسنے چشم تفریب سے مٹا دیا اور  
 مخاطبت یعنی خطاب کرنے والا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہو گیا اور بات یہی رہی کہ حق عزوجل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو  
 اپنے واسطے خطاب فرمایا۔ قال المترجم ہستم مرتبہ توحید و تفرید میں بقا و فقط ذات حق ہی القیوم کو باقی ہے اور ممکن و مخلوق از خود فانی ہوتا ہے  
 اور جملہ صفات اسکے فانی ہو جاتی ہیں اور بقا و اسکو بعضات حق عزوجل ہوتی ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ مخلوق چاکر خالق سے متحد ہو جاتا ہے۔  
 کیونکہ یہ محال ہے اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہے اسکو حقیقت سے خبر نہیں اور نہ کبھی خبر ہوگی ہاں کیفیت اسکی عارف باللہ تعالے  
 جانتا ہے عوام کی سمجھ سے خارج ہے وقد قال الشیخ قدس سرہ العقول و درست الرسوم و لطل ما کا فی العلون۔ عقلین حیران ہو گئیں اور اس میں  
 مٹ گئیں اور جو کرتے تھے باطل ہو گیا اور یہ جو مترجم نے ذکر کیا ہے تمام بسط سے مولوی کبیر العلوم نے شرح مشکوٰۃ روم میں بیان کیا ہے  
 اور خود شیخ اکبر رحم نے فصوص الحکم وغیرہ میں تصریح کر دی ہے کہ انقلاب ماہیت ممکن کا واجب کی طرف نہیں ہوتا بلکہ ممکن و بندہ و مخلوق وہی  
 رہتا ہے جو محتایہ صرف فنا و بقا ہے اور وصول پر گاہ مولے جل و علا اور یہ صرف زبانی باتوں اور حواس والی عقل کے لنگڑے گھوڑے  
 دوڑنے سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ عقل یہاں کام کرتی ہے جیسا کہ شیخ رحم نے بیان کیا اور مولوی جامی رحم نے شرح فصوص الحکم کی  
 منہیہ میں تصریح کر دی کہ جو لوگ راہ شریعت پر ٹھیک قائم ہو کر حقیقت کو طو کر کے دہان نہ پہنچیں اور اس فضل الہی سے انکو حصہ نہ ملے  
 تو زبانی باتوں سے وہم و قیاس کرنے میں گمراہ ہونگے اور امید نہیں کہ خاتمہ خیر ہو پس عوام کو واجب و فرض ہے کہ فقط راہ شریعت پر مقیم  
 قائم ہوں اور جب راہ حقیقت پر اللہ تعالے پہنچا دے تو وہاں سے البتہ کسیقدر تمیز انکو حاصل ہو گا۔ شاہ ابو الحسن رحم نے خوب  
 کہا ہے کہ ولایت اور صلاحیت تو دور ہے پہلے تو مومن تو ہوا ہے بے شعور ہے اور امر عظیم اسرار و حقائق میں ہر ابجد و ان کتب  
 لہاق شعر و سخن سمجھا جا سکتا ہے اور ہر گزوار کب شیخ دقائی سے خبردار ہو گا فاسنم و اللہ الموفق والمعین۔ قولہ ان تعذبہم فانہم عابدوا

مرد اپنی اسی حالت از بندہ پر مارے گئے وہ قیامت میں مرد ہی محسوس ہونگے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اگر یہ لوگ قیامت کے روز کچھ لوگ میری امت کے دوزخ کی طرف پکڑے ہوئے جاتے ہوں گے تو میں کہوں گا کہ یہ لوگ تو کچھ عقیدہ سامیہ کے ساتھ رہے ہیں تو مجھ کو اب دیا جائیگا کہ تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے تیرے بعد کیا حرکتیں نکالیں تو میں وہی کہوں گا جو نبدہ نیک یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا و کنت علیہم شہیداً ما دست فیم فلما توفیتی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شے شہید طاعت تو ہم فانیم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ تو کہا جائیگا کہ جب سے تو نے انکو چھوڑا یہ برابر مرد ہی رہے کہ اپنے اٹلے پاؤں پھر گئے۔ زواہ ابو داؤد و الطیالسی و البخاری۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا کہ اتود بانسہ لقائے میں کوئی نہیں مومن یہ سب تیرے بندے ہیں۔ انت تعذبہم فانہم عبادک تیرا جی چاہے انکو عذاب کر تیرے بندے ہیں انت پس تو ہی انکا مالک ہو چاہے جو تصرف کر۔ پھر کوئی اعتراض نہیں۔ وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم اگر تو انکی مغفرت کرے یعنی انہیں سے ان لوگوں کو جو توحید پر اسلام لانے ہیں تو تو عزیز الحکیم ہو۔ گویا تین فرقہ میں سے دو فرقہ جو مشرک ہوئے تھے انکو اور انکی شافون کہ تو معذب کہا کہ انہیں عذاب کرے گا تو مختار ہو اور ایک فرقہ جو بعد عیسیٰ علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دو ذن مشرک فرقوں نے ہلاک کر ڈالا اس کو وحدہ و سلمان فرقہ کے حق میں ادب سے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہوں لیکن مشرک نہیں ہیں یا انہیں کے اندر بعضے شام کے لغوائی و حبش کے لغوائی جو سلمان ہوئے ہیں ان سب کو بخشدے اور انکے گناہوں سے درگزر فرما تو تو غفور رحیم ہو اور یہ معنی نہیں ہیں کہ مشرکوں کو بخشدے تو غفور رحیم ہو اس واسطے کہ اللہ عزوجل نے بالکل قطع کر دیا کہ مشرک کسی طرح مغفور نہ ہوگا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بزرگ رسول تھے ایسی بات نہیں کہہ سکتے ہیں جو قطعاً ممنوع ہو اور یہ توجہ دہن مومن نہیں کرے گا اور بعض لے جو کہنا کہ شاید افریہ بات پر شہید رہی ہو جیسے حضرت مسلم سے مروی ہو کہ مشرک کے حق میں استغفار کیا تو نازل ہوا تو کہ ماکان للنبی والذین آمنوا ان يستغفروا للمشککین الا بآیۃ۔ تو یہ وہم اور غلط ہو صحیح یہ ہے کہ یہ بیزاری ہو نصاریٰ کے حال سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ واسطے رسول پر جھوٹ پاندھا۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ اور اس آیت کے واسطے ایک نشان عجیب ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ایک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ ان تغفر لہم فانہم عبادک الا بآیۃ ہے پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے کرتے یہاں تک کہ صبح ہو گئی تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہو ایسے شخص کے واسطے جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔ زواہ احمد۔ اور دوسری روایت طویل میں ابو ذر سے ہے کہ پھر جب صبح ہو گئی تو میں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کہ رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں آپ سے کوئی سوال نہ کروں گا حتیٰ کہ خود ہی مجھے فرما دیں تب میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں رات آپ ایک آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس میں اس پر کچھ مفاہقہ جانتے۔ تو فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے واسطے دعا کی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتیرے انہیں سے مطلع ہو جاویں تو نہ ان چھوڑ دیں (یعنی جو سمجھ لوگ ہیں) میں نے عرض کیا کہ بھلا میں لوگوں کو تو بخبری نہ دیدوں فرمایا کہ ہاں دیدے پھر میں ایک پتھر پھینکنے کے اندر پھر دوڑ گیا ہوگا کہ عمر دھنے اگر عرض کیا کہ اگر آپ یہ تو بخبری دیدینگے تو لوگ عبادت چھوڑ دیں گے دینے انجام کار گمراہ و مشرک ہو کر محدود ہو جائیں گے

قرآن اور دیگر مجھے واپس بلا لیا۔ رواہ احمد۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے پڑھا تو علیؑ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر  
لہم آتیت۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا کہ اللہ متی۔ یعنی میرے پاک پروردگار میری بہت کی طرف نظر رحمت فرما اور روئے۔ پس اللہ تعالیٰ  
نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے پاس جا اور پروردگار تعالیٰ داتا تزی تو جا کر اس سے پوچھ کہ کیوں روتا ہے پس جبریلؑ نے حضرت صلعم سے آکر پوچھا تو  
حضرت صلعم نے جبریلؑ کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبریلؑ کو حکم دیا کہ جا کر محمد صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری بہت کے معاملہ میں تکرر فرما  
دوش کر دینگے اور تجھ کو خوش کرینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم عن یونس بن عبد الاعلیٰ عن ابن وہب عن عمرو بن النحرث عن بکر بن سوادہ عن عبد الرحمن  
بن جبر عن عبد اللہ بن عمرو صحیح ثناء۔ اور حدیث حدیث بن الیمان جو سند احمد رحمہ میں ہو اور حدیث عائشہ و حدیث دیگر صحابہ جو صحیح و سنن  
میں ہیں اسکی تحدیثات ہیں واللہ سبحانہ اعلم واللہ تعالیٰ رب العالمین۔ اور یہ اہل اسلام و ایمان کو عمدہ بشارت و خوشخبری ہو لیکن افسوس ہے  
کہ اس زمانہ میں اہل اسلام نے اپنے کو شرک میں مبتلا کر ڈالا۔ اسے لوگوں شرک سے بچو اسے لوگوں تمہارے اور گناہ کتنے ہی بڑے ہوں وہ آسان  
ہیں لیکن شرک سے بچو۔ ذرا غور کرو کہ حدیث ابو ذر و حدیث عبد اللہ بن عمرو میں کس قدر مسرت و خوشی ہے لیکن یہ شرط مذکور ہے کہ وہ کچھ شرک  
نہ کرتا ہو پس کیا خوشخبری ہے اس قوم و ان لوگوں کے واسطے جو بدون شرک کے اس دنیا سے خوشحال گذر گئے واللہ اعلم علی من اتبع الهدی  
ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذا قال اللہ یا عیسیٰ بن مریم انت قلت للناس الا ادب۔ اسمین اولہ تعالیٰ سبحانہ نے عار و ملامت  
دلائی ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ شرک کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور کہتے ہیں کہ آں اللہ ثالث ثلثہ۔ پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے  
بر ملا ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے چنانچہ عیسیٰؑ کا قول ہے۔ قال سبحانک یا کیوں لی ان القول مالیس لے بحق  
اور نیز اسمین لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافروں کو کہنے دروغ و بہتان باندھنے میں مخاطب نہیں فرمایا کہ وہ جو خود اسلام  
سے برگشتہ ہو کر شرک و ضلالت میں پڑ گئے فقط اتنا نام رہ گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں تو ان کافروں کے بارہ میں اپنے رسول پاک  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کیا اور اسکے ضمن میں کافروں کو ایک ایک شرم و ملامت کے باوجود قطعاً معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ  
بڑی طرح شرک و کفر ہی میں پڑے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ اور کافروں کو مردود کر کے فقط عیسیٰؑ  
کے خطاب کرنے میں ایسی ہی بات ہے جیسے دنیا میں بادشاہوں کو یہ طریقہ الہام ہو گیا کہ جب کسی قوم سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہے تو ان میں  
سے کسی بڑے شخص سے خطاب کرتا ہے اور مراد اس تمام قوم سے خطاب ہوتا ہے اور نیز اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام  
کو مقام عظمت و کبریائی کے تحت میں پہنچا کر اس خطاب سے جو آثار و حدوث ہیں انکو قدم میں فدا کر دے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا  
تو اس خطاب عزیز و جلیل سے سرفرازی حاصل نہوتی اور یہ قرب منزلت بجناب رسالت محمد صلعمؐ ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ میں اولی ہوں  
عیسیٰ بن مریم کے ساتھ کہ میرے واسطے درمیان کوئی بنی نہیں ہے۔ شیخ عبد العزیز الکی رحمہ نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہوتی کہ عیسیٰؑ  
کو ثابت رکھتا تو وہیں شرم و خجالت سے بانی ہو جاتے اور یہ شرم انکو اس قدر بھاری نظر آتی تھی کہ اگر اُسے کہا جاتا کہ یہ عتاب دیا جاوے  
یا آگ تو شاید وہ آگ کو اختیار کر لیتے اور جنوں نے دنیا میں انکو شریک بنایا وہ اسدن ایسا ہولناک غضب ہی غضب چھایا ہوا دیکھنے لگے  
اسوقت انکو سوچ چکا کہ اگر تمام دنیا بھر آگ میں جلتی رہے تو اس سے بہتر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رپو بیت کی نسبت کریں۔ ابن  
عطاء رحمہ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو سوال کیا گیا اور انھوں نے عرض کیا کہ لا علم لنا۔ تو یہ دہشت و عظمت ہے کہ اسمین اعظمت  
کا سوال تھا پس دہشت سے ادب کی راہ چلے اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال ہوا وہ خود عیسیٰ کا قہقہہ و حال ہے پس سکوٹ زبانا نہیں پس



معلوم نہیں بلکہ اوتعالیٰ سبحانہ کو غیب ہی معلوم ہو صرف اسطرح سوال کرنا نصاریٰ کی مانت کہنے کو ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کہ آگاہ فرمائے کہ جو کہ انکی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا بیٹا قرار دیا و نیز امتداد و جل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ساتھ جھوٹے آئندہ بنا کر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کرتے تاکہ انکی قوم سے اور ظاہر ہو جاوے کہ محض انھوں نے اپنی خباثت نفس سے حضرت عیسیٰ کو معبود بنا کر انکی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہیں۔ مگر حج کہتا ہے کہ آخر زمانہ میں جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب توڑینگے اور نصاریٰ کو جہاد و قتل سے توجید پر لا دینگے پس ضرور انکو اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہذا صحیح دہی ہے جو مفسر رحم نے بیان کیا۔ اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسر رحم کی غرض یہ ہے کہ یہ دنیا کا واقعہ نہیں ہے جیسا کہ بعض نے قلم کیا۔ قال ابن کثیر صدی رح نے کہا کہ یہ خطاب و جواب دنیا میں واقع ہوا اور ابن جریر نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال و جواب اسوقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان دین پر اٹھایا اور استدلال بدو وجہ اول آئمہ قال لفظ ناضی ہے اور دوم قولہ ان تعذیبم اور فان تعزبتم۔ اور ابن کثیر رحم نے کہا کہ ان دونوں دلیلوں میں نظر ہو کہ نہ بہت سے امور آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تاکہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کریں اور دوسری دلیل ان تعذیبتم وان تعزبتم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر حوالہ کیا کہ تو ہی انکا مالک خالق ہو جو تو چاہے وہ کہا زمین تیرا بندہ ہوں اور یہ معنی نہیں کہ عذاب دیدے یا مسرت کر دے کیونکہ جملہ شرطیں ہیں اور یہ بدو بیان کے ظاہر ہے۔ اور حضرت قتادہ وغیرہ سے ذکر کیا کہ یہ قیامت میں ہونے والا ہے اور قتادہ رحم نے اس پر دلیل بیان کی بقولہ تعالیٰ ہذا یوم یصلح الصادقین الآئیۃ۔ جو اس سے متصل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور کہا کہ اس میں ایک حدیث مرقوع بھی آئی ہے اور وہ حافظ ابن عساکر رحم نے عمر بن عبد العزیز رحم کے آزاد کیے ہوتے غلام شیخ ابو عبد اللہ رحم کے ترجمہ میں روایت کی اور کہا کہ ابو عبد اللہ رحم نے اپنے ابا موسیٰ سفیری رحم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام و انکی امتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ اسکو اپنی نعمتیں یاد دلا دیگا پس اسکو نزدیک فرما کر کہیگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کہنے لے اذکر نعمتی علیک و علی والدک الایۃ یہاں تک کہ فرمایا یگا۔ اے عیسیٰ بن مریم انت قلت للناس اتخذونی وامی النین من دون اللہ الایۃ۔ پس عیسیٰ نہ انکار کریگے کہ پروردگار میں نے نہیں کہا ہے۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہیں گے کہ ہاں اسنے ہمکو یہی حکم دیا تھا اے آخر الامر بیٹ۔ اور آخر میں ہے کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب انکا پیشو ایکائیگی اور زوج کی طرف ہانک دیے جائیں گے۔ قال فی حدیث غریب عزیز۔ یا یحییٰ مسیح یہ ہے کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرما دیگا۔ یعیسیٰ ابن مریم انت قلت للناس اتخذونی وامی النین من دون اللہ اے عیسیٰ مریم کہہ بیٹے کیا کرتے کہا لوگوں کو کہ تمھارا بچھو اور میری ماں کو معبود اللہ کے سوائے ت یہ نصاریٰ کا جھوٹ و بہتان ظاہر ہونے کے واسطے حشر کے مجمع عام میں پوچھا جائیگا اور فقہ پر کلام یہ ہے کہ اتخذونی وامی النین من دون اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰ کو اور مریم کو وہ الہ بناو۔ کیونکہ نصاریٰ میں ایک گروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین خدا میں سے تیسرا قرار دیتا ہے اور بعضے فقط مسیح کو معبود اور اللہ کہتے ہیں اور بعضے مسیح کو بیٹا کہتے ہیں اور اس زمانہ میں بہت سے ایسے پائے جاتے ہیں جو اللہ کا مصداق مجموعہ باپ و بیٹا و روح قدس کو قرار دیتے ہیں بالکل یہ ایسے کلمات ہیں کہ اہل ایمان کے روئین کھڑے ہوتے ہیں لیکن بغرورت زبان علم سے ظاہر

کیا کیا چنانچہ بدوروق نے کہا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اس خطاب آئی عز وجل کو سنیے تو تھرا اٹھیں گے اور ہم بن موسیٰ خون کے چشمے جاری ہو جائیں گے اور عرض کرے گا کہ یہ قولہ تعالیٰ - **قَالَ سُبْحٰنَكَ كَيْفَا عَيْسٰی** اے پاک پروردگار تنزیہ و تالی کی تیرے واسطے ہر ایسی چیز سے جو میری شان کے لائق نہیں **ف** فواد شریک ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ **مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ** مجھے کہاں سے سزاوار ہو کہ میں وہ بات کہوں جو حق و سچ نہیں ہو میرے واسطے **ف** مفسر حرج نے کہا کہ بحق باور زائدہ تاکید یہ خبر جو عیسیٰ کی اور آئی زائدہ ہو فقط بات کے ظاہر و کھلے بیان کرنے کو کہا کیونکہ عیسیٰ ہر ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو حق و سچ نہ ہو اور کچھ خصوصیت یہ نہ تھی کہ اپنے واسطے ہی ہو کیونکہ وہ سچے رسول معلوم تھے۔ حاصل آنکہ حضرت عیسیٰ ۱۲ یہ سوال سن کر کانپ اٹھیں گے اور انتہاء درجہ کابلے اذ بولیں کہ سوائے حق تعالیٰ عز وجل کے کسی کو آہ بناوے اور ایسے ہی جملہ اقوال مختلف فرقوں کی یہی کیفیت ہو تو حضور آئی جل جلالہ میں عیسیٰ علیہ السلام تھرا تھراتے ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرنے پھر ادب سے عرض کریں گے کہ مجھے لائق ہی نہ تھا کہ ان لوگوں کی ایسی بات کہوں جس کا میں کسی طرح لائق ہی نہیں ہوں **اِنْ كُنْتُ قُلْتُ فَقَدْ عَلِمْتُ** اگر میں نے کہا ہوتا تو میرے مولیٰ میرے پروردگار مجھ کو ضرور معلوم ہوتا **ف** کیونکہ **تَعْلَمُوْا مَا فِيْ نَفْسِيْ** تو وہ سب جانتا ہو میرے اندر چھپا ہوا ہو **ف** کیونکہ تو غلام الغیوب ہو یا ان میں البتہ بندہ مخلوق ہوں **وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْكَ** اور میں نہیں جانتا کہ جو تیرے علم میں ہو **ف** کیونکہ تیرے علم میں معلومات پہلے انتہا میں اور اس میں سے مجھ کو تو نے اس کا علم نہیں دیا ہو میرا علم تو تیرا ہی دیا ہوا علم ہو۔ اور تیری شان پاک کہاں - اور میں بندہ کہاں - **اِنَّكَ اَنْتَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ** حقا کہ تو علام الغیوب ہو۔ اور نفس بمعنی ذات ہو اور زجاج نے کہا کہ جملۃ الشیء - اور زنجیری حم وغیرہ نے و اتفاق میں مفسر حرج نے بیان کیا کہ یہ کلام صفت ازدواج ہو جو علماء بیان کے نزدیک معروف ہو اور حاصل آنکہ تعلیم مافی نفسی کے مقابلہ میں **وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْكَ** بیان کیا اور نفس کا عام عرفی اطلاق جس معنی پر ہو اس معنی پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں نفس کا اطلاق منع ہو اور ابو ہریرہ رضی سے مرفوع روایت ہو کہ اوتعالیٰ اپنے بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حجت القادر فرما دی اور اللہ تعالیٰ نوب جانتا ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہو اور نصاریٰ نے یہ اپنی طرف سے بات نکالی ہو۔ اور عیسیٰ نے خود عرض کیا۔ **مَا قُلْتُ لَكُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتُ بِیْ** میں نے نہیں کہا انکو مگر جو تو نے حکم کیا مجھ کو **ف** اور وہ یہ کہ **اَنْ اَعْبُدَ وَاللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ** یعنی اے لوگو عبادت کرو اللہ عز وجل کی جو میرا پروردگار و تمھارا پروردگار ہو **ف** کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ربی و ربکم سے اشارہ کر دیا کہ جب یہ کیفیت ہو کہ میرا اور تمھارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہو تو میں اور تم عبودیت میں برابر ہوں پس انھوں نے یہ بات محض اپنی طرف سے نکالی ہو۔ **وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا** اور میں اُنسے خبردار تھا **ف** یعنی نگہبان رہا انکے باز رہنے میں اس گمراہ سے جو وہ کہنے لگے **مَا دُمْتُ فِيْهِمْ** جب تک میں انکے درمیان میں موجود تھا۔ **فَلَمَّا تَوَقَّيْتُهُمْ** جب تو نے مجھ کو گمراہی سے منع کیا **ف** یعنی انکے بیچ میں سے معدوم کر دیا۔ یعنی نبض کر لیا آسمان کی طرف اٹھالینے سے تقریبہ قولہ تعالیٰ **اِنِّيْ سَتَرْتُكَ مِنَ النَّاسِ** اے۔ **كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَيْهِمْ** تو ہی انکے اعمال کا نگہبان ان پر رہا۔ **اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ** اور تو ہر چیز کا شاہد ہو یعنی مطلع و دانای ہو **ف** فواد وہ بات ہو جو میں نے اُنسے کہی اور فواد میرے بعد انکا افتراء و بہتان ہو اور فواد اور کوئی چیز ہو سب معلوم ہو۔ واضح ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی گیارہ فرقہ عرب کے مرتد ہوئے گئے چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا قصد کیا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکے حکم سے ان مرتدوں پر جہاد کیا سو سخت لڑائیاں پیش آئیں اور اس لڑائی میں بہت

من مواضع من القصص قال ابن کثیر اثر غریب جدا۔ پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مجاہد و حسن سے روایت نقل کیں کہ مائدہ نازل نہیں ہوئی اور ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ ان روایات کی اسانید صحیح ہیں اور تقویت اس قول کی یوں بھی ہوتی ہے کہ ثعلبی نے اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور قرآن مجید میں کوئی امر منصوص نہیں ہوگا ان قولہ نے منزہا علیکم سے ابن جریر وغیرہ نے استدلال کیا کہ وعدہ ہو پس نازل ہوا اور خیال و آثار سلف بھی اس پر دلالت کرتے ہیں اور شاید یہی جواب ہو و اللہ اعلم و مترجم کہتا ہے کہ انی منزہا علیکم میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میں تمہارے دلوں کو گرجب یہ شرط قبول کرو کہ جو منکر ہو تو اسکو ایسا عذاب کروں گا جو کسی کو نہیں کیا ہے لیکن چونکہ انھوں نے اس شرط سے استرازا کیا اور ڈر سے تو نازل نہیں ہوا۔ بالکلہ قرآن مجید میں یہ امر منصوص نہیں کہ نازل ہو یا نہیں نازل ہوا اور نہ اس سے چندان بحث متعلق ہے ہاں سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہیں بعض میں ہے کہ نازل ہوا اور بعض میں ہے کہ نہیں نازل ہوا و قول اولیٰ صحیح ہو و اللہ اعلم قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال الحواریون یا عیسیٰ بن مریم آتینا۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت دیدی تھی کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور نازل قرب و خطاب کو قلوب و ارواح سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت و منزلت دریافت کرنے کا خیال سمایا اس واسطے کہ حالت ممکن پر پہنچنے نہ تھے تو انکو تلویں میں دوران تھا اور نفس و دشمن کا معارضہ بھی ان پر ظاہری تھا پس انھوں نے دفع معارضہ نفس و دشمن کے لیے و قلب کی طمانینت حاصل ہونے کے لیے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے عوام میں سے تھے تو نہیں دیکھتا کہ فراس میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ بنی تھے انھوں نے ابتدائی حال میں کہا کہ رب ارنی کیف یحیی الموتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے انکو بتائیہ کی کہ۔ اولم نومن۔ تو عرض کیا بعد دفع و سوا اس کے کہ۔ بلیٰ و لکن لعلن قلبی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فعل میں قدرت دکھلا دی کہ یوں ہی مناسب تمام ہو چنانچہ قولہ فخذ ازبجہ من الطیر الآتین سے واضح ہو اور ان دونوں وصفوں میں کوئی شک نہیں ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب ولایت سے۔ بالکلہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کلمہ سنا تو اچیرہ سخت شاق گذرا اور انکی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ و سوا اس خاطر و انگیزہ اسی واسطے جواب دیا بقولہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ یعنی جو و سوا اس خاطر پر جاری ہوتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ حاصل آنکہ اپنے آپ پر لادم کر لو کہ جو خطرات نکلے تمہارے نفس کی وساطت سے آتے ہیں انکے دفع کرنے میں مشغول ہو جاؤ تاکہ غیر آئیں تمہارا شغل نہ رہے اور اس سے محبوب نہو جاؤ۔ اور جو شخص کہ عارف دیدار غیب ہو کر داخل ہوا اس سے بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھ کر یقین کا ہونے کا ہوسکے کیونکہ یہ ابتدائی مریدوں کا حال ہی پس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل ملکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہیں ہے چنانچہ کہا۔ قالوا زیدان ناکل منہا لے آخرہ۔ حاصل آنکہ ہماری مراد یہ ہے کہ آپ ہمارے بدوؤں کو بھی محل و سوا اس و فواطر ہیں اسی طرح عذاب جنت سے تربیت فرمائیے جیسے آپ ہماری ارواح کو غذا سے روحانی و مشاہدہ غیب سے تربیت فرماتے ہیں اور اس کے ہمارے قلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائیگا کیونکہ قبول فواطر نفس سے اطمینان ہو جائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تعذیب و محبت زیادہ ہوگی یہاں تک کہ ہم میں کوئی مغارضہ طلبیت کا باقی نہ رہیگا اور ہم دینار معجزہ سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے میں شاہد ہو گئے اور اللہ کے مریدین ہمارے آثار و قدم کا اقتدار کریں گے اور نیز آپ نے حکم اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے خاص و محبوب قرار دیا ہے تو ہم کوئی اہل تسکین ہوگی کہ ہم محبوب ہیں اور آپ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں یعنی محبت کی تاکید مزید ہوگی پس عیسیٰ نے انکی مراد کی درخواست کی بقولہ اللہم انزل علینا مائدہ من السماء آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہیں مانگا اس واسطے کہ زمین و آسمان

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ لِعِيسٰى ابْنَ مَرْيَمَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَآمِيَ الْهٰٓئِنِ مِنْ

سوائے اللہ کے بولتا تو پاک ہے۔ مگر نہین بنایا اگر کہوں جو مجھ کو نہیں پہنچتا۔ اگر میں نے

قُلْتُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُو مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُو مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ

چھی بات میں نے نہیں کہا اُنکو مگر جو تو نے ملکر کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رہبر و میرا اور تمھارا اور میں  
 عَلَیْهِمْ شَهِیدٌ اَمَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبُ عَلَیْهِمْ وَ

انے خبردار تھا جب تک ۱ نہیں دے گا۔ پھر چاہتے تھے تمہارا تو یہی تاخیر کرنا ہی

اَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۚ اِنْ عَدِمْكُمْ فَاَمَّ عِبَادُكَ ۖ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْغَنِيُّ الرَّحِيْمُ

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ اے وادکر اذ بقول اللہ یعنی بیان کر دے جبکہ اللہ تعالیٰ فرمادے گا ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت۔

روزانہ کی قوم نصاریٰ کی سرزنش و ملامت کرنے کے واسطے۔ حاصل آنکہ اسمین قال ماضی بمعنی مضارع ہی بوجہ قطعی وقوع ہونے کے اور  
 کے تحت میں بلفظ ماضی آیا بغرض اشعار اس امر کے کہ اسکو ہوا سمجھیں اور مابعد کا سوال حقیقی استفہام یا بن معنی نہیں کہ اول تعالیٰ جل جلالہ

جیسے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک گروہ مشرکوں سے مل جاویگا اور ایک گروہ بت پرستی کرے گا اور میری امت میں سے قریب تیس (۳) کے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اسے آخر مافی حدیث مسلم و قد ذکر سابقا۔ اور احتمال ہو کہ شاید نسخ باطنی ہوا لاکہ خفت باطنی غیر متصور ہو اور احتمال ہو کہ نسخ ایسا ہو جو اصحابِ مائتہ کے حق میں ہوا اور احتمال اول ارجح ہے۔ بحکمہ اللہ تعالیٰ نے مائتہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس تہدید سخت کے ساتھ کہ جبکہ پانچ سو نہیں ہو۔ اور مروی ہو کہ جب عاریین نے یہ تہدید سخت سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہر امر او کفر سے کفرانِ نعمت ہو لینے شکرگزاری و فرمانبرداری نہ کر سکے کیونکہ مدار اس فارغ البالی کا یہی کہ طاعت و عبادت میں بے فکر رہیں بہر حال فوت کر کے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہیں مانگتے ہیں پس مائتہ نازل ہوا اور یہی قول مجاہد و حسن رحمہ اللہ سے مروی ہوا۔ لیکن نبوت میں تامل ہو اور صحیح یہ ہو کہ مائتہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ انی منزہا علیکم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ وعدہ ہو اور خلاف وعدہ ہو نہیں سکتا اور یہی جمہور امت و مشاہیر ائمہ علماء کا قول ہے۔ قال المفسر رحمہ اللہ الخ لا نکہ بہا من السماء علیہا سبۃ ارغفة و سبۃ احوات فاکلوا منها حتی تشبعوا قالہ ابن عباس۔ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ پھر لاکہ آسمان سے آنکھوں و بکتے مائتہ لیکر اترے پس لاکہ نظر نہ آتے اور فوان نظر آتا یہاں تک کہ سانس لاکر رکھا سپر نہات گروہ روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں پس عاریون نے اس میں رکھا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ وفی حدیث انزلت المائتہ من السماء خبزاً و کما فام و ان لا یخولوا و لا یطروا و الغد فحالا و اخر و الغد فرغت و مسخا قروہ و خازیر۔ یعنی اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے آسمان سے مائتہ اتر روٹیاں و گوشت تھا پس انکو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھیں اور نہ ذخیرہ انداختہ کریں مگر آخر انھوں نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مائتہ تو منقطع ہوا اور وہ لوگ جھفون نے ایسا کیا تھا نسخ کر کے بند رو سو کر دیے گئے۔ قال فی الکمالین اسکو حردی نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مرقعاً روایت کیا اور کہا کہ عمار سے دیگر اسناد سے موقوف اٹکا قول روایت ہے اور یہی اصح ہے۔ و قد رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و ابن مردودہ ایضاً۔ واضح ہو کہ قولہ عید الاولنا و آخرنا کے بعض نے یہ معنی بیان کیے کہ جماعت کثیر میں سے اگلے اس فوان پر بیٹھ کر کھالے والے اور پچھلے کھانے والے یکساں پادین بدکیل روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آسمان سے فوان لائے خبز نہات روٹیاں و سات مچھلیاں تھیں وہ انکے سانس رکھا پس اس میں سے جیسے آنکھوں نے کھایا ویسے اسی پچھلوں نے سیر ہو کر کھایا۔ وعن عمار رحمہ اللہ فوان پر جنت کے میوے بھی تھے۔ کما رواہ ابن جریر۔ وفی رواہ یحییٰ عمار۔ یہ قصہ مائتہ والوں کا اور ان پر عذاب ہونے کا بیان کر کے کہا کہ اسے گروہِ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹوں و بکریوں کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم میں اپنے ایسے بزرگ مکرم رسول صلعم کو بھیجا جسکا حسب نسب تم فوب جلتے ہو اسے تمکو خبر دی کہ تم خواندہ بادشاہانِ عجم کو اپنے قبضہ میں لاؤ گے اور تمکو منع کر دیا کہ سونے و چاندی کو خواندہ بنا کر اس طرح نہ رکھنا کہ اسکی زکات نہ دو اور حقوق بین انہیں خسیج نہ کرو اور قسم ہو اللہ پاک کی کہ رات دن نہیں گزرینگے کہ تم انکو خواندہ بنا کر اس طور سے رکھو گے جس سے تمکو ممانعت ہو اور پھر اللہ تعالیٰ نے تمکو سخت عذاب کر دیا۔ رواہ ابن جریر قال المشرع رحمہ اللہ اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شائد ہو کہ اس میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتوں سے شروع ہوا تھا اور میری امت کا فتنہ مال سے ہو یعنی مال سے شروع ہوگا پھر عذاب و فتنہ میں بڑا کوفہی بد افعال کرنے لینگے جو بنی اسرائیل و اگلی امتوں سے سرزد ہوئے تھے۔ اور جو کچھ فوان مائتہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت و بعض بیان ہے اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہیں ہے اور سلمان خیر رحمہ اللہ



اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہے اور اسمین ہر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر روتے تھے بوجہ ان شرطلوں کے جو نزولِ مائدہ میں مشروط تھیں اور کہتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ میرے اسکو رحمت کر اور عذاب مت کر۔ اکیس مین نے بہت عجیب باتیں انگین اور تو نے دی ہیں اکیس ہم بندوں کو اسکا شکر گزار کر دے اکیس مین پناہ مانگتا ہوں کہ اسکو تو نے غضب اُتارا ہو۔ اکیس اسکو سلامت و نافرمانیت کر دے اور اسکو فتنہ مت کر۔ برابر اسی طرح وہ دعا کرتے رہے یہاں تک کہ وہ عیسیٰ و حواریوں کے روبرو اُترا اور ساتھیوں نے اس سے ایسی پاکیزہ خوشبو پائی کہ کبھی ہرگز نہیں پائی تھی اور عیسیٰ و حواریین شکر کے سجدہ مین گر پڑے کہ انکو ایسی جگہ سے رزق دیا جان سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی انکو دکھلائی جس سے عبرت ہوتی ہے اور یہودی متوجہ ہو کر دیکھنے لگے اور انھوں نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے انکو غم و غصہ و حسد و عداوت زیادہ ہوئی۔ اور نیز اس رعایت مین ہر کہ اس پر سے سر پوش اُٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا وضو کیا اور صلے پر نماز پڑھی اور بہت روئے۔ اور نیز اسمین پچیلیوں کی صفت و پاکیزگی اور سوائے کراش یعنی گندہانے کے ہر قسم کے بقول و ترکاریاں و انار وغیرہ میوہ جات مذکور ہیں۔ اور نیز اسمین ہر کہ شمعوں نے جو حواریوں مین سے سردار تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہے یا جنت سے ہے تو حضرت عیسیٰ نے پھر منع کیا کہ سوالات سے باز نہیں آتے ہو غوث کر دو کہ یہ آیات خدا نہر جاوین تو شمعوں نے کہا کہ قسم ہے ہر پروردگار اسرائیل کی کہ اے صدیقہ کہ بیٹے مین نے اس سے سوال کا قصہ نہیں کیا تھا پس عیسیٰ نے جواب دیا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہیں اور جنت کا بھی نہیں ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا برہ سے ایجاد کر دیا ہے اسکی قدرت ایسی ہے کہ پلک مارنے کی دیر نہیں ہوتی اور جو مراد ہو وہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر حواریوں نے کہا کہ یا عیسیٰ اسمین کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہو خوشی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو تم اکتفا نہیں کرتے اس سے یہاں تک کہ اور آیت مانگتے ہو۔ پھر پچیلی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جاوہ زندہ ہو گئی اور اس سے وہی بولنے لگی جو زندہ پچیلی سے آتی ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ گھنائے تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلاتا ہے تو تمکو کراہت ہوتی ہے مجھے بڑا خوف ہے کہ تم اسمیں حرکت پر عذاب نہ کیے جاؤ اور پچیلی کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی ارادت و قدرت سے ویسی ہی ہو جا پھر وہ بھی ہوئی پاکیزہ ہو جیسے دسترخوان پر تھی۔ پھر حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپ نے پہل نہ کی تو حواریوں نے بھی ہاتھ گھنٹا پس حضرت عیسیٰ نے محتاجوں اور لوے لنگڑوں کو بلایا اور کہا کہ بسم اللہ کر کے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ تم پر گوارا ہوا اور دوسروں پر عذاب رہے انھوں نے فرمان قبول کیا اور مرد و عورت ملکر ایک ہزار تین سو آدمیوں نے کھا یا پس جنھوں نے کھا یا تمھارہ تو نگر ہوئے کہ مرتے دم تک تو نگر رہے اور سب بیمار اچھے ہو گئے اور حواریوں و لوگوں پر ندامت چھا گئی اور کہا کہ اتنے آدمیوں کے کھانے کے بعد عیسیٰ ۱۲ حواریوں نے جو اسکو دیکھا تو اپنے حال پر پتھا اسمین کوئی کمی نہیں آئی تھی پس وہ خوان اُٹھا یا گیا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر اسکے بعد جب مائدہ اُترتا تو اسکا اثر فقط آسودہ ہو جاتا تھا پس تو نگر و فقیر و بار و تندرست سب ننگر و بھوکم کرتے۔ اور اسمین مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ اس طعام کو فقیر و یتیموں و لوے لنگڑوں کے واسطے قرار دے اور تو نگر و کورست دے اور نیز مذکور ہے کہ اسکی باری مقرر کر دی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس تو نگر و کورست کے دون مین یہود و خیالات و شیطان و سواس و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگوں کو شک مین ڈالا آخر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہے مجھکو میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط کے خلاف کرتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ مین جھٹلانے والوں کو عذاب کرو مگر حتیٰ کہ آخر رات مین سو رہو گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم و قد جمعہ ابن کثیر و قد اخذت

مخصّصہ سے فارغ ہو کر عبادت پر قوت پادین پس عیسیٰ علیہ السلام نے انکی درخواست کو منظور کیا کہ دعا کرونگا لیکن انکو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ  
یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب میں تقویٰ و ڈر کرو اور بہتر ہوگا کہ اسکو بیت مانگو کیونکہ شاہد یہ فتنہ و غلاب کا باعث نہو جاوے اور رزق حلال پیدا کرنے  
کے قباب سے محروم نہ رہو پس رزق کے طلب میں مشقت کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ سو ہم آئنگے تقویٰ کرو تاکہ تمھاری مراد حاصل ہو کیونکہ سقی اللہ  
کو محبوب ہوتا ہو۔ وقد قال تعالیٰ ومن یثق باللہ جعل لہ مخرجاً من رزقہ من حیث لا یحتسب لآئمہ۔ چارم آنکہ جو ابن عباس رضی سے مروی ہے  
کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ بھلا تم سے ہو سکتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تیس (۳) روزے رکھو پھر جو مانگو وہ پاؤ  
کیونکہ مزدوری اسپر ہو جسکے لیے کام کیا ہو پھر انھوں نے ایسا ہی کیا پھر روزے پورے ہونے کے بعد کہا کہ اسے بھلائی کے  
سکھلانے والے ہننے یہ کام کیا اور اگر کسی بندہ کے واسطے کرتے تو فراغت پر ہو خوب کھانا کھاتا پھر ماندہ کی درخواست کی تو عیسیٰ علیہ السلام  
نے کہا۔ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ قالوا انزید ان نسا کل منھا بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھاؤ بن اسمین سے و فی  
سوال ماندہ کا اس جہت سے ارادہ کرنے ہیں کہ ایک تو ہم اسمین سے کھاؤ بن اور دوسرے و تطمین قلوبنا اور چین پادین  
ہمارے دل و فی یعنی یقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلوں کو خوب تسکین ہو اور تیسرے یہ کہ و نعلم ان قد صدقتنا  
جانین ہم کہ تم دعویٰ نبوت میں سچ بولے ہو و فی یعنی ہمارا یقین اور علم تمھاری نبوت میں زیادہ بڑھ جاوے۔ و نکو زعلنا  
من الشیطان اور چین ہم اسپر گواہ و فی یعنی جو غائب ہیں انکو ہم شہادت دینگے یا اللہ تعالیٰ کی قدرت کو مشاہدہ کریں یا بات  
کے مشاہدہ کرنے والے ہوں نہ فقط سنی سنائی کئے والے۔ حاصل آنکہ ہماری محتاجی دور ہو اور علم استدلالی و علم مشاہدہ ملکر یقین  
بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت میں ترقی ہو اور غائب لوگوں کے لیے ہم مشاہدہ بیان کرتے والے ہوں۔ واضح ہو کہ اثر ابن عباس مذکور  
در چہ چارم میں اشارہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انکو مزدور آخرت بنایا اور انھوں نے مزدوری میں دنیا مانگی اور یہ بہت بستی ہو اگرچہ  
خروج از درجہ ایمان نہیں لیکن اشارہ ہو کہ قوم اعلیٰ کا یہ حال تھا کہ ماندہ و لون کا کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے  
ایک جماعت سے مروی ہو کہ اچھی طرح پیٹ پھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کر کے روتے کہ ہمارے بدلے شاید حکم دنیا میں ملے جاتے ہیں پس  
کتنا بڑا فرق ہو واللہ اعلم۔ اور بلاغت و نظم کلام اس بات کے مشعر ہو کہ معرفت الہی میں انکا قدم اسوقت تک درجہ اوسط پر بھی نہیں  
پہنچا تھا اسواسطے کہ جو درجہ کمال اس امت مرحومہ کے واسطے ہیں انھیں سے اوسط درجہ اعلیٰ امتوں کا اعلیٰ درجہ تھا جیسا کہ سابق میں  
اسکا بیان کلام شیخ الحدیث ابن کثیر رحمہ اللہ نے کیا ہے فقیر۔ بالجمہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انکی غرض معلوم اس بیان کے موافق معلوم  
ہوئی تو قال عیسیٰ ابن مریم یرحمکم اللہ و ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکلون لنا عیبنا  
لا و لکنوا آخرنا۔ بلا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے تار ہم پر فرماں بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے اکلون اور پھلوں کے بلے وقت  
یعنی ماندہ آنے کا دن ہمارے واسطے عید ہو۔ اور لا و لکننا بدل ازلنا ہو یا عادۃ حوت جارا اور مراد اولین خود یہ لوگ اور مراد آخرین سے  
وہ لوگ جو بعد کو پیدا ہونگے۔ اور روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اسکی تعظیم و تشریف کریں۔ بعض اکابر سے گذر کہ الکلم سے دعا کرنا چاہتے  
اسرار صفات اور محبوب نام سے دعا ہو اور ربنا بدل ہو تاکہ رحمت پرورش کی بجلی ہو۔ بعض نے ذکر کیا کہ یکشنبہ یعنی اتوار کو نازل ہو چکا  
تو اسکی تعظیم کرتے ہیں۔ اور صحیح یہ ہو کہ روز جمعہ روز مبارک ہو وہ اعلیٰ امتوں کو نہ ملا بلکہ یہودی سینچر پر جسے وہی اشر مفروض ہوا اور نصاریٰ  
اتوار پر وہی مفروض ہوا اور مومنین اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فاحمد مد رب العالمین۔ اور یہ مضمون احادیث

باب جمعہ سے واضح ہے۔ اور عید غوثی کا دن کہلاتا ہے اور نام اسکا خواہ بوجہ اسکے کہ وہ زمانہ کے عین اوقات میں عود کرتا ہے یا بوجہ آنکھ آئین عود انسان یعنی لوگوں کا اجتماع پر فوج و سرور پھیر لاتا ہے یا عادت متعود ہو یا مانند اسکے اہل لغت کے وجہ بیان ہیں۔ حاصل دعا آنکھ آئے پروردگار مائدہ اُتار دے کہ ہمارے زمانہ والوں کو بچلے آنے والوں کی عید ہو جاوے **وَإِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ** تیری قدرت پر اور میری موت پر نشانی ہو جاوے۔ **وَأَنْتَ خَیْرُ الرَّزَاقِینَ** اور روزی دے حکومت یہ عطا ہے۔ انزل علینا۔ پر یعنی مائدہ اُتار دے اور ہم کو یہ رزق دے۔ **وَإِنْ تَرَوْا قُرْبَیْنَ** تو ایسی بہتر روزی دینے والا ہے۔ یہ بندوں کی سمجھ کے موافق نصیحت ہے کہ مجازاً غیر کو بھی رازق سمجھتے ہیں ورنہ درحقیقت رازق وہی پاک پروردگار ہے اور اسباب درحقیقت محض ایک بہانہ ہے بلکہ نظر کی خطا ہے اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا امتحان ہے اور تحقیق اسکی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الا یہ کی تفسیر میں مذکور ہو چکی ہے قند کر اور اس امتحان میں بہتر ہے اس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوئے کہ تہذیب پر مدار رکھتے ہیں حالانکہ ہزاروں دفعہ انکی تہذیب پوری نہیں ہوتی اور یہی تقدیر کی علامت ہے مگر نہیں سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت فرماوے۔ اس کلام میں اشارہ ہے کہ امر خیر جو مورث فرحت و سرور ہو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عید ہوتا ہے جیسے روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہیں بنتا ہے اسی واسطے نوجو عید اید۔ نہیں کہا یعنی ہم اسکو عید بناوین نہیں فرمایا اور مومنین کے لیے رمضان کی عید ہے اس امر کا کمال سروں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دوزے پورے کیے حالانکہ ان روزوں کے کیا فضائل ہیں اور ایسی ہی عید اضحیٰ قربانی کی عید مشرف ہے کہ حیات نفس کو کمالات حاصل کرنے کے لیے باقی رکھا اور جائزہ کو اسکا فدیہ مقبول فرمایا جسکے فضائل مروی ہوئے ہیں پس عوام جو اس عید میں دنیا کی تمام ہوس و تکلف کو جمع کرنا عین عید جانتے ہیں یہ ہوا و ہوس ہر مان پاکیزگی و لطافت و غریب مسلمانوں کے لیے کھانے پینے میں آسانی دینا اچھی بات ہے۔ فافہم۔ بالکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی اور روایت ہے کہ اس دعا کرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ نے سوئے کپڑے یا لون کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر نہ بچا کیا اور خوب روئے پھر دعا مانگی اور پھر روئے۔ **قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مُنْزِلُہَا عَلَیْکُمْ** اللہ نے میں اُتار دو گا وہ خان تم پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا جواب اس طرح فرمایا کہ البتہ میں اس مائدہ کو تم پر اُتارنے والا ہوں۔ عاصم و نافع و ابن عامر نے منزلہا بشدید از منزل پر پڑھا اور یاقین نے منزل از انزال تخفیف پڑھا اور اوکل میں منعی مکر دو بار بار نازل ہونے کے اظہار ہیں۔ حاصل آگاہی کہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا میں اُتار دوں گا لیکن یہ بھی فرمایا کہ **فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدَ ہِذَا** پھر جو کوئی ناشکری کرے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عید مائدہ اُتارنے کے۔ **مِنْکُمْ** تم لوگوں میں سے ہے یعنی جنہر ائدہ اُترے گا۔ **فَاِیْ اَعْدَیْہِ نَزَّ عَذَابٌ** اسکو عذاب کا عذاب کہ۔ **اَلَا اَعْدَیْہِ اَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِیْنَ** وہ عذاب کسی اور کو عالمین میں سے نہ کرے گا و نجات بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے انکے زمانہ والے عالمین مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہیں اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ انپر نسخ ہو کر مشور و بندہ ہو جانے کا جو عذاب اُترا تھا وہ ان سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت میں آیہ کے بعض یہودیوں پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ میں آئندہ انکے بعد اس عذاب سے معذب نہ ہونے کی خبر ہے جیسے کہ قولہ لا اعدہ۔ صریح دلالت کرتا ہے۔ اور کم اعدہ نہیں ہے جسکے معنی یہ ہوتے کہ عالمین میں سے کسی کو ایسا عذاب نہیں کیا پس عالمین سے تمام عالمین مراد لینا صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ آیت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر یہ عذاب نہوگا جب تک کہ وہ مسلمان ہوں سے ہیں اور یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس آیت میں بھی خف و نسخ ہے تو احتمال ہے کہ ایسے لوگوں پر ہوگا جو دین سے خارج ہو جائے

یاد اولیا رائے قدم پر ہوتی بشرطیکہ منزلت انکی بھی منزلت توحید ہو اور یہ اشارہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب انی کنت  
 تنجی المومنین اور قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی یحیی ہذہ القلوب موتہا الایۃ میں واس سے سابق دو مقام پر گذرا ہی یاد کرو  
 اور سمجھ دیکھو اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہو۔ پھر شیخ نے لکھا کہ ببا اوقات الہام فعلی بواسطہ نور شمعہ در روح و قلب و عقل و سر باطن و حرکت  
 فطرت کے ہوتا ہے اور لیا اوقات کان پر ہاتھ غیب کے آواز ظاہر آتی ہے اور ببا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ  
 سے ہوتا ہے و لیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہیں سولے اسی بندہ کے جبکہ معرفت خواطر و حقائق علوم میں ایک منصب خاص حاصل  
 ہو۔ پھر واضح ہو کہ بیان یعنی قولہ واذا وحیت الی الحواریین - میں الہام فعلی کے اقسام میں سے وحی صفاتی ہے جس سے بندہ کو ایمان  
 و معرفت پیدا ہوتا ہے اسی واسطے فرمایا کہ واذا وحیت الی الحواریین ان آمنوا بی و بر سولے - یعنی جو انرا غیب میں نے تم پر کشف کر دیے  
 اس سے تم مجھ کو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرائط عبودیت حاصل کرو تو حواریوں نے تسلیم کیا جیسا کہ  
 فرمایا - قالوا آنا و اشہد باننا مسلمون - اور قولہ آمنوا بی - اسے آمنوا بر سولی - مقام الجمع ہے اور قولہ بر سولی - مقام التفرقہ ہے - قال  
 المترجم معلوم ہو گیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہے وہ زبان خلق بحرکات حادث ہوتی ہے لیکن انکشاف الہامی بذریعہ اس وجہ کے  
 بھی ہوتا ہے تو زبان عیسیٰ علیہ السلام سے وصف تعزیز و تقدس حضرت باری تعالیٰ کا اثر الہامی وہ صفاتی الہام باطن حواریین پر ہوا  
 جس سے ایمان متولد ہوا اسی سے ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو خطاب کیا کہ و اشہد باننا مسلمون - اور گواہ کر لینا اشارت ہے کہ وحی  
 الہامی سے قلب کے ساتھ معاملت ایمان بحضرت باری تعالیٰ جل جلالہ طی پائی اور عیسیٰ کو اس پر گواہ کر لیا تاکہ یہ مفہوم نہ ہو کہ تاثیر نفیحت عیسیٰ  
 تھا بلکہ ہدایت فقط اولیائے عروج سے ہے اور بیان سے ظاہر ہوا کہ علماء و ظاہر سنے جو دو تفسیریں اس کلام کی بیان فرمائی ہیں وہ دو حقیقت  
 ایک ہی قول ہے ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے فہم براد جمع کے بعد تفرقہ کی ہدایت میں تحصیل کمال و جنت سے دنیا میں نزل کی حکمت واضح ہو  
 اذ قال الحواریون یعیسیٰ ابن مریم هل یستطیع ربک ان ینزل علینا

جب کہا حواریوں نے اے عیسیٰ کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ تمہارے ہمسفر  
 مآئدہ من السماء قال اتقوا اللہ ان کنتم مؤمنین ہ قالوا انرید ان ناکل  
 خدان بھرا آسمان سے برلاؤدو اللہ سے اگر تمکو یقین ہو بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھا دیں  
 منها و تطمئن قلوبنا و نعلم ان قد صدقنا و نکون علیہا من الشہدین ہ  
 اس میں سے اور چین پاویں ہمارے دل اور ہم جانیں کہ تو نے سچ بتایا اور ہیں ہم اس پر گواہ  
 قال عیسیٰ ابن مریم اللہ ربنا انزل علینا مآئدہ من السماء تکون  
 بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے آسمان سے خدان بھرا آسمان سے کہو  
 لنا عید الا و لنا و اخرنا و آیتہ منک ہ و اشرقنا و انت خیر الذین فیہ ہ  
 ان عید رہے ہمارے پہلوں اور بچھلوں کو اور نشانی تیرے طرف سے اور روزی دے کہو اور تو بہتر روزی دینے والا  
 قال اللہ انی منزلہا علیک و فممن یکفر بعد منک فانی اعدت لہ  
 کما اعدنے میں آتار و نگاہ خدان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے اس پر چھ توہین اسکو وہ عذاب

## عَذَابًا لَّا عَذِيبُهُ أَحَدًا سَبَّ الْعَالَمِينَ ؕ

کرونگا جو نہ کرونگا کسی کو جہاں میں

یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان ہو اور اسی پر سورہ کا نام سورۃ المائدہ ہو اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انکی دعا قبول ہونے کا  
 نشان ہوا **قَالَ الْحَوَارِيُّونَ** یاد کر جبکہ کہا ہار یون نے **فَسَبَّ** اور ظرافت متعلق بقدر رسانندہ ذکر یعنی یاد کر جبکہ کہا ہار یون نے  
**لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ** عیسیٰ بیٹے مریم کے **فَسَبَّ** اس سے ظاہر ہوا کہ واری انکے وقت میں حضرت عیسیٰ کو زندہ اور مریم کا  
 بتا جاتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا اور کیوں نہیں کہ اسی پر ایمان لائے تھے چنانچہ کیا **عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ**۔ **هَلْ يَسْتَطِيعُ**  
**رَبُّكَ اَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً** تو میرے رب سے ہو سکے کہ اتارے ہم پر خوان بھرا آسمان سے **فَسَبَّ** وہیں دو قراءت میں بعض  
 نے **يَسْتَطِيعُ** ربک بتا دو تو فانیہ بمضارع مخاطب اور نصب رب پڑھا اور معنی یہ کہ بھلا تو استطاعت رکھتا ہو اپنے پیدا کرنے والے معبود سے  
 یعنی اپنے پروردگار سے سوال کر سکتا ہو۔ یہ کہ نازل کرے تیرا پروردگار بھرا مائدہ آسمان سے۔ اور دوسری قراءت **يَسْتَطِيعُ** جو اکثر قراء کی ہو **يَسْتَطِيعُ**  
 ربک۔ ہو یا تختہ رب کو رفع۔ اور معنی آنکہ بھلا استطاعت رکھتا ہو تیرا پیدا کرنے والا معبود یہ کہ ہم پر آسمان سے مائدہ اتارے۔ البتہ  
 یہ اشکال وارد ہوتا ہو کہ واری تو اہل ایمان و اسلام تھے انھوں نے قدرت میں کیونکر شک کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ یہ احکا ابتدائی حال تھا  
 اس وقت تک معرفت الہی و اسکی صفات کمالیہ کا علم انہیں مستحکم نہیں ہوا تھا اسی واسطے عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ **ثُمَّ رَدَّ**  
**اَللّٰهُ تَعَالٰی** سے اگر تم مومن ہو یعنی قدرت الہی میں شک مت کرو وہ ہر اہل ایمان پر قادر ہو۔ اور زنجشیری رح نے جو کہا کہ وہ مومن خالص تھے  
 تو یہ لغو ہو اور اجماع مفسرین کے خلاف ہو۔ اور قراءت اولے یعنی **يَسْتَطِيعُ** ربک۔ بمضارع مخاطب اس امر پر دلیل ہو اور معاذ بن جبل  
 کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی قراءت پڑھائی۔ کما رواہ الحاکم وصحیحہ الطبرانی وابن مردودہ وہی قراءت ابن عباس و علی رضی اللہ عنہما و سعید بن جبیر  
 و مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ سے کہ پس قراءت دوم متوافق بمعنی اول ہو اور یہ عرب کا عمدہ محاورہ ہو کہ جب انکو کسی شخص کی طرف سے شک ہوتا ہو کہ  
 وہ یہ کام کر دیا یا نہ کر گیا تو کہتے ہیں کہ **يَسْتَطِيعُ** فلان ذلک۔ اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ کر سکتا ہو یا نہیں کر سکتا ہو بلکہ مراد یہ کہ بھلا ہو سکتا ہو  
 کہ وہ کئے سننے سے ایسا کر دے۔ پس شک اس فعل کے وقوع و عدم و وقوع میں ہوتا ہو اور یہ نہیں کہ فلان نہ کر کہ طاقت ہو یا نہیں ہو  
 پس یہی معنی ہیں قول **عَارِضِينَ** کہ کہ بھلا پروردگار تعالیٰ تمہارے سوال و دعا وغیرہ سے ایسا کر دیا کہ ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما دے  
 اور یہ وہی قراءت اولے کے معنی ہیں اور اس میں او تعالیٰ عز وجل کی بے نیازی و عظمت بہت نکلتی ہو کہ او تعالیٰ بے نیاز ہو اور غنی و پاک  
 بے پروا ہو پس عیسیٰ علیہ السلام اگر چہ مہی مقبول ہیں لیکن شاید انکی دعا بھی قبول ہو یا نہ ہو۔ اور دوسری قراءت میں بھی ایسے معنی ہیں کہ اسے  
 عیسیٰ تم ایسا کر سکتے ہو کہ ایسی دعا کرو اگر چہ امید ہو کہ تمہاری دعا پر قبولیت کا اثر ہوگا۔ **قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ** رح۔ مائدہ وہ خوان جب پر کھانا لگا ہوا ہو  
 و قبل اگر کھانا نہ ہو تو مائدہ نہیں بلکہ خوان ہو جیسے تراشا ہوا بنا ہو تو قلم ورنہ انبوب یعنی کلک ہو اور چمڑا یا ہوا تو جراب ورنہ ابا یعنی ادھون  
 کھال ہو اور پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذوب و بجل ورنہ ولو یعنی خالی ڈول ہو۔ **قَالَ اَللّٰهُ اَنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** تقویٰ کر اور تم  
 سے اگر تم سچے ایمان والے ہو **فَسَبَّ** یعنی جواب میں عیسیٰ علیہ السلام نے ہار یون سے یہ کہا۔ اس جواب کی توجیہ میں جارحی ہیں۔ اول  
 جو مفسر رح نے کہا کہ سچائی کے لیے اتنی نشانیاں مت مانگو کہ ایمان یا تعیب نہ ہو جو در حقیقت ایمان ہو بلکہ ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ دوم  
 جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض علماء تابعین نے کہا کہ یہ لوگ فقیر محتاج تھے تو انھوں نے سوال کیا تھا کہ مائدہ بے محنت مل جایا کرے تاکہ نفس کے



اذ قال الربا عیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک الایہ۔ یعنی خالص ارادت و محبت والوں سے بیان کر دے جو میں نے تجھ پر کثمت جمال و انوار  
علوم غیب و تجلی کا انعام کیا اور تیری مان پر کلمہ خاص القادر کیا جبکہ اس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الہییت سے ملتبس خیرا وجود ہوا اور یہ نور  
تا بعد روح القدس تھا چنانچہ فرمایا۔ اذاید تک بروح القدس۔ یعنی بروح معرفت جو روشن بصر ازل تھی اور یہ وہ نفع اول ہے جو اللہ تعالیٰ  
نے روح بتجلی بجلال و جمال سے آدم علیہ السلام میں بھجوا دی تھی۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ فرمایا۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الایہ۔ صورت عیسیٰ  
پر انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہو گئے اور لا ہو تیت اور ناسوتیت کے استخراج کی تہمت سے بسبب روح قدس کے مقدس ہو گئے۔  
پس تمام وجود عیسیٰ علیہ السلام قدسی پیدا ہوا۔ تو یہ نہیں دیکھتا کہ کیونکر باذن اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید  
و نور روح قدس کے جلال سے مردہ زندہ کرتا تھا۔ اور نیز معنی قولہ اذاید تک بروح القدس۔ آنکہ میں نے تجھ کو بندہ جبریل علیہ السلام  
تائید دی تاکہ تجھ کو مقام عبودیت و شریعت پہنچا دے اور بشریت کے گوارہ میں تیرے ساتھ رہے کیونکہ تیرا صدور نور ربوبیت سے ہے  
اور اگر یہ بات نہوتی تو تجھ کو مقام ہستی میں سکون نہ ہو سکتا بلکہ تو فانی و نابود ہو جاتا۔ بعض مشائخ نے اہلباء علیہم السلام کے حال میں لکھا کہ انہیں  
سے بعض پر القاس روح النبوة تھا اور بعض پر القاس روح الصدیقیت۔ اور بعض پر روح المشاہدۃ۔ اور بعض پر روح الصلاح و المحرمۃ۔  
اسطح مختلف تجلیات سے القادر ہوا اور ان کے اسرار میں وہ یائین پوشیدہ دین کے انکبا بیان و تعبیر نہیں ہو سکتی ہو وہ ایسا علم ربانی ہے کہ اس  
وصف غائب اور حظ باقی ہے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کی رودائی نہیں مگر جیجی کہ روح کو محبت قدم میرا آئی ہو  
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذاید تک بروح القدس حکم الناس فی الہمد و کلام۔ پس جبکہ قدم میں محبت روح سے فیض ہوا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی  
معیت سے سرفراز ہوتا ہو۔ اور قولہ تعالیٰ اذاید تک بروح القدس۔ میں واسطی رحمہ نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے ایک اشارہ  
لطیف یہ ہے کہ روح محض مستر اور پوشیدہ ہے اسی طرح قرب الہی محض پوشیدہ ہے وہ وہم و گمان و بیان سے باہر ہے۔ بعض مشائخ نے قدس  
سے اشارہ لیا کہ روح عیسیٰ پاکیزہ ہو ہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ پیری ہیکل جسمی میں سے کسی چیز سے معترج و مرکب و میل نہیں پاؤ گی بلکہ  
میں نے اسکو تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو تقدس و مظهر کر دیا ہے تاکہ تو میرے سوا کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور میں  
تجھ کو اس جسم میں بطور عاریت کے لبا پا ہر جیسے ابدالے حال میں آدم کو جنت میں مستعار رکھتا تھا اور فائدہ اسکا یہ ہے کہ تیرا جسم بھی اس  
روح کی محاورت سے ہستی و نیاوی کے میل کچل سے ظاہر و پاک ہو جاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونوں پاکیزہ ہو گئے اور دونوں کو محل قدس  
کی طرف اٹھالیا۔ اور تمام نعمت الہی اپنے بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ ہمد میں اس کے جسم کو باندا اسکی روح کے پاکیزہ کر دیا اور  
یہ محض قوت الہیہ اور ظہور قدرت ہے اور اسی سے ہمد میں عیسیٰ علیہ السلام نے اولیٰ کی تزیہ و صف و جلال و ربوبیت و کمال  
کا اقرار کیا اور عبودیت کو اس میں فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور اس میں تازمانہ کولت رہا حتیٰ کہ بندگان الہی کو اللہ تعالیٰ کی تزیہ و صفات و قدس  
جلال و حسن جمال سے عارت کر کے مالا مال کیا اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ حکم الناس فی الہمد و کلام۔ اور اس میں اور زیادہ فرمایا  
بقولہ واذ علیک الکتاب۔ یہ خاص تجلی بقدرت الہی تھی کہ بغیر سیکھے سکھائے عیسیٰ نے لکھنا جان لیا۔ قال المترجم جسم قدرۃ الہیہ سے  
شیخ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا۔ بل یراہہ بسلطان الایہ۔ تمہا کا برا دلیار اللہ اور مشائخ صوفیہ اور اکابر محدثین و سلف کے نزدیک  
یہ کے معنی یہ ہاتھ نہیں بلکہ یہ ایک صفت ہے اور تہا لے کی صفات سے اور اسکی حقیقت سے کوئی بندہ آگاہ نہیں ہے اور یہ بحث اوپر بحث  
آئی کہ یہ مصدورہ بیان ہو چکی ہے یہاں شیخ نے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ انعام یا دولا یا کہ اذ علیک الکتاب۔

یعنی یاد کر کہ میں نے تجھ کو لکھنا سکھلایا۔ تو لکھنا اُنکو تعلیم الہی سے اسطرح آیا کہ ایک صفت کی اسپر تجلی فرمائی اور وہ صفت الہیہ ہے پس لکھنا آگیا۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والحکمة۔ اور مراد اس سے معارف محبت ہیں اور طریق کشف ملکوت اور بطون افعال مع انکی ماہیات کے پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والتوراة۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰؑ کو سکھلایا تھا باین طور کہ نور توریت سے اسپر تجلی فرمائی تاکہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب و احکام معلوم ہوں۔ پھر زیادہ کیا بقولہ۔ والانجیل۔ اس میں ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو چھنچھنایا اور وصف پر وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت الہیہ کا طور اسکے منظر سے قرار دیا کہ جو روح قدس امین تھی اسکے نفع سے پرند کے جناح کو زندہ کر دیا اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت میں سے ہے اسکا طور اس بندہ کا پیر کر امت کیا۔ اسی وجہ سے اندھے مادر زاد اور کوڑھی اچھے ہو جاتے اور مردے زندہ ہو جاتے اور جو امور عوام بندوں کی نظر سے غائب و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے کہتے۔ وانتم بآیاتنا کلون وما تدرؤن فی ہوتکم۔ چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہے۔ شیخ ابو علی رودباری رحمہ نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جائے نماز پر ٹھیک قائم و مستقیم رہتا ہے تو اس سے نور تجلی اُٹھتا ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و استعداد کے ظاہر ہوتے ہیں لیکن یہ سب اسکی قضا و قدر کے موافق ہے لہذا لے اللہ عزوجل۔ پھر اور نعمت یا دلائل بقولہ واذا وحیت الی الخواثرین ان آمنوا بی و برسولی۔ وحی آتی ہے رسولوں علیہم السلام کی طرف ہوتی ہے وہ خاص ہوتی ہے اور عام اور خاص وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ بلا واسطہ ہوتی ہے اور عام بلا واسطہ جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہے اور وحی خاص کے چند مراتب ہیں۔ وحی بالفعل یعنی فعل سے وحی خاص۔ اور وحی بالصفۃ۔ اور وحی بالذات۔ پھر جو وحی کہ بذات تعالیٰ و تقدس ہے وہ خاص مقام توحید میں دیدار عظمت و کبر بارسے وقت ہوتی ہے اور وہ مقام فناء ہے۔ اور وحی صفات ہوتی ہے مقام معرفت میں جبکہ تجلی جلال ہوتی ہے اور وہاں محل بقاء ہے۔ قال المترجم فناء اول مقام توحید کا مکر فناء ہے اور بقا معرفت بعد فناء کے بقا ہے فافہم وانما علم اور وحی بالفعل مقام عشق و محبت میں ہوتی ہے اور وہاں منازل انس و انبساط ہیں اور اس مقام میں تو ادلیا کو بھی انبیاء علیہم السلام کے طفیل میں حصہ ہے اور جو وحی کہ فرشتہ کے ارسال سے ہوتی ہے اس میں اولیاء کو کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔ قال المترجم ولی کو طاقت نہیں کہ فرشتہ سے اسکو اتصال ہو سکے اور یہ تو خیر اسپر بڑھکر یہ کہ خطاب کا تحمل اسقدر پروردگار کے بعد نہیں ہو سکتا کجا کہ بالتحال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالیٰ کے جانے کہ کس قدر حجاب ہو گئے ہیں اور لوح محفوظ اور دہان سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہیں ان حجابات سے اور اہل السبح کو سخت دقت واقع ہوتی ہے کہ پڑھے لکھے عالموں کی تویہ ذہنیت ہے کہ ظہور ان معانی کی جبکہ یہ کہیں اثر نہیں تو کفار و مشرکین و عوام کو کیونکر سمجھاویں حاشا و کلا کہ دروغ بولتے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ اُنکو جزا خیر دیوے کہ بطیفیل سرور عالم صلعم انھوں نے راہ مستقیم دکھانے کو ہماری آنکھوں کے سامنے کے کوڑے کرکٹ کو بہت صاف کیا لیکن اب بھی نہ سوچے تو یہ شیت حضرت مالک الماک لاشریک لہ ہے وہی قادر غفار ہے جو چاہتا ہے کہ کوئی بے بنیاد دوم مارے لایسنل عمایفعل وہم یسلون۔ پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہے۔ قلت ہذا کہ قال تعالیٰ فادھی لے عبدہ ما ادھی الایہ۔ اور وحی منزل معرفت کی بحديث ہے قلت ہذا کہ قال تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور تمام اشارہ باظہار مفعول مطلق یعنی تکلیما ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور وحی منزل عشق کی الہام ہے اور مقام الہام کی تین قسمیں ہیں۔ الہام ذاتی۔ والہام صفاتی۔ والہام فعلی۔ قال المترجم استیناس ہے کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ منجملہ منزلی وحی عشق سے ہے لیکن صدر سہار منزل توحید ہے لہذا مختص اس سے انبیاء علیہم السلام

کے معنی میں نہیں ہو سکتا بظہر بے ما بعد کے۔ اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا تو یہ مشروع نہ تھا اور یا خاص اجازت تھی جیسا کہ قولہ باذنہ دلائل کرتا ہے اور یہ ظاہر نظم ہے اور بعض نے کہا کہ اذن سے مراد آسان کر دینا اور کتبہ الطیرین کا تسمیہ یعنی مثل ہے اور وہ مفعول تخلق ہے اور مروی ہوا کہ فقط چمکا دیا گیا تھا اور آل عمران میں تمام تفسیر گزر چکی ہے۔ معنی آنکہ اور یاد کر جبکہ تو ہماری اجازت سے بزرگی صورت کے مثل کو مٹی سے بناتا تھا۔ **فَتَنَفَّسْنَا فِيهَا صَاحِبًا** بھر تو دم مارتا اس ہیأت میں **فَتَنَفَّسْنَا** یعنی ساتھ تصویر بن چو کہ تھا۔ **فَتَكُونُ طَيْرًا** یا **ذِي** پس ہو جاتا جانور میرے حکم سے **ف** یعنی یہ تصویر تیرے پھونکنے کے بعد پرنے ہو جاتی تھی میرے ارادہ و تاثیر قدرت سے۔ پس باذنی سے تصریح کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ؑ کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ یہ قدرت و اراۃ کی تاثیر انکے نفع پر ہو جاتی تھی اور یہی حال جلد انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہے اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہے کہ انکو یہ اختیار نہیں کہ جو چاہیں وہ کریں بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہیں اور عوام اس کرامت کے لائق نہیں ہیں پس عوام جاہل اور ہنر سے پرستے لگتے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہیں کہ فلاں ولی چاہیں تو ایسا ہو جاوے حتیٰ کہ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر نذر نیاز نہ کر دے تو وہ ایسا ضرر ہو چکا دینگے یہ سب انکی جہالت و گمراہی ہے۔ شاہ ابو الحسن رحم نے خوب لکھا ہے ہر ولی کو گو کہ قرب کر دگا رہے پر نہیں قدرت پرین کچھ اختیار ہے خود موثر انکو کہ سمجھے کوئی ہے یہ غیادت ذہن کی ہے اور کبھی ہر دور مولیٰ روم علیہ الرحمہ نے جو لکھا ہے اولیاء را بہت قدرت ازالہ ہے تیر جستہ باز گرداند زراہ ہے اسکو جاہل اپنی کج فہمی سے سہلائے اور نہیں سمجھتے کہ اسکے تمام ہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکو قدرت کی یہ تاثیر مل جاتی ہے کہ اگر کمان سے تیر نکلیا گیا ہو تو بیچ میں سے بھر آوے۔ اور پھر لانا اسوجہ سے کہا کہ جس شخص کے واسطے سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہے ظاہر میں وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسیٰ کے واسطے سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہو گیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالیٰ سے عزوجل کی جناب میں شرک نہ کرنا چاہیے اور انبیاء و اولیاء کی بزرگی و بڑائی اور پاک مقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیے۔ زیادہ بیان گنجائش نہیں تفسیر کی طرف رجوع کروں۔ پھر اور کرامت یاد دلائی۔ **لِقَوْلِهِ وَتَبَرَّيْ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِأَذْنِي** عطف ہے تخلق پر یعنی اور یاد کر کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے اندھے مادر زاد کو اور کوڑھی کو چمکا کر بنا تھا۔ پس جالینوس وغیرہ بڑے بڑے طبیب مشہور جو اس زمانہ میں موجود تھے اپنی جہالت سے حیران تھے اور سب نے عاجزی کا اقرار کیا۔ **وَإِذَا خَرَجَ الْمَوْتَىٰ بِأَذْنِي** اے واذا کہ ازخروج الموتی من قبورہم اجابہ باذن اللہ یعنی اور یاد کر بڑی کرامت یہ کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے مردوں کو انکی قبروں سے نکالتا تھا یعنی زندہ نکلتے تھے چنانچہ سام بن نوح و دو مرد و ایک عورت و ایک لڑکی کو زندہ کیا تھا اور قعدہ مفصل گزر چکا اور آگاہ رہو کہ چاروں جگہ لفظ باذنی کو مکرر فرما کر یہ تبلیغ کی کہ یہ سب جو عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہوتا تھا اس میں حضرت عیسیٰ کی قدرت و اختیار کو دخل نہ تھا بلکہ محض اللہ عزوجل کی تاثیر قدرت کا ظہور تھا لیکن حضرت عیسیٰ اکرم و خاص بندے تھے کہ اس ظہور قدرت کے واسطے وہ محل قرار پائے تھے۔ اور آگاہ رہنا چاہیے کہ ظہور تاثیر قدرت کے واسطے مشیت و ارادہ الہی ضرور ہے اسی واسطے مفسر رح نے باذنی کی بارادتی سے تفسیر کی۔ پس جہاں مشیت نہیں متعلق ہے وہاں ظہور نہ ہوگا حتیٰ کہ سوا مذکورین کے اگر عیسیٰ کسی اور کو چاہتے تو وہ کبھی زندہ نہ ہوتا لیکن مقام اس سے بھی بالاتر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ خاص بندے از خود فانی ہوتے ہیں اور بقا حق سے باقی ہوتے ہیں پس انکی مشیت و اراۃ وہی ہوتی ہے جو تقدیر اللہ تعالیٰ کی ہے اور یہ

اس تقدیر کے موافق خواہ مخواہ خود بخود کام کرینگے۔ اور واضح ہو کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا حدیثنا ابی حنیفہ مالک بن سہیل حدیثنا محمد بن طلحہ یعنی بصرہ عن ابی بشر عن ابی الہذیل۔ کہا ابو الہذیل نے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جب موافق ارادہ قدرت کے کسی مردے کو زندہ کرنا چاہتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور پہلی رکعت میں تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتے اور دوسری رکعت میں اتم تحویل لکھتے پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی بیخ و شمار بیان کرتے پھر سات ناموں سے دعا کرتے یا قیوم یا خفی یا دائم یا فردا یا یا احد یا صمد۔ اور جب انکو کوئی سخت بات پیش آتی تو اور سات نام سے دعا کیا کرتے تھے یا حی یا قیوم یا اللہ یا رحمن یا ذا الجلال و الاکرام یا قور السموات والارض و ما بینہما ورب العرش العظیم یا رب۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ ہذا اثر عظیم جدا۔ یعنی یہ روایت جو تابعی سے مروی ہوئی ہے ضرور عظیم ہے۔ ایسا ہی نسخہ موجود ہے میں ہے اور شاید ہذا اثر غریب جدا ہو اگرچہ اسناد جدید ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ باوجود ثبوت ایک امر عظیم کے تاویل ضرور ہوگی اور شاید تبارک الذی و اتم تنزیل السجدة انکو اللہ تعالیٰ نے بطور وحی خاص کے قرآن مجید سے یا لوح محفوظ سے تعلیم فرمایا ہو واللہ اعلم بالعداب۔ پھر اور انعام یا دولا یا۔ بقولہ۔ **وَ اذ کففت بنی اسرائیل عنک** جب روکائیں نے نبی اسرائیل کو تجھ سے **ف**۔ یعنی جوت انھوں نے تیرے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ **اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ** جب تو آیا ان پاس نشانیاں **ف**۔ یعنی جبکہ تو انکے پاس رسالت الہی پہنچانے کو معجزات کے ساتھ گیا تھا۔ **فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ اِنَّ هَذَا اِلٰهٌ كَذِبٌ** یعنی کفار لوگ کہہ ائے کہ **ف**۔ یعنی کفار لوگ کہہ ائے کہ **اِنَّ هَذَا اِلٰهٌ كَذِبٌ** نہیں یہ جو تو آیا مگر کھلا جادو **ف**۔ یعنی اس طرح منکر ہو کر تیرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے تو میں نے یاد رکھا۔ اور ایک قرآن میں بجائے سحر کے **ح**۔ **یٰۤاٰیہا الذین امنوا** یعنی یہ ہیں کہ نہیں یہ شخص مگر ایک کھلا جادوگر۔ اور بنی اسرائیل کو باز رکھنا عیسیٰ علیہ السلام سے یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسمان پر اٹھا لیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب بنی اسرائیل ایمان لائے اور یہ قعدہ ہی نکر تے اور اگر چاہتا تو سب ملک ہو جاتے لیکن حکمت کاملہ اسی میں تھی جو واقع ہوا علاوہ ازین او تعالیٰ قادر مختار ہے جو کچھ چاہے وہ کرے۔ پھر اور انعام یا دولا یا بقولہ۔ **وَ اذ اوحیت الی السواک ان اٰمنا و اٰی اور یاد کہ جبکہ میں نے وحی کی و اربعین کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ مجھ پر **ف**۔ یعنی اللہ تعالیٰ وحیہ لاشریک لہ پر اس صفت توحید کے ساتھ جو عیسیٰ علیہ السلام تعلیم کرے۔ **وَ یٰۤاٰیہا الذین امنوا** اور میرے رسول پر **ف**۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر او عیسیٰ پر ایمان لانا متضمن جملہ انبیاء و کتب و انجیل پر ایمان کو ہے۔ اگر کہا جاوے کہ وحی مخصوص بابنیا وعلیم السلام ہے جو واری میں کو نبوت نہ تھی تو جواب دیا گیا دو وجہ سے اول آنکہ وحی کلام عرب میں معنی امر ہے اسے حکم دیا میں نے واری میں کو بزبان عیسیٰ علیہ السلام۔ اور یہی تفسیر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور قولہ ان امنوا ابی ویرسولی۔ یعنی اوحیت بان امنوا ابی الخ اسکا موید ہے۔ وجہ دوم آنکہ وحی سے مراد وحی الہامی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و اوحینا الے ام موسیٰ ان ارضیہ الا یہ میں ہو کہ بلا خلاف یہاں وحی الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا و اوحی ربک الی النحل ان اتخذی من ابحال بیوتا من الشجر الا یہ میں وحی الہامی ہے ایسا ہی بعض سلف نے اس آیت میں قولہ اذا وحیت الی الخ کے وحی کو کہا کہ انکو الہام ہو ابس انھوں نے اسکی پابندی کی قال الحسن البصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے انکو ایسا الہام فرمایا۔ قال السدی انکے دلوں میں یہ بات ڈال دی۔ **قَالُوا اٰمَنَّا** بولے ہم یقین لائے **ف**۔ یعنی اللہ تعالیٰ واسکے رسول عیسیٰ پر پورا ایمان لائے **وَ اَشْهَدُ بِاَنَّا مُسْلِمُونَ** اور تو کہہ رہا کہ ہم حکم بردار ہیں **ف**۔ پہلے ایمان و پھر اسلام ذکر کیا تو اسلام بمعنی اخلاص و توحید مراد ہے ایمان ہے اور نیز اظہار ہو کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر میں بھی انقیاد و اطاعت کی **ف**۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ**

اَنْت قلت للناس اتخذوني واهي العيين من دون الله۔ جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پس پہلے ان آیات میں رسولی علیہ السلام  
 والکی والدہ پر انعامات وغیرہ اور انکی دعا سے پیروی کرنے والوں پر فضل ہوا اور نافرمانوں پر عقاب ہوا، پس کہ نصیحت لے لینا چاہیے  
 چنانچہ فرمایا کہ قیامت میں اوتھالے اپنے بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام کہ غرق سنت و احسان فرما دیگا اور انکے بارہ مین افراط و تفریط  
 کرنے والوں کو ملامت و سرزنش کرنے کیوں خطاب کر گیا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذکر نعمتی علیک وعلى والدتک  
 یاد کر سبھی نعمت کو جو تجھ پر ہوئی اور میری والدہ پر ہوئی۔ یاد کرنے سے یہ مراد کہ اسکی شکر گزاری کوں کرے عیسیٰ علیہ السلام ہر حال میں  
 یاد رکھتے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ بندہ تھا جبر اللہ تعالیٰ نے انعام  
 فرمایا پس وہ ہاتھ بڑا آدمی جو اسکو نہ مانتی تھی فرار ہو اور نیز وہ قوم جو اسکو الہ و معبود و بیٹا سمجھتی تھی اپنی غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا  
 جبر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اسکو رسول کیا اور اسکی مان کو پاک بندی عبادت کرنے والی  
 اس زمانہ کی تمام عورتوں سے برگزیدہ و نیکار بنا دی۔ پھر خاص خاص انعام کیا اور دلا یا۔ اذ آیتنک برؤح القدس  
 جبکہ میں نے تجھ کو نبوت دی اپنے خاص فرشتہ جبرئیل سے۔ اور قدس یعنی پاکیزگی ہو اور مروی ہو کہ جبرئیل علیہ السلام انکے ساتھ  
 رہتے جہاں جاتے وہاں ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے انہیں مدد کرتے اور علوم و معارف انکو بطریق الہام کے سکھاتے اور اسطے  
 عجیب خلافت عادت باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھیں اور بعض نے کہا کہ روح القدس وہ کلام تھا جس سے مردے کو  
 زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہے بلکہ وہی اعانت جبرئیل علیہ السلام مراد ہو اسی واسطے تا ئید کا بیان فرمایا بدون عطف کے کہ روح القدس  
 فی المہلک و کھلاک و کلام کرتا لوگوں سے گو دین اور برتری عمر میں۔ یہ جملہ اعراب میں اید تک کے کات خطاب مفعول سے حال واقع  
 ہو اور تہد میں یعنی حالت طفولیت میں و کمل میں یعنی زمانہ سن کہلت میں۔ حاصل آیتکہ میں نے روح القدس سے قری تقویت کی درجہ  
 نہ باتیں کرتا تھا لوگوں سے بچپن و جوانی میں۔ چنانچہ جب مریم رحمہ اللہ کو لوگوں نے بہتان لگایا تو مہربانی گوارہ میں سے چند روز کے بچہ تھے  
 بولے کہ اتنی عہدہ اتنی کتاب الایہ۔ یعنی میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے اسنے کتاب دیکر اپنا رسول کیا ہو حالانکہ اسوقت تک  
 انجیل اتری بھی نہ تھی۔ اور اسی حال میں اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا۔ اگر کہا جاوے کہ ہمد میں یوں کمال عقل کی باتیں کرتا تو احسان  
 و معجزہ ہو اور حالت کمل میں تو سب ہی باتیں کرتے ہیں انکی تخصیص کیا ہو تو جواب یہ ہو کہ معنی کلام کے یہ ہیں کہ تجھ و دون حالتیں یکساں  
 تھیں کچھ فرق نہ تھا برخلاف اور لوگوں کے اور نیز اظہار ہو کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن و شباب و جوانی کی حالتیں سن کی بہلتی  
 تھیں جیسے آدمیوں پر گذرئی ہیں۔ علاوہ برین کمل میں لوگوں سے کلام کرتا بھی ایک نشان قدرت ہو گیا۔ کہا قال المفسر یفید نزولہ  
 قبل الساعة لانہ رفع قبل الکھولہ کما سبق فی آل عمران۔ کیونکہ وہ سن کھولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے ہیں اور قیامت سے کچھ  
 پہلے اُتارے جاوینگے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم میں انکو کچھ تغیر نہ ہوگا بلکہ اُترینگے تو وہی سن قریب کھولت کا ہوگا اور سات  
 برس دنیا میں جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کرینگے پھر مر جاوینگے اور مسلمان انکے جنازہ پر نماز پڑھکر دفن کرینگے۔ یہاں سے  
 اظہار کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا اقتضائے النص سے ثابت ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ مشرکوں و کافروں سے بڑا تعجب ہو کہ  
 اہل اسلام کی کتب احادیث میں جو آثار و اخبار مروی ہیں وہ مفصل ایک ایک موجود و ظاہر ہوتے جلتے ہیں اور دین اسلام نہایت عمدہ  
 اخلاق و پاکیزہ قانون پر مبنی ہو حتیٰ کہ اُسی سے نصاریٰ نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ راہ دیکھتے اور نہیں مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ



مسلمانوں کی حالت اچھی نہیں اور یہ اور بھی عجیب ہو کہ نہ گفتگو دین اسلام کی فوجی میں ہو اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہیں چلتے تو یہ انکا تصور ہو اور اسی سے انکی حالت خراب ہو۔ تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانوں کی چال کو مت دیکھو۔ واللہ المادہ و ہوا الفضل و  
 نفوذ باندہ من الضلال۔ بالجلہ او تعالے نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت و  
 کھولت میں انکی یکساں باتیں ہیں اور ابن عباس سے مروی ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام تیس برس کے سن میں رسول ہوئے پھر دو برس چھ مہینہ  
 رسالت پر رہے پھر اللہ تعالے نے اٹھایا پھر سن کھولت میں زمین پر اُتارے جاوینگے۔ اور آل عمران میں یہ بحث گذری کہ ہواہب و اسکی  
 شرح وغیرہ میں باستدلال بیان ہوا کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا اور حاکم کی روایت میں ایک سو تیس برس کے سن میں  
 اٹھایا جانا مذکور ہوا اور لیکن شیخ ابن کثیر رحم نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس برس کے سن میں اٹھایا جانا مسلم  
 رکھا ہو کما مر سابقا۔ اور برہانے روایت حاکم و قول شیخ مواہب وغیرہ کے سن کھولت میں انکا کلام واقع ہو گیا اور یہی ظاہر آیت ہر الا انک  
 کہا جاوے کہ قیامت میں انسان کے وقت ایسا وقوع ہو جائیگا کہ طفولیت و کھولت میں انکا باتیں کرنا تحقیق ہوگا اور صحیح ہوا کہ حضرت عیسیٰ  
 نے طفولیت و ہمد میں صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالے حکایتہ عنہ الی عبد اللہ انما فی الکتاب و جلی نبیا الایہ میں مذکور ہو اور  
 فتح البیان نے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی اُسے پہلے کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی  
 تھی تو یہ کوفت مذکور کا سہو ہو اور صحیح ہو کہ چہرہ بچہ ایسے ہوئے ہیں جنہوں نے ہمد میں کلام کیا اور مفسر جلال الدین سیوطی  
 وغیرہ نے انکو بالاستیعاب نظم کیا ہو از انجلہ جس طفل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بریت ہو کہ اسی دی تھی وہ بھی شیر خوارہ تھا اور  
 وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہو۔ فافہم۔ اور ابو موسیٰ اشعری رحم سے مرفوع روایت ہو کہ جب قیامت کا دن ہوگا  
 تو نبیاء علیہم السلام و انکی امتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پس اسکو مقرب فرما کر اللہ تعالے اسکو اپنی نعمتیں یاد دلاوے گا  
 پس فرما دیا عیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک و علی والدک الایہ۔ پھر فرماوے گا انت قلت للناس اتخذونی و امی الہین من دون اللہ  
 پس عیسیٰ علیہ السلام انکار کریں گے کہ اسے پروردگار میں نے نہیں کہا اور اگر میں نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاریٰ بلائے گئے جائیں گے  
 اور اُسے پوچھا جاوے گا تو وہ کہیں گے کہ ہاں اسنے حکم ہی حکم دیا تھا تا آخر حدیث۔ اور انجام اس میں یہ مذکور ہو کہ حجت قائم ہو کر نصاریٰ کو صلیب لگے  
 کر دیا جائیگا کہ اسکے پیچھے پیچھے دو رخ کو جائیں گے۔ رواد ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر و فیہ ضعف۔ پھر اللہ تعالے نے اور نعمت  
 یاد دلائی بقولہ۔ **وَإِذْ عَلَّمْنَاكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَرَجَّبْنَاكَ بَيْنَ يَدَيْنِ لَئِنْ لَمْ يَنْصَرِكْ لَكَ الْبَاطِلُ لَمْ يَكُنْ لَكَ مِنَ الْبَاطِلِ شَيْءٌ**۔ بعض نے کہا کہ  
 کتاب سے جس مراد ہو عموماً اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہو اور حکمت سے فہم اور کلام محکم بقریہ قولہ  
**وَالْتَوَاتَىٰ وَآلَ الْيَحْيَىٰ** اور تورات اور انجیل۔ اور تورات سے مراد وہ کتاب الہی جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی  
 اور ابن کثیر رحم نے کہا کہ حدیث میں بعض مقام پر قریت کا اطلاق اس سے اعم سنی ہو ہوا ہو اور ثابہ قول اول کے یعنی کتاب سے جس  
 کتب مراد ہو تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تعمیم ہو گا بسبب انکہ حضرت عیسیٰ کی ان دونوں کتابوں سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود جو آپ سے  
 جھگڑے کرتے تھے تو آپ قریت سے انکو قائل کرنے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیسا کہ انجیل میں جو لطافت عار میں ہیں  
 ان میں یہ بات صریح ہو۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ **وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ يَأْخُذُهَا وَهِيَ كَالْطَّيْرِ مَذْمُومَةٍ** اور جب تو بنانا مٹی سے جانور  
 کی صورت پرے حکم سے **فَإِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ** کے مانند تصویر بنانا تھا پس خلق یہاں تصویر بنانے کے معنی میں ہو اور یہاں کہ وہ

فرماندہ گا۔ اور ایک مقام میں انکو قمار ہوگی اور یہ سواست عظمت کے هجوم و تراکم سے جبکہ کبریا و عظمت کا ظہور ہوگا اور اس مقام پر صوفیہ و جو کچھ اسمیں ہو سب کچھ عزت قدم میں مشتمل ہو جاویں گے پس کبھی تو جلال سے فنا اور کبھی جمال سے بقا ہونگے اور کبھی لطفت سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہونگے اور ایسے ہی خطاب سے ہے۔ قرآن من الملک الیوم لعلہ الواحد القہار۔ اور ایسے ہی قرآن یوم یجمع اللہ الرسل فیقول یا ذا الجہنم۔ انکے خطاب سے انکو عارث کر دیا کہ ربوبیت میں عبودیت عاجز ہو اور قدم میں حادثہ نشا و ہوا ہو اور یہ انکو خطاب دنیاوی سے معلوم ہو چکا تھا اب بالعبان بعد خبر کے مشاہدہ کر دیا اور یہ علم صادق وہ ہو کہ خبر اسمیں مطالب معائنہ ہو اور یہ نہیں کہ عرفان کے لیے اور کافرون کے خذلان کے لیے ہو ورنہ او تعالیٰ شانہ کو علم عجب قدیم ازلی ابدی ہو ہرگز وہ ان جہل کا نام نہیں بلکہ جہل کے نفی کرنا شرم ہو کیونکہ نفی وہاں کرنی چاہیے جہاں اس چیز کا وہم نہ ہو سکے اور یہاں علم و جہل اسکی مخلوق ہیں یعنی انکو ظہور انکا معانی میں اسکی کمون ہو علاوہ انہیں عدم مخلوق ہونا یا نہ ہونا اور انکا اعدام داخل قدرت ہیں یا نہیں مگر جسم کے نزدیک جاہلون کے خیالات ہیں اور شیطان نے ایک منہج بنا دیا ہے اس طرف توجہ کرنے والے اہل ایمان و اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے سرگردان ہیں تو کبھی اس منہج کے انکار کیا ہو اس طرف توجہ کرنے والے اہل ایمان و اہل عرفان کو انکا روشن راہ پر چلا دے و السلام۔ واضح ہو کہ رسول علیہم السلام نے جو جواب دیا کہ لا علم لنا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمارا علم نہیں جو تیری ہم سے مراد اور ہمارا قوم سے خبر ہم بھیجے گئے تھے مراد ہو اور ہمارا علم نہیں جو تونے ازل میں ہم سب پر جاری کیا اور ہمارا علم نہیں جو ہمارے نفوس میں ہو پھر جو تیری مراد ہو اسکا علم تو بڑی بات ہے۔ اور ہمارا علم نہیں مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت حیرا ہی علم ہی اسی واسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب۔ اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس امر کو اظہار کریں کہ لا علم لنا اسی واسطے عرض کیا کہ حکم کی بجا آوری تھی ورنہ ہم یقین جانتے ہیں کہ انک انت علام الغیوب۔ اور اسی واسطے اس کلام کو حجت آں و ضمیر فصل اور صیغہ مبالغہ و باوجود عجب معصوم ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ وغیرہ تاکیدات سے منکر کیا حالانکہ وہاں منکر کوئی نہیں ہو فافہم۔ قال الشیخ۔ اور ہر گاہ کہ کشف عظمت میں بہوت و تعجز و حیران و از خود رفتہ ہو گئے تو ارواح پاکیزہ و خم ہوئیں لیکن اشتباہ و صورتیں منہجی و از خود رفتہ ہو گئیں اسواسطے انکو یہ طاقت نہ رہی کہ جو انکے دون میں ہو وہ ادا کر سکیں یہ سبب رعب و دہرہ پر خطاب حضرت رب العزت جل جلالہ کے۔ اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو انکو جواب دیے تھے وہ حضرت او تعالیٰ کی عظمت و جلال کے حضور میں اظہار کریں۔ معنی یہ کہ دنیا میں شیطان کے پیرو ایسے بہودہ جواب دیتے ہیں کہ انکی باتوں سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل رکھنے والوں کے روئیں کھڑے ہوتے ہیں اور جب قیامت میں ان نا پاکوں کی آنکھیں کھلیں گی تو معلوم ہوگا کہ کس درجہ حیرانی کے چکے ہیں پھر بندگان خاص سے وہ نا پاک جواب ادا ہونے کے ترانہوں نے علم الہی پر توفیق کیا اور مترجم پہلے بیان کر چکا ہو کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال میں صادق ہو مگر تیری ایسے شخص کے سامنے جو اسکو نہ جانے روا نہ ہوگا۔ فافہم قال الشیخ اور نیز لا علم لنا۔ یعنی جو کچھ تونے انکے اسرار میں مخفی کیا وہ ہمارا نہیں معلوم کیونکہ غیب تو ہی جانتا ہے اسی واسطے کہا کہ۔ انک انت الغیوب و اسطی رحم نے کہا کہ اظہار کیا اسکو جو اسکی طرف سے ان بندوں سب کی طرف تھا تو خاص بندے ہونے کے ہم کیونکر کہیں کہ اسٹنے ایسا کیا باہم نے ہون کیا تو وہاں حقیقت کے حال میں زبانیں بند ہو گئیں۔ اور کہا کہ رسولوں کو خطاب فرمایا نہ قوم کو کہہ کہ او تعالیٰ دانا تر ہو کہ یہ مخلوق خطاب کے بوجہ اتھانے والی ہیں اور انبیاء کی شناخت میں بڑی بات ہے کہ خطاب کو مشاہدہ میں برداشت کرتے ہیں اور یہ نہایت

بخت منزلت ہو۔ اسی واسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ قول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لاعلم لانا۔ چکو علم ایسی حالت میں کہاں کہ ترے  
جہرت کو کثرت فرمایا ہو۔ جنید رحمۃ اللہ نے کہا کہ انکے ساتھ رفیع و نزہی تھی کہ سمجھے نہیں اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب وار دہونے  
کی وجہ سے نسب ہیبت کے مر جاتے۔ این عطا روح نے کہا کہ چکو میرے سوال کی سمجھ نہیں اور ہم سے کوئی جواب نہیں ہو۔ بعض نے کہا  
کہ جب اپنے طور پر تجلی علم و سبقت ہوا تو وہ اپنے علوم بھول گئے۔ اور لاعلم لانا۔ ادب کی پابندی ہو اور یہ نہیں تھا کہ چکو کچھ انکو جواب  
تھا اس سے نادان تھے۔ مجرب افضل رہنے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہو اسکا چکو کچھ علم نہیں ہو۔ فافہم۔

اذ قال الله يعيسى ابن مريم اذ كن نعمة عليك وعلى والدتك مـ اذ ايكثرتك بروح  
جب کوگا اللہ اسے عیسیٰ مریم کے بیٹے یا دکر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر  
القدس فتكلم الناس في المهد وكهلاء واذ علمتک الكتب والحكمة

اور توریت اور انجیل اور جب تو بنا تاشی سے جانور کی صورت ہو میرے حکم سے پھر مارتا اس میں نہو جاتا  
طیرام یا ذنی وتیری اکمه والا برص یا ذنی واذ خیرج الموفی یا ذنی و  
جانور میرے حکم سے اور چکا کرنا ان کے پیٹ اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھرے کرتا میرے حکم سے اور

اذ كففت بنی اسرائیل عنك اذ جئتھم بالبینت فقال الذین كفروا  
جب یروکا میں نے بنی اسرائیل کو منجھ سے جب تو لایا ان پاس نشانیاں تو کہنے لگے چکا فرمے

منھم ان هذا الاصحھم مبین واذ اوحیت الی الحق اسرائیل ان امنوا  
انہیں اور کچھ نہیں جاوہر صبح اور جب میں نے دل میں ڈالا جواریوں کے کہ یقین لاؤ مجھ  
بی قریب سقائے قالوا امنا واشھد باننا مسلمون  
اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں

واضح ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے ان لوگوں کے جواب کی نسبت جو انھوں نے رسولوں کو دیا سوال کر لے سے ان لوگوں  
کو تو بیچ کیا بعد ازاں اس آیات و معجزات کو جو اپنے رسولوں کو عطا فرمائے جان کر کے تو بیچ فرمائی کہ باوجود سوائے ان آیات و معجزات باہرہ  
کے پھر بھی ان لوگوں میں سے بعض نے انکو چٹھلا یا اور سا کر کہا اور بعض نے اس قدر غلو کیا کہ انکو عبود اور آلہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا  
اذ قال الله يعيسى ابن مريم جب کیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے فـ افظرت بتعلق بقدر مانند اذ کرا و اور یہ باوجود  
و نصیحت ہو کہ ایسا ہونے والا ہو پس اس وقت سے نیکخت لوگ اپنی پیش بینی کریں اسی واسطے قال ماضی فرمایا حالانکہ قیامت میں واقع ہوگا  
یعنی انکو قطعی الوقوع یا نذر ماضی کے ہی۔ اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہر ہو کہ دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ مختلف ہیں کہ یہود تو ایسی  
سخت دینی کرنے لگے کہ انکو چھوٹا مانا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کر لے لگے کہ انکو آلہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے اہل ایمان کے  
یہودین کھڑے ہوتے ہیں اور یہ بیان انعامات و عیسیٰ علیہ السلام و انکے والدہ کے اصلی حالات بقدرہ و تمہیداً و آئندہ کلام کی۔ اور وہ قولہ

علم نہیں۔ اور ماضی پر اسے پیشاب کے اشارہ ہو کہ یہ امر یقینی ہو اور پہلے مجمع و بقول فرمایا کہ اہل ایمان و بنیامین اسکی تاویل کے منتظر نہ ہوں  
**اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ** بیشک قوی و چھپی بات جانتا ہے پس تو خوب جانتا ہو کہ جو کچھ انھوں نے حکم جواب دیا  
اور اپنے دون میں چھپایا جسکو ہم نہیں جانتے ہیں۔ غیب جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونوں معنی میں آتا ہے و دراصل مصدر ہی  
اور مراد وہ چیز جو غائب ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ بھی غائب نہیں تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہے کہ جو خوب  
جانتے والا ہے اس سے پوشیدہ کہاں لیکن مراد یہ کہ جو بندوں کے علم سے پوشیدہ و غائب ہو وہ تجھی کہ معلوم ہو اور اس سے یہ لازم نہیں  
آتا کہ جنت و دوزخ کا جانی علم کسی کو بخیر بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہیں وہ بھی اوتھا  
جانتا ہے اور کسی بندہ پر یہ صادق نہیں ہو کہ وہ عالم علی الاطلاق ہے حتیٰ کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہے کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہاں ہوگا  
کوئی قطعی و یقینی طور پر نہیں جانتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ رسل علیہم السلام کہ جو جواب دیا گیا تھا اسکو وہ جانتے تھے پھر انھوں نے یہ کیونکر  
کہا کہ لا علم لنا۔ تو جواب یہ ہے کہ قولہ ما ذا اجبتہم۔ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ظاہر ملو کیا جواب دیا گیا اور دوم یہ کہ تمھاری دعوت توحید کو  
قوم نے کس قبولیت سے قبول کیا یعنی صدق و اخلاص سے قبول کیا یا اتفاق سے قبول کیا۔ پس دوسری صورت میں انکا جواب ظاہر ہے کہ  
صداق انکا اسکا کلیہ علم نہ تھا کہ اتفاق ہو یا اخلاص ہو الا اسبقدر کہ اللہ تعالیٰ کے معلوم کرانے سے انکو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا  
کہ سنی یہ ہیں کہ ہمارا علم چیز سے علم کے مقابلہ میں گہ یا معدوم ہے کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تو تجھی کہ ہے اور قولہ لا علم لنا۔ میں بھی  
کہا گیا کہ مراد لغی العلم مطلقاً نہیں ہے بلکہ ادب کے ساتھ تمام علم حضرت باری تعالیٰ کے تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہے ہمارا علم کچھ علم  
نہیں۔ امام رازی نے کبیر میں کہا کہ رسولوں کو یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بد بخت کی تفسیح کے ہے کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب  
میں بیٹھ گئے اور انکو معلوم تھا کہ ایسا عالم دانا ہو کہ اسکو کسی وجہ پر جہل نہیں اور حلیم ہو کہ وہ ان سفہ کا نام نہیں اور عادل ہے کہ وہ ان ظلم  
کو دخل نہیں تو انھوں نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل اور نہ کچھ بُرائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل و پاداش ہے  
تو انھوں نے ادب اسی میں لیکھا کہ سکوت کریں اور تمام علم حضرت باری تعالیٰ کی طرف پسزد کریں اور اسی کے عدل پر چھوڑ دین پس کہا  
کہ لا علم لنا۔ اور بعض نے کہا اسے جو علم نہیں جو انھوں نے ہمارے پیچھے بڑھا دیا۔ اور یہ ضعیف ہے اور اسی طرح جو بعض نے کہا کہ  
ہمارا علم انکی بابت ایسا نہیں جیسا تیرا علم ہے۔ اور مفسر ح نے جواب دیا کہ ذمیت عنہم العلم لشدة ہولان یوم القیامت و فرعون تم شہدوں  
علیٰ اعینہم لما یکنون۔ یعنی محققین علمائے احادیث و آیات سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہونگے پس یہ حال اوست  
ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و وحشت سے اور نہایت فرغ و گہرا ہٹ سے بالکل ذل ہوئے ہوئے ہونگے پس اُسے یہ علم جانتا ہوگا کہ  
تو انکو قوم نے کیا جواب دیا اور کیونکر قبول کیا تھا پھر بعد کہ جب سکون پاوے گے تو اپنی قوم پر گناہی دینگے کہ انھوں نے ایسا اور ایسا کیا اور  
یہی جواب صحیح و یہی سلف سے مروی ہے۔ ذکر الشیخ ابن کثیر۔ حضرت مجاہد و حسن بصری و سید علی رحم نے کہا کہ رسولوں سے یہ  
قول بنیاب ہوا روز قیامت کے ہوگا۔ عبد الرزاق نے مجاہد سے روایت کی کہ جب اوتعالیٰ جل جلالہ فرما دیا کہ ما ذا اجبتہم تو فرغ و گہرا ہٹ  
سے عرض کریں گے کہ لا علم لنا۔ اسے پروردگار ہم کو تو معلوم نہیں۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال ابی ہاشم عن اسدی فی قولہ  
یجمع ابیہ الرسل فیقول ما ذا اجبتہم قالوا لا علم لنا۔ وہ لوگ ایسے مقام میں ہونگے کہ وہ ان عقول کو قبول ہوگا کہ جب پوچھے جاوے گے تو کہیں گے  
کہ لا علم لنا۔ پھر دوسرے مقام میں آتا ہے کہ جاوے گے تب اپنی قوم پر گناہی دینگے۔ رواہ ابن جریر۔ عن ابن جریر فی قولہ ما ذا اجبتہم۔

تھارے بعد انھوں نے کیا کام کیے اور تمھارے بعد کیا نئی بدعتیں نکالیں تو رسول جواب دینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ ایسا ہی  
ابن جریر نے سن طریق النجاشی عن ابن جریج روایت کیا۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عزوجل سے  
عرض کرینگے کہ ہمارا علم کیا ہو کچھ نہیں تو ہی خوب دانا ہو کہ ہمارا علم کیا ہو اب لا۔ رواہ ابن جریر قال ابن کثیر ان عین اقوال میں سے شیخ ابن جریر  
نے اسی تیسرے قول کو اختیار کیا اور اس میں شک نہیں کہ یہ اچھا قول ہے اور یہ بطریق ادب کے ہے کہ او تقالے کے علم محیط کے سامنے جو  
درحقیقت علم ہو ہمارا کچھ علم نہیں یعنی ہمارا کچھ جواب دیا گیا اور جسے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو بچا تا لیکن کچھ ہمارا ہی شناخت  
ہوئی باطنی بعض کی شناخت نہیں ہوئی اور اسے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہو تو ہمارا علم تیسرے  
علم کے مقابلہ میں گویا کچھ نہیں ہو۔ قال المترجم۔ کوئی شک نہیں کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہیں کہ لفظ میں بندوں پر بھی  
اطلاق ہوتے ہیں جیسے علم و بصارت و ارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی ساطط تکلیف میں جسکو اہل السجہ یوں تعبیر کرتے ہیں کہ نہ بندہ  
محض مجبور مانند شجر وغیرہ کے ہو اور نہ مختار ہو بلکہ امر میں بین یعنی بیچ میں ہو اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہے کہ بیان سے علی  
اور حیوانی عقل سے باہر ہو لہذا اس عبارت میں تعبیر کرتے ہیں اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجانب باری تعالیٰ جل جلالہ ہے  
یہ صفات اسی کی جانب میں اسکی شان پر حقیقت میں صادق ہیں اور مردوس متقی و بدعتی نہ ہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے  
موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہو اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہو کہ مخلوق کی کسی صفت کو  
جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہو اسی نام کی صفت باری تعالیٰ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہو پس لا علم لنا۔ ہر طرح سچ ہے اس میں دروغ کو دخل  
ہی نہیں ہو پس یہ اعتراض کرنا کہ لا علم لنا۔ دروغ ہو اجاتا ہو محض جہالت کا اعتراض ہے۔ لیکن چونکہ عوام کی عقل حیوانی اس میں ادراک  
سے عاجز ہو لہذا جواب اسلم وہ ہی جو مجاہد و سدی و حسن وغیرہ سے برینا و اختلاف مقامات مذکور ہوا کہ اول حالت میں اسباب ہول  
و فزع کے ایسا کینگے۔ اور اس پر اعتراض کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فزع سے نجات پائے ہوئے ہیں۔ لہذا قال تعالیٰ۔ لا یحزنکم الفزع  
الاکبر الآجہ۔ اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی سے مطلق فزع کی نفی نہیں۔ اور نیز حزن بمعنی غم ہے کسی چیز کے فوت ہونے پر اور جہاں  
علیم السلام ہمہ تن مطیع رہے ہیں انکو رضاء حق سے محرومی نہ ہوگی اور نیز عدم حزن بفرع اکبر۔ دوسرے مقام پر ہوگا اور کثرت سے  
احادیث صحیح اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت دہشت میں ہونگے ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی  
کا دشمنی ہوگا لیسب ظہور غیب و جلال الہی عزوجل کے سولے ایک رسالت مآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو امت عاصی کا خیال ہوگا اور یہ  
آپ کے خصوصیات میں سے ہو فلیتفکروا شکر و الحمد للہ رب العالمین۔ و قال فی العرائس قولہ تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول  
آلآجہ۔ صفات و سبحات ذات تعالیٰ و تقدس کے ظہور کے لیے بندوں کی ارواح کو مواقع و اوقات میں سو حالت حیات میں  
جب تک دائرہ و ہر وحدت میں گرفتاری ہو ظہور بطریق کشف و عرفان کے ہو پھر شیخ نے کہا کہ اور جب کشف کلی اور ظہور تمام منظور ہوگا  
جیسا کہ خطاب اذلی سے مفہوم ہے یعنی قیامت میں کہ دن فرمانہ وہاں آخر ہو تو سب خالص بندے مرسلین و نبیین و ملائکہ جمع کیے جائینگے  
اور یہی بڑی حضور کی کا دن ہے تو عارفین وہاں جمال حق و قرب و وصال سے منتفع ہونگے۔ اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہے  
کہ یہاں کے مردے وہاں زندے ہیں تو وہ ہمیشہ وہاں میدان سرور میں نور کے گھوڑوں پر سوار درگاہ انس میں فوت ہال جا دینگے اور  
وہاں مقامات بہت ہیں پس ایک مقام پر تو انکو بقا ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ ان نابود بندوں کے لیے لبط غایت سے مشاہد کی نعمت حمت



یہ قصہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بنا بر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل سنن نے روایت کیا اور محمد بن ابی القاسم کو کہا گیا کہ صالح الحدیث ہو اور اس قصہ کو مرسل طور پر بہت سے علماء ثقافت تابعین نے بیان کیا ہو اور اس میں بیان ہو کہ قسم لینا بعد نماز عصر کے واقع ہوا اور ابن کثیر رحمہ اللہ سے یہ کثرت روایت بطریق ارسال کے اس بات کی دلیل ہو کہ یہ قصہ انہیں مشہور تھا اور اسکی صحت کی شہادہ روایت ہو جو ابو موسیٰ اشعری کے زمانہ میں کو فہم میں واقع ہوا اسکو ابن جریر نے روایت کیا اور اس میں مذکور ہو کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ نادر واقعہ ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونے کے بعد پھر نہیں ہوا تھا اور اس واقعہ کے بھی دو وزن دسی نصرانی تھے اسے بعد نماز عصر کے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی قسم لی کہ تم نے خیانت نہیں کی ہو اور نہ کچھ جھوٹ بنایا اور نہ کچھ بدلا اور نہ کچھ چھپایا اور نہ کچھ بگاڑا ہو اور یہ اس مرد مسلمان کی وصیت اور یہی اسکا ترکہ ہو اور ابن جریر نے اسکو دو طریق سے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور دو وزن اسناد صحیح ہیں۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ نسیم بن اوس الداری کا مسلمان ہونا ہجرت کے دین سال مذکور ہو پس جو شخص اس آیت کے حکم کو منسوخ ٹھہراتا ہو حالانکہ اتنا متاخر ہو کہ وہ کسی دلیل فاصل کو لاوے۔ قال المترجم نسیم داری کا مسلمان ہونا ناسخ قصہ جاثہ کے کتاب الاشراف صحیح مسلم میں مروی ہو لیکن انکے اسلام متاخر ہونے سے حکم کا امتداد اسوقت تک ضرور نہیں کیونکہ وہ انکی جہالت کے حال کا واقعہ ہو مگر آنکہ فیصلہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ البتہ اس امر پر دلالت کرتا ہو کہ حکم منسوخ نہیں ہو فتنہ بر۔ اور ابن جریر کی روایت فضلاء ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ابن عباس سے ہو کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ عصر کے بعد دو وزن نصرانیوں سے قسم لیوین زمین سے کہ یہ دو وزن آدمی نماز عصر کے بعد کچھ بدلا نہیں کرتے ہیں آپ ان دو وزن سے انکے دین کے موافق انکی نماز کے بعد قسم لیجئے۔ قال المترجم شاید ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اسکو نہیں مانا بلکہ احتیاطاً جو وقت میں حضرت صلعم کے زمانہ میں قسم لی گئی تھی وہی وقت برقرار رکھا۔ لیکن کلام ابن عباس سے نکلا کہ عصر کی خصوصیت نہیں بلکہ تغایط مفقود ہو۔ عن ابراہیم الخنسی وسعد بن خیر۔ ان دو وزن نے کہا کہ جب سفر میں کسی کی وفات کا وقت آجاوے تو وہ مسلمان زن میں سے دو آدمی گواہ کرے اور اگر نہ پاوے تو اہل کتاب میں سے دو مرد گواہ کرے پھر جب وہ دو وزن ترکہ لاوین پس اگر وارث لوگ انکی تصدیق کوین تو وہ وزن کا قول قبول ہوگا اور اگر دو وزن کو نہ تم بھجین تو نماز عصر کے بعد دو وزن سے قسم لیجاوے کہ و اللہ البتہ ہم نے نہیں چھپایا اور نہ جھوٹ باندھا اور نہ خیانت کی اور نہ کچھ بدلا۔ رواہ ابن جریر۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی تفسیر مذہ الآیۃ۔ گواریہ نے دو وزن کی گواہی میں شک کیا تو دو وزن سے بعد نماز عصر کے قسم لیجاوے کہ و اللہ باللہ ہم نے اپنی گواہی کے بدلے ثمن قلیل نہیں طلب کیا پھر اگر میت کے اولیاء اس امر پر مطلع ہوں کہ دو وزن کافرون نے اپنی گواہی میں جھوٹ بولا تو اولیاء میں سے دو مرد کھڑے ہوں اور قسم کھاوین کہ و اللہ دو وزن کافرون کی گواہی باطل ہو اور ہم نے حد سے تجاوز نہیں کیا۔ پس کافرون کی شہادت رد کر دی جائیگی اور اولیاء کی شہادت جائز رکھی جائیگی۔ و ہذا ردی التعوی ایضا عنہ کما رواہ ابن جریر۔ اور اسی طرح مقتضائے آیت کہ یہ ہذا اس حکم کو بہت سے ائمہ تابعین و رضی اللہ عنہم نے یوں ہی تقریر کیا ہو اور یہی امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب ہو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذَلِكْ اَدْفِ اَنْ تَاْتُوا بِالْشَّهَادَةِ عَلٰی جَوَہِہَا یہ حکم ایسا ہو کہ بہت قریب لگتی ہو یہ بات کہ ادا کرین شہادت کو اوپر اس کے طریقہ کے فن۔ یعنی یہ جو حکم دیا گیا کہ در صورت خیانت کے وارثوں سے قسم لیکر انکی قسم پر اعتبار کیا جاوے تو یہ حکم ایسا ہو کہ اسکی وجہ سے نہایت قریب لگتی ہو یہ بات کہ میت کے گواہ لوگ (دینا بر ایک تفسیر کے) یا میت کے دو وزن دسی (دینا بر دوسری تفسیر کے) شہادت یا وصیت کا سہی وجہ براد کر دین جس وجہ بدوہ گواہ ہوئے ہیں یعنی ٹھیک ٹھیک بات بیان کر دین اس میں کچھ تحریف و کچھ خیانت نہ کوں۔ اَوْ مِیْنًا فَاِنْ شَرَدَ اٰیْمَانٍ بَعْدَ مَا هُوَ بِاَعُوْثٍ فَاَوْفِیْہِ

کہ پھر دیکھا گیا قسم بعد اُنکے قسم کھانے کے۔ یعنی اُنکے قسم کھانے کے بعد وارثوں کی طرف۔ مائل آنکہ یہ لگتی بات ہو کہ یا تو ٹھیک شہادت  
دین یا انکی قسم کے بعد وارثوں کو قسم کا حق مل جائیگا۔ اور یہ محاورہ ایسا ہے جیسے بندہ کہتا ہو کہ یا تو سچ بولنا اختیار کر یا نصیحت ہو۔ اور مفسر نے  
لکھا۔ ادا قرب الی ان یخافوا ان نزد ایمان بعد ایما نہم علی الوترۃ المدین فیخلفون علی خیانتہم و کذبہم فیقتلین ویغفر من ذلک یذہبوا۔ یعنی یا تو ان  
قرب ہو اس بات کی طرف کہ وہ خوف کریں کہ اُنکے قسم کھانے کے بعد پھر دیکھا گیا قسم وارثوں کی طرف جو انکی خیانت کے مدعی ہیں پس وہ  
انکی خیانت کہنے پر قسم کھالینگے تو یہ نافع نصیحت ہونگے اور مال بھی بھر دینا پڑیگا لہذا حجت نہ رہینگے۔ قال فی المہارک اگر کہا جاوے کہ بیان حق  
اوکے کیا معنی ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ معنی ہیں کہ یہ حکم مذکور اقرب ہو اس بات کی طرف کہ گواہی کہ سچائی کے ساتھ ادا کریں فواد بخون و حق آگے عزوجل  
یا بخوف آنکہ نصیحت ہو کر شرمندہ ہونگے۔ اس حکم سے بعض نے حجت پکڑی کہ مدعی کی طرف قسم پھر ناروا ہو اور جواب دہا گیا کہ نہیں بلکہ جو شخص  
منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہو چنانچہ وارثوں نے اس قصہ میں دو ذون نصرا بیون پر دعویٰ کیا تھا کہ ان دو ذون نے خیانت کی اور ان دو ذون  
نے انکار کیا اور منکر ہو کر قسم کھالی اور جھوٹ گئے پھر جب وہ جام نکلا اور انکا جھوٹ قسم کھانا گڈلا تو دو ذون نے دعویٰ کیا کہ ہم نے میث سے  
خرید لیا اور وارثوں نے انکار کیا تو قاعدہ کے موافق وارثوں پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خرید و حق ہونے سے شکر تھے قال المترجم  
مفسر رحمہ اللہ نے بھی بیان معنی میں لقولہ فان اطلع علی امارۃ کذبہا فادعیاء انعالہ۔ سے مدعی کے مدعی اور وارثوں کے منکر ہونے پر  
اشارہ کیا تاکہ وارثوں کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سبب نزول اسکا شاہد مرتب موجود ہے۔ **وَاتَّقُوا اللَّهَ**۔ اور ڈرو اللہ  
ف۔ یعنی ہر ایسی بات سے جو اسکی مرضی کے خلاف ہو از ابطال یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سوا اسکو بھی چھوڑو۔ **وَأَسْمِعُوا**۔ اور  
سنو ف۔ یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہو اور کانوں سے بہرے نہیں ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سننا سنو اور یاد رکھو کہ وہ اپنے  
خالق مسبود پروردگار سے مخالفت کرے وہ بھٹکا پھرے گا۔ **وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ**۔ اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا  
راہ خیر کی طرف اس قوم کو جو فاسق ہیں۔ یعنی اسکی فرمانبرداری سے باہر ہیں۔ پس قولہ الی سبیل الخیر متعلق لایہدی ہو۔  
**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمِعُوا بَيْنَهُمْ لَوْ يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ قَالَ لَا أَعِلُّمُ لَنَا إِنَّا كُنَّا عَنْ الْغُيُوبِ**  
جن دن اللہ جمع کرے گا رسول پھر کہیگا تمکو کیا جواب دیا۔ برہین گے کہ خبر نہیں تو ہی ہو چھی بات جانتا  
**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمِعُوا بَيْنَهُمْ لَوْ يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ قَالَ لَا أَعِلُّمُ لَنَا إِنَّا كُنَّا عَنْ الْغُيُوبِ**  
کہ یعنی ڈرو اللہ تعالیٰ سے اس دن کہ جس دن رسول اور تمام خلائق محشر میں جمع ہوں اور یا علیحدہ جملہ ہو اور اذکر دایا اسکے مانند پوشیدہ ہو  
یعنی بیان کرے اور نصیحت کرے کہ یاد کریں کہ وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ جمع کرے گا رسولوں کو اور وہ روز قیامت ہو۔ **فَيَقُولُ مَاذَا**  
**أَجَبْتُمْ بِهِ**۔ پھر فرما دیگا اللہ تعالیٰ تمکو کیا جواب دیا کیلاف یعنی اللہ تعالیٰ قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولوں سے ارشاد  
فرما دیگا کہ وہ کیا جواب ہو تو تمکو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہو اسکو غیب معلوم ہو جو کچھ تم  
نے جواب دیا لیکن یہ دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و نصیحت کرنے کے واسطے ہو جیسے فرمایا۔ **وَأَنَّا الْمَوْدُودَةُ سُلَيْمٰتِ** بای ذب تکت یعنی زمانہ  
جہالت کے عرب جو لڑکی کو زندہ درگور کر دیتے اور تپ دیتے تھے تو فرمایا کہ اس مودودہ لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ تیرا چاری کس گناہ پر ماری گئی۔  
اور مقبوعہ اسکے قاتل زندہ درگور کرنے والے کی سرزنش ہو کہ اسپر حجت قائم ہو جاوے اور آ استغما میر ہو اور ذاب معنی الذی ہو اور بعض نے  
کہا کہ ذاب زندہ اور ماصوب یا جہنم ہو۔ **قَالَ لَا أَعِلُّمُ لَنَا إِنَّا كُنَّا عَنْ الْغُيُوبِ**۔ یعنی بولینگے کہ یہ درگور ہمارا کچھ

جو غیر مشہور ہو بجائے اولیاء کے اولین آیا اور وہ جمع اول ہو پس یہ الذین سے بدل ہو یا صفت ہو۔ حاصل آنکہ اگر میت کے گواہوں پر خیانت وغیرہ کا اہتمام ہو تو میت موصی کے وارثوں میں سے دو آدمی جو زیادہ قریب ہوں وہ بجائے گواہوں کے اس بات میں قائم مقام ہوں کہ ان سے قسم لیا جائے **بیان**۔ پس وہ دو وزن قسم کھا دیں اللہ تعالیٰ کی قسم کہ میت کے دو وزن گواہوں نے خیانت کی اور کہیں۔ **کشفہا** **تثاب** **الحق** **ممن** **شہاد** **تھما** کہ جاری گواہی حق ہو یہ نسبت ان دو وزن کی قسم کے **ف** یعنی ہماری قسم یہ نسبت ان دو وزن کے سچی ہو۔ **وَمَا اعْتَدَيْنَا** اور ہم نے اعتدائ نہیں کیا **ف** یعنی قسم کھانے میں سچائی اور حق بات سے تجاوز نہیں کیا اور اگر ایسا کیا ہو تو **إِذَا لَمْ يَلِيْنَا**۔ روای البخاری ان رجلا من بئی سہم خرج مع قسیم الداری وعدی بن بدار وہما نصرانیان ثمان السہمی بارض لیس فیہما سلم فلما قدما جرتہ نقد و اجا من فضلة نخر صابا لذهب فرغنا الی البئی مسلم فنزلت فاحملنا ثم وجدنا کما بکنا فقال ابعتنا من نیم وعدی فنزلت الآية الثانية فقام رجلا من اولیاء السہمی فخلقا۔ وفی رواية الترمذی فقام عمرو بن العاص ورجل آخر ثم خلقا وکانا اقرب الیہ۔ وفی رواية تعرض فادعی الیہما و امر ہما ان یبلغا ترک اہل قلمات اخذنا اجماع و دفعا الی اہل البئی۔ مفسر رح نے اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر بیان کر دی ہے کہ یہ تین دلائل دیگر ہیں باجملہ جو مفسر نے معنی بیان کیے وہ توضیح کے ساتھ یوں ہیں کہ اس کلام پاک کے یہ تین ہیں کہ جس مسلمان پر موت کے اسباب ظاہر ہوں تو چاہیے کہ گواہ کرے اپنی وصیت پر دو مرد یا بیسی ہیں کہ وصی کرے دو مرد کو اور یہ دو مرد اسکے دین والے یعنی مسلمان ہوں یا اگر سفر کے مانند کسی وجہ و اتفاق سے مسلمان نہ ہوں تو غیر ملت سے ہوں تاکہ دوستی کے ساتھ اس میت کی وصیت و ترکہ بجا ملے اسکے وارثوں کو بہر بنحو میں پھر اگر وارثوں کو ان دو وزن کی بات شک پیدا ہو اور وارث دعویٰ کریں کہ ان دو وزن نے کوئی چیز ترکہ میں سے لیکر خیانت کی یا کسی شخص کو دیدی اس غم کے تحت کہ میت نے اس شخص کو یہ خبر دینے کی وصیت کی تھی تو چاہیے کہ ان دو وزن سے قسم لیا جائے اور قسم میں وقت کی تغلیظ لکھا جائے یعنی بعد نماز عصر کے قسم لیا جائے اور عبارت قسم میں تغلیظ لکھا جائے جیسا کہ فیقہان باللہ لاشری بہ ثناء و لو کان تاویلہ من الاثین۔ مذکور ہو پھر اگر یہ دو وزن اس طرح قسم کھائے اور بعد اسکے کوئی ایسی غلطی پر اطلاع ہوئی جس سے ظاہر ہو تا ہو کہ ان دو وزن نے جھوٹ قسم کھائی ہو مثلاً جو چیز لکھی ہوئی ہو وہ ان دو وزن میں کسی کے پاس نکلی اور ان دو وزن نے دعویٰ کیا کہ میت نے حکم یہ کر دیا ہے اس سے خریدی ہو اور وارثوں نے اس سے انکار کیا حتیٰ کہ منکر ہو گواہ لانا یا قسم کھانا جب ہوا اور گواہ نہیں ہیں قسم کھلائی گئی تو میت کے وارثوں میں سے جو سب سے قریب ہوتے دار ہوں وہ ان دو وزن کے جھوٹے ہونے اور اپنے دعوے کے سچے ہونے پر قسم کھا دیں۔ **قال** **المترجم** **ہم** وارث اپنے دعوے کی سچائی پر قسم کھا دیں گے اور اس میں دلیل ہو کہ قسم میں تغلیظ کرنا روا ہو مثلاً جو وقت تعظیم کے ہیں مانند عصر وغیرہ کے اس وقت سے قسم کو بھاری کرے یا مثلاً کہ میں رکن و مقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم لے یا عینہ میں مسجد نبوی میں یا بیت المقدس کی مسجد میں یا دوسرے شہروں کی بڑی مسجد یا جامع مسجد میں قسم لے لیکن فقہاء حنفیہ نے کہا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات مانند الصمد و وحدہ لا شریک حی قیوم خالق رازق علیم و مشاہد حاضر ناظر ایسے صفات سے تغلیظ کرے اور جو باتیں ممنوع ہیں ایسے تغلیظ نہ کرے مانند کہ لڑائی سے صلیب کی قسم یا یہودی سے اسی طرح کی بے بیاد بات پر جو فسق ہو تغلیظ نہ کرے۔ پھر آگے مفسر رح نے اس اشکال کا گواہ یہ کہ قسم نہیں ہوتی جو یوں جواب دیا۔ کہ۔ آیت میں موت کے روبرو ہو جانے پر دو مردوں کو مقرر کرنے سے اگر مراد یہ کہ دو وصی مقرر کرے تو جیسا کہ آیت نازل ہونے کے وقت حکم ہوا تھا ویسا ہی اب بھی برابر باقی ہو اور اگر مراد یہ کہ دو گواہ مقرر کرے تو دوسری آیت و احادیث سے ثابت ہوا کہ حکم منسوخ ہو گیا کہ گواہ پر قسم نہیں ہو پس معلوم ہو گیا کہ بعد کو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یہی امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کا قول ہو لیکن قادی حنفیہ میں مذکور ہو کہ اگر گواہ کی عدالت و برہنہ کاری بتلانے والا کوئی نہ ملا اور دوسرے فریق مخالف قسم نہ

گواہ میں طعن کیا کہ یہ عادل نہیں جھوٹا ہو تو احتیاطاً اس سے قسم لجاوے اور نیز مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ جیسے گواہوں سے قسم لینا منسوخ ہو ایسے ہی سوائے مسلمانوں کے غیر ملت والوں کی گواہی بھی مسلمان پر جائز ہوئی منسوخ ہو گیا کیونکہ اسناد اعلیٰ نے بقولہ واشہد واذوی عدل منکم میں مسلمان پر مسلمان گواہ ہونا فرمایا ہے اور حدیث میں صحیح ہو کہ کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں ہے اور امام احمد نے برخلاف تمیز اناموں کے خاص ایسے واقعہ میں کافر کی گواہی مسلمان پر جائز سمجھی ہے اور من بعد الصلوۃ یعنی بعد نماز عصر کے قسم لینے کی خصوصیت فقط اسی واسطے کہ وہ وقت بڑی برکت و جماعت کا باہر قوم و ملت کے نزدیک لاین تطیم وقت ہے تو قسم بھاری ہوگی کہ جھوٹ قسم نہ کھائیگا۔ اور آیت میں وارثون میں سے سب سے قریب وارثون میں سے فقط دو وارث کی خصوصیت قسم کھانے میں مقصود نہیں بلکہ جتنے وارث کہ زیادہ قریب ہوں سب برابر ہیں اور آیت میں مذکور کا ذکر فقط اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہو جس کے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے چنانچہ مفسرین علماء سلف و حلف کے نزدیک بالاتفاق اس آیت کا سبب نزول یہ قصہ ہوا جو ابو الشیخ وابن جریر وابن المنذر و طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ دونوں اس وقت لفرانی تھے پھر عباس بن علی سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایک شخص سفر کو نکلا قیام الداری اور عدی بن بدار کے ساتھ اور یہ دونوں اس وقت لفرانی تھے پھر سہمی ایسے شہر میں مریا گیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب وہ دونوں ساتھی لفرانی اسکا ترکہ لینے چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثوں نے ایک جام گم پایا جو چاندی کا تھا اور اس پر سونے کی تحریر تھیں۔ (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال تھا جو وہ بادشاہ روم کے لیے لیکھا تھا) پس اسکے وارث ان دونوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نمائش کرنے کو حاضر لائے تب یہ آیت اتری۔ (بعض روایت میں ہے کہ قولہ انا اذامن الاثمین تک اتری تھی) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے قسم لی اور دونوں قسم کھائے۔ پھر وہ جام کہ منظمین پایا گیا اور جس کے پاس نکلا اسنے کہا کہ ہم نے قیام و عدی سے خرید لیا ہے دوسری آیت نازل ہوئی (یعنی فان عثر علی انہا استحقا انما الاجر) پس سہمی کے وارثوں میں سے دو مرد کھڑے ہوئے اور انھوں نے قسم کھائی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص بن ہشام وائل السہمی اور ایک دوسرا مرد سہمی دونوں نے قسم کھائی اور یہ دو ہی اس مردیت کے اقرب وارث تھے۔ اور دوسری روایت ترمذی میں مصرح ہے کہ مرد سہمی نے اس سرزمین میں مریض ہو کر قیام و عدی کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ جو مال میں چھوڑ کر مروں وہ میرے وارثوں کو پہونچا دینا پھر جب وہ مریا تو دونوں نے جام مذکور نکال لیا اور باقی مال فارثوں کو دیدیا تھا۔ قال المترجم ابن عباس نے قیام الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہیں سوائے میرے اور عدی بن ہشام کے اور ہم دونوں لفرانی تھے اور ملک شام کو تجارت کے واسطے آتے جاتے تھے اور ہم شام میں تھے کہ ناگاہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کیا ہوا غلام جسکا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت لیے ہوئے شام میں وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی کا جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لیے جاتا تھا اور یہی اسکی تجارت میں بڑی چیز تھی وہ چار ہوا اور ان دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگوں کو پہونچا دینا قیام نے کہا کہ جب وہ مریا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیچا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب ہم اسکے لوگوں پاس لوٹ کر آئے تو اسکا مال جو ہمارے ساتھ تھا دیدیا انکو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہمکو اسنے ہی دیا اور کچھ نہیں دیا۔ قیام نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کے بعد جب میں مسلمان ہوا تو مجھکو خوف پیدا ہوا کہ میں نے وہ بڑا گناہ کیا ہے پس میں اسکے لوگوں پاس آیا اور میں نے سب حال بیان کیا اور پانچ سو روپیہ انکو دیدیے اور آگاہ کر دیا کہ اسے قدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہیں تو یہ لوگ اس پر چڑھ دوڑے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو حکم دیا کہ قسم دلاؤ ابن ابی اسد ریش۔ رواہ ابن ابی حاتم و الترمذی وابن جریر اور یہ روایت بسبب ابو التفریح محمد بن اسد ابی کلی کے جس سے تفسیر میں ذکر آتا ہے صحیح نہیں ہے لیکن

قال المترجم قول اول پر ثبات ہوتا ہے کہ مسلمان پر کافرون کی مطلقاً شہادت یا کافرون میں سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی شہادت فی الجملہ روا ہے اگرچہ خاص ایسے واقعہ میں ہو۔ اور دوسرے قول کے موافق کافران اہل کتاب کی شہادت مسلمان کے حق میں روا ہونا ثبات نہیں ہوتی خصوص جبکہ اور حدیث صحیح و آیت دیگر اس عدم جواز کے تخصیص کرتی ہے کیونکہ موسیٰ کے غیر قبیلہ سے ہونا ضرور نہیں کہ کافرون سے ہوں بلکہ دوسرے قبائل اسلام سے ہونگے بدیل حدیث و آیت دیگر کے فافہم۔ اور بر تقدیر کہ قول جہود کے موافق منکم کی تفسیر مسلمانین ہو اور من غیر کم کی تفسیر من غیر المسلمین۔ ہو تب بھی یہ لازم ہوتا کہ فی الجملہ ایسی صورت میں کافر کی شہادت مومن پر روا ہے یہ بھی لازم آدے گا کہ شہادۃ بینکم سے شرعی گو اہی مراد ہو اور اگر اسکو دوسری مراد ہو تو معنی یہ ہونگے کہ کافرون میں سے دوسرے دوسری کہ لو پس وہ محذور وارد ہونگا مگر آنکہ معنی وصیت میں تامل ہو۔ ابن کثیر رحمہ نے فرمایا کہ قولہ و آخر ان من غیر کم اے من غیر قبیلۃ الموسیٰ اسکو ابن ابی حاتم نے حسن بصری و زہری رحمہما اللہ سے بھی روایت کیا۔ اور فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان اتمم ضربکم فی الارض۔ اے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں فاصلاً تک مصیبت الموت۔ پھر وہاں تکو موت کی مصیبت آپہنچی ہو۔ پس مومنوں کے نہ ملنے کے وقت ذمیوں و کافرون کا گواہ کر لینا بخیر دونوں شرطوں سے جائز قرار پایا ایک یہ کہ ایسے سفر میں ہو اور دوم آنکہ یہ وصیت میں ہو۔ اور شریح قاضی رحمہ اللہ نے اسکی تفسیر کر دی چنانچہ اعظمی نے ابراہیم نخعی سے انھوں نے شرح رح سے روایت کی کہ فرمایا یہود و نصاریٰ کی گو اہی نہیں جائز ہے مگر سفر میں اور اس میں بھی نہیں جائز ہے مگر فقط وصیت میں۔ رواہ ابن جریر ثم رواہ عن ابی کریم عن ابی بکر بن عیاش عن ابی اسحاق السبیعی عن شریح رحمہ اللہ مثلاً اور یہی قول امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ۔ امام احمد رحمہ اس مسئلہ میں منفرد ہیں اور باقی تینوں امام یعنی امام ابو حنیفہ رحمہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ نے خلاف کیا اور کہا کہ ذمیوں کی گو اہی مسلمانوں پر نہیں جائز ہے۔ ہاں امام ابو حنیفہ رحمہ نے یہ جائز رکھا ہے کہ ذمی لوگ آپس میں ایک دوسرے پر گو اہی دین تو ذمی کی گو اہی دوسرے ذمی پر قبول ہوگی اگرچہ انکی ملت مختلف ہو مثلاً کوئی یہودی ہو کوئی نصرانی ہو۔ قال المترجم اگر کہا جاوے کہ ان اللہ فقہار کے نزدیک آیت کریمہ کے کیا معنی ہیں۔ تو جواب میں وجہ ہیں الاول معنی آنکہ دو عادل گواہ اپنے قبیلہ سے لیوے یا دو گواہ غیر قبیلہ سے لیوے مگر مسلمان ہوں۔ دہری رہنے کہا کہ سنت میں یہ بات متقرر ہو چکی کہ کافر کی گو اہی مسلمان پر نہیں روا ہے نہ حضر میں اور نہ سفر میں اور یہ آیت تو مسلمان کی گو اہی میں ہے لیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے کہ گواہ پر قسم نہیں عائد ہوتی ہے اور یہاں قسم مذکور ہے۔ اور یہ اشکال جواب کی وجہ دوم سے مٹل ہو سکتا ہے اور وجہ دوم آنکہ شہادت سے مراد وصیت ہے قال ابن کثیر شیخ ابن جریر نے کہا کہ اس میں علماء کے دو قول ہیں۔ محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ ابن مسعود نے فرمایا کہ اس آیت میں ایسے مرد کا حکم بیان ہے کہ اسنے مال لیکر سفر کیا اور وہاں اسکو موت آئی پس اگر وہ دوسرا مسلمان پاوے تو انکو اپنا ترکہ دیوے اور اگر دوسرا مسلمان گواہ کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم سند منقطع۔ قال المترجم اور یہ بیان اس آیت کے ظاہر سے خلاف ہے اور شاید بطریق اجتہاد کے نسخ و تخصیص و توفیق کے بعد مفاد آیت کریمہ یہ بیان فرمایا یا فقط اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر ہے۔ فافہم اور کہا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ ہونگے اور یہی ظاہر سیاق آیت ہے غایت آنکہ اگر وہی ہوں تو وہ موسیٰ و شاہد دونوں وصفت سے موصوف ہونگے جیسا کہ قصہ تیم الداری و عذی بن بداس سے ظاہر ہو جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا اور شیخ ابن جریر رحمہ نے اشکال پیش کیا کہ ہکو کوئی ایسا حکم نہیں معلوم ہوتا کہ جبین گواہ پر قسم عائد ہو اور ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ یہ آیت تو خود مشتمل ہے کسی دوسرے احکام پر اس کے حکم کا قیاس نہیں ہیں نہ معلوم ہوتا اس کے حکم کا مانع نہیں ہو سکتا علاوہ برین یہ حکم خاص بگواہی خاص در محل خاص ہے



اور اس میں وہ امور پیدا ہوئے جو اور صورتوں میں نہیں ہیں پس جب اسکے گواہ میں شک ہوا تو بقتضای مدلول آیت کریمہ اس سے قسم لیا جائیگی۔ وجہ سوم آنکہ آیت کریمہ نسخ ہو چکیا کہ عوفی رح نے ابن عباس رضی سے روایت کی اور حدیث ابن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ یہ آیت نسخ ہو اور یہ رد کر دیا گیا کہ دعویٰ نسخ بدون دلیل ہو اور ابن جریر نے کہا جمہور کے نزدیک حکم ہو نسخ نہیں ہو اور سبب نزول بھی مؤید ہوا دشہادت کا فرمایا کہ ایسے واقعات سفر میں ہو چکیا کہ آتا ہو۔ اور معنی قولہ تجلسونہما من بعد الصلوۃ۔ یعنی سفر میں ان کو کفرستان میں یا ایسے مقام پر موت آوے کہ مگر مسلمان عادل نہ ملین اور تم نے مسلمانوں کے سوا کسی اور ملت کے گواہ کر لیے اور ترکہ دیدیا اور موصی مرگیا اور یہ دونوں ترکہ لیکر موصی کے وطن میں آئے پس اگر ترکہ پورا بدون شک و شبہہ کے وارثوں نے یا تو خیر ورنہ ان دونوں کو روک لو بعد نماز کے وقت میں یعنی بعد نماز کے وقت میں کھڑا کرو اور نماز سے مراد نماز عصر ہو چکیا کہ ابن عباس رضی و جماعت کثیر علماء تابعین سے مروی ہو اور آیت میں اس واسطے معین نہیں کیا کہ خود ان لوگوں کے نزدیک متعین تھا اور یہ وقت ایسا ہی کہ جو اس میں جھوٹی قسم کھاوے وہ مورد غضب الہی ہوتا ہو اور بعض نے کہا کہ اس وقت سب دین والے اس وقت کو منظم جانتے تھے اور اس وقت جھوٹی قسم سے خوف و اجتناب کرتے تھے اور زہری رح نے کہا کہ مسلمانوں کی نماز کے بعد یعنی کوئی نماز ہو اور یہی قرطبی نے ذکر کیا ہو اور سی رح نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ ان دونوں گواہوں کے دین میں جو نماز ہو اسکے بعد اور یہ بھی ایک جماعت کا قول ہو اور مقصود یہ ہو کہ دونوں کو ایسے وقت میں کھڑا کیا جاوے جو وقت لوگ مجتمع ہوں کہ انکے حضور میں قسم کھاوین تاکہ فضیحت سے خوف کریں اور قولہ فقیہان باللہ ان ارتقم لا تشتری بہ ثمنًا ولو کان الخ۔ یعنی ان ارتقم فیہا فثقتان بعد الصلوۃ و لقیہما۔ حال آنکہ در حد تک موصی میت کے وارثوں کو ترکہ وغیرہ میں شک ہو تو بعد نماز کے دونوں گواہوں کو کھڑا کریں اور دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاویں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قسم کھاتے اور اسکے عوض میں یعنی اسکے عہد کے عوض ثمن قلیل دنیاوی فانی نہ بدلینگے اگرچہ وہ شخص جسکے واسطے قسم کھاتے ہیں باجکے واسطے گواہی دیتے ہیں ہماری قرابت والا ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی جسکے ٹھیک قائم رکھنے کا اسنے حکم کیا ہو نہیں چھپاؤنگے اور اگر ہم اسکو چھپاویں تو گنگاروں میں سے ہونگے۔ واضح ہو کہ قولہ لانکتم شہادۃ اللہ۔ کے اشارہ سے ابن عباس وغیرہم نے کہا ہو کہ آخر ان میں غیر کم۔ سے اہل کتاب مراد ہیں اور سبب نزول میں بھی دونوں نفرانی تھے۔ **فَإِنْ عَثَرَ عَلَى أَهْمًا** **أَشْتَقًا** یعنی پھر اگر دونوں گواہوں کے قسم کھانے کے بعد اطلاع ہوئی اس بات پر کہ دونوں سچی ہوئے ہیں کسی گناہ کے ف یعنی دونوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہو جو گناہ کا موجب ہو مانند خیانت کے یا گواہی میں جھوٹ بولنے کے یا بن طور کہ مثلاً دونوں کے پاس یا ایک کے پاس کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے دونوں پر خیانت کا اہتمام ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے اسکو میت سے خریدیا ہو یا میت نے ہمارے دینے کو اسکی وصیت کر دی تھی۔ **فَأَخْرَأَ يَفْقَ مَا مَقَامَهُمَا** تو دوسرے دو شخص قائم ہوں ان دونوں کے مقام میں یعنی اس بات میں قائم مقام ہوں کہ قسم انکی طرف متوجہ ہو یعنی قسم کھاویں دوسرے دونوں۔ پھر یہ دوسرے دونوں کون ہیں تو بیان فرمایا۔ **مِنْ الَّذِينَ أَشْتَقُوا** یعنی دوسرے دونوں ان لوگوں میں سے ہوں جنہر اشتقاق ہوا یعنی وصیت کا انہر اشتقاق ہوا اور وہ موصی میت کے وارث لوگ ہیں پھر وارثوں میں سے بھی کیسے دونوں وارث ہوں تو بیان فرمایا۔ **أَوَّلِيَّانِ** اے کل واحد اولے بالمیت اے الاقرب الیہ۔ یعنی یہ دونوں ایسے وارث ہوں کہ انہیں سے ہر ایک میت موصی کے ساتھ نانی میں اولے ہو یعنی بہت قریب ہو یہ نسبت باقی وارثوں کے۔ وفی قرارة الاولین جمع اول صفۃ او بدل من الذین۔ اور ایک قرارة میں

الْأَوَّلِيَّاتِ فَيَقْسِمَانِ بِاللهِ كَشَهَادَتِنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا مَا

اعتدیت کا پہلا آیت اذ الہین الظلمین ذلک اذنی ان یتاؤا بالشہادۃ

عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُ أَنَّ ثَمَرَاتِ إِيمَانٍ بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَالتَّقْوَىٰ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

فَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

اور اللہ راہ نہیں دیتا

واضح ہو کہ ابو جعفر الخاسر نے کہا کہ یہ عین آیتین علماء معانی کے نزدیک از راہ اعراب و معنی و تفسیر و حکم کے بہت مشکل ہیں۔ کذا ذکرہ

القرطبی۔ اور کہی نے کہا کہ اس میں جو علوم ہیں وہ چار جزو سے زیادہ میں بیان ہونے کے لائق ہیں اور تقاریرانی نے حاشیہ کشف میں کہا

کہ علماء معانی متفق ہیں کہ بندوں پر قرآن کی آیات میں سے یہ آیتین از راہ اعراب و نظم کلام کی توضیح کرنے میں بہت مشکل ہیں اور سخاوی رحم

لے کہا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جس نے اول سے آخر تک اس کلام کی تلخیص کی ہو اور سب میں رح نے یہاں بہت زور دیا جیسا کہ بعض اہل عصر

کی نقل پر لیشان سے ظاہر ہو رہی ہے بلکہ یہ کلام ہر آیت کے لئے متین و دقیق ہے چنانچہ ایک ہی آیت کی تائید میں مزائی علم والے بندے وقت میں آگئے

لیکن اللہ عزوجل کے واسطے حمد و ثناء ہو کہ اسنے کلام پاک ایسا بلیغ و فصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطیع اس کو سمجھتے

اور حکم لیکر پابندی کرتے ہیں اور جب عقد اطاعت و فرمانبرداری سے انکے قلوب منور ہوتے ہیں اسی قدر اسرار و اشارات و حکمت و حقائق

وہ دقائق سے انکو کشف انوار حاصل ہوتے ہیں و الحمد للہ رب العالمین۔ تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

أَمْتُوا بِاللهِ كَشَهَادَتِنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا مَا

اور اہل ایمان کو خطاب کرنا خود اسکو مشعر ہو کہ یا ایہا الذین آمنوا۔ فرمایا۔ شَہَادَةُ بَيْنِكُمْ

در میان میں۔ پس یہ خبر معنی امر ہو اور شہادۃ کی اضافت بجایاب بین بطریق اسراع ہو کیونکہ ظرف ہو بمانند قولہ ہذا فراق بینی و بینک۔ اور بعض نے

کہا کہ اصل میں شہادۃ مابینکم۔ مخا بمانند ہذا فراق مابین۔ کے۔ اور شہادت کے معنی میں اختلاف ہو بعض نے کہا کہ یہاں بمعنی وصیت ہو اور بعض

نے کہا کہ شہادت بمعنی حضور ہو یعنی حاضر ہونا بغرض وصیت قبول کرنے کے۔ اور ابن جریر رحم نے کہا کہ بمعنی قسم ہو اسے یحییٰ مابینکم ان یحلف اثبات

اور اسکی کو فعال رح نے اختیار کیا اور ابن عطیہ رح نے اسکو ضعیف کیا۔ اور خود یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہو بمعنی خبر ادا کرنا کسی کے حق کی

یا کسی حق و حاجی کی دوسرے شخص کے لیے یا کسی دوسرے شخص کے اوپر جیسا کہ فقہ میں مشرچ مذکور ہو اور وہ اس اختلاف کی دو منشاء اس تاویل

کا آئندہ واضح ہوگا۔ پہلے نظم کلام کو وہ میں نشین کرنا چاہیے کہ شہادۃ بینکم إذا حضر أحدکم الموت حین الوصیۃ اثنان

یعنی شہادت متعارفے در میان میں جبکہ تم میں سے کسی کی موت حاضر ہو دو شخص ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ شہادۃ میندا اور اثنان خبر ہو اور یہ بنتا

نہیں تو جواب آئے کہ شہادۃ بصورت خبر اور معنی امر ہو یعنی گواہ ہو دین دو شخص کا قتال الشیخ المغیر اور بعض نے کہا کہ ذو الشہادۃ اثنان یعنی

گواہ ہو جانے والے دو ہیں یا شہادۃ بینکم شہادۃ اثنین۔ یعنی گواہی متعارفے در میان دو مردوں کی گواہی ہو۔ اور عین بدل از آذہی جو حضور

کا طرف ہو۔ اور بدل کی تقویت کی گئی بنا بریکہ اس میں تنبیہ ہو کہ وصیت ایک امر مهم ہو اس میں سستی و غفلت نہ چاہیے۔ اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ معتذر ہو تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب و علامات ظاہر ہوں اگرچہ سمجھے وہ نہ مرے لیکن ان علامات سے غالب گمان پر وصیت پوری کر دے۔ حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہوں تو گواہ کر دے وصیت کے وقت دو مرد ہوں کہ پھر دونوں کو بیان کیا **ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ** یعنی دو زن تم میں سے دو عادل ہوں پس تین احتمال ہیں کہ منکم یعنی من المومنین اے مومنوں میں سے ہوں۔ دوم آنکہ منکم اے من قبیلہ الموصی۔ وصیت کرنے والے کے قبیلہ سے ہوں۔ سوم آنکہ منکم اے من اقاربکم وصیت کرنے والے کے اقارب میں سے ہوں۔ کیونکہ وہ وصیت کے حال سے زیادہ وقت اور اپنی پرہیزگاری سے اسکے عمر خیر خواہ و اصلاح کرنے والے ہونگے اور ظاہر آنکہ وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہو کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کرے گا ورنہ اپنی قوم والوں میں سے ورنہ اپنی ملت اسلام والوں میں سے وصی کرے گا کیونکہ مسلمان دیندار عادل لا محالہ اصلاح و عدل واجب جانتا تھا۔ ہاں بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہو کہ اہلین سے کوئی ممکن نہیں ہوتا مثلاً تجارت کفرستان میں گیا لہذا اہل کفر ہی وہاں ملنے یا ساتھی کافر ہوں اسی واسطے آگے فرمایا۔ **اَوْ اَخْرَاجُ مِنْ غَدِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ صَرْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاصْبِرْ لِمَا مَصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْسِبُوهُمْ مَّيْمَنًا مِّنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيَقْسَمَانِ بِاللهِ اِنْ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ بِهٖ كُنْتُمْ اَوْلٰٓئِكَ اَنْ ذَا قَرْنِي فَلَا تَكُنْتُمْ شَہَادَةً اَدْلٰی اِنْ اِذَا اَلَمْنَا لَکُمُ الْفِتْنٰی** شیخ ابن کثیر رحمہ نے بروایت و حکایت ابن ابی حاتم کے حضرت ابن عباس و ایک جماعت کبار تابعین سے اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل مسلمین سے ہوں اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہو اور علی ہذا قولہ او آخر ان کے یہ معنی ہوئے کہ یا شاہد ہوں دو مرد متحاکم غیر سے یعنی تجارتی ملت اسلام کے سوائے غیر ملت سے دو مرد گواہ کرنا اگر یہ اتفاق پیش آوے کہ تم نے مفکر کیا ہو زمین کے کسی ملک میں اور وہاں تمکو موت کی مصیبت پیش آئی۔ قال فی الکمالین۔ ظاہر یہ ہو کہ شرط مذکور یعنی قولہ ان ضربتم فی الارض الخ فقط آخر ان من غیر کم کے ساتھ قید ہو اور معنی یہ ہوں کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم میں سے دو مرد عادل گواہ ہوں اور اگر تم میں سے لہذا معتذر ہو جیسے سفر کی حالت میں اتفاق سے مصیبت موت پیش آئی تو دو مرد متحاکم غیر ملت ہوں۔ اور بعض نے کہا کہ یہ شرط اصل شہادت میں ہو معنی آنکہ یوں شاہد کر لینا اس شرط پر کہ تم نے سفر کیا اور وہاں مصیبت موت پیش آئی۔ قال المشرحہم مفسر رحمہ کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اول ہی مختار ہو کیونکہ کلام بالبعد کو آخر ان کی صفت قرار دیا اور شرطیہ جملہ بیچ میں معترضہ ہو بغرض بیان اس بات کے کہ آخر ان من غیر جیسی روا ہیں کہ حالت سفر وغیرہ سے اتفاقی موت آنے میں ذوا عدل منکم۔ پائے نہ جاوین۔ تو غیر ملت سے دو مرد شاہد کرنا اور چونکہ انکی عدالت بسبب کفر و شرک کے معتبر نہیں ہو لہذا اگر شک ہو تو اسے قسم لے لیا وے۔ قال ابن کثیر رحمہ اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس رحمہ سے روایت کی کہ قولہ او آخر ان من غیر کم۔ کہا کہ غیر مسلمین میں سے یعنی اہل کتاب یہود و نصاری میں سے۔ پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایک جماعت کثیر تابعین سے مانعہ علیہ سلمانی و شریح سعید بن اسبیب و یحییٰ بن یعمر و محمد بن سیرین و عکرمہ و مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و ابراہیم نخعی و قتادہ و ابو مجلہ و سدی و مقاتل و عبد الرحمن بن زید و غیرہم سے اسکے مانند مروی ہو اور ابن جریر نے عکرمہ و عبیدہ و چند علماء دیگر سے ذوا عدل منکم کی تفسیر میں نقل کیا کہ مراد آنکہ دو عادل متحاکم قبیلہ سے ہوں یعنی وصیت کرنے والے کے قوم و قبیلہ سے ہوں ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ بنا براس قول کے قولہ او آخر ان من غیر کم سے یہ مراد ہوگی کہ یا دو مرد موصی کے قبیلہ کے سوائے دوسرے کسی قبیلہ سے ہوں

تو انہیں سے بہت نے فرمایا کہ آج تک تو اسکی تاویل کا وقت نہیں آیا ہے۔ رواد ابن جریر۔ اور جریر بن نفیر رحمہ سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ میں بیٹھا اور میں سب سے چھوٹا تھا اور انھوں نے امر معروف و نہی از منکر کا ذکر کیا تو میں بولا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نہیں فرمایا کہ علیکم انفسکم لا یفرکم من ضل الا یہ۔ تو سب کے سب ایک زبان بکھر خجاک پرے اور بولے کہ تو نے قرآن میں سے ایک آیت جھاک لی تجھ کو اسکی مراد نہیں معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہو مجھے یہ بتانا ہوئی کہ کاش میں نہ بولا ہوتا۔ پھر وہ لوگ باتیں کرتے رہے جب اٹھنے لگے تو مجھے فرمایا کہ تو ابھی کم سن لڑکا ہو اور تو نے ایک آیت نکالی تجھے اسکی تاویل نہیں معلوم اور نہیں جانتا کہ وہ کیا ہو اور شاید تجھے اسکی تاویل کا زمانہ لمبا تو ہے جب تو دیکھے کہ غور ہش مال و اسکی چاہ میں بخل کی تابعداری کیجاتی ہو اور غور ہش نفس کی پیروی ہوتی ہو اور ہر راسے والا اپنی راسے پر نازان ہو اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی ہو تب تجھ پر لازم ہو گا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑو جو کوئی گمراہ ہو گا وہ تجھے ضرور نہیں کرے گا۔ رواد ابن جریر۔ اور حسن بصری رحمہ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمد للہ کوئی مومن گذشتہ زمانہ میں اور کوئی مومن آئندہ زمانہ میں ایسا نہیں کہ غور ہش کے پہلو میں ایک منافق ہو جو اسکے اعمال کو برا جانے۔ سعید بن اسیب نے کہا کہ جب تو نے معروف و نہی کا حکم کر دیا اور منکر سے منع کر دیا تو پھر جو کوئی گمراہ ہو جاوے تجھ کو کچھ مضر نہیں ہو۔ اور ایسا ہی قول خلیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی سلف کے بہت بزرگوں سے مروی ہے۔ رواد ابن جریر۔ قال المترجم قل سعید بن اسیب وغیرہ رحمہم اللہ سے آیت کی تفسیر تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الدین امنوا علیکم انفسکم یعنی مومن تم اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرافض و واجبات ادا کرو اور انہیں بھلے ہو کہ دوسروں کو امر معروف و نہی از منکر کر دو پھر لا یفرکم من ضل الا یہ۔ جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تنگ کچھ مضر ہو گا جبکہ تنہی ہدایت کی بات اختیار کی یعنی امر معروف و نہی از منکر جو تیرا واجب تھا ادا کرنا اس میں نقص و خیر و امان کے عذاب میں کم گرفتار ہو گے۔ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے بعد بیان اقوال کے کہا کہ ان اقوال میں سے اولی واضح قول ہمارے نزدیک وہ ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ ہے موصوفات اکہی کو بجا لاؤ اور جو تیرا معروف و نہی از منکر اور ظالم و فاسق کا ہاتھ روکنا واجب و لازم ہو اسکو ادا کرو تو پھر کوئی گمراہ ہو کرے تنگ کچھ مضر نہیں ہو۔ ابن المبارک رحمہ نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی نفس المسلمین یعنی تم مسلمانوں کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کرو پس اس آیت میں امر معروف و نہی از منکر کی نہایت تاکید ہے۔ قال المترجم یعنی اس آیت میں بہت جید و قوی ہن اور ظاہر آیت سے بہت مربوط ہیں اور مترجم ضعیف نے بتوفیق الہی عود جل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ جو اقوال علماء سلف و بزرگان دین سے اسکی تفسیر میں مروی ہیں سب بجائے خود صحیح ہیں درحقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے۔

ثانی۔ اِنَّ اللّٰہَ مَکْرُحٌ مَّحْضٍ عَمَّا کَانَ اللّٰہُ تَعَالٰی ہٰی کی طرف تم سب کا مرجع ہے یعنی آخرت میں ہر طبع و ہر عاصی کا اور ہر راہ ہائے ہوتے دہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہو اور یہ ایک چٹکے میں فیعلہ ہو۔ فَمَنْ یَّکْفُرْ بِمَا کَانَ اللّٰہُ تَعَالٰی پس تنگ تھارے اعمال سے آگاہ کرے گا۔ حتیٰ کہ ایسے اعمال خیر و شر سے جسے کرنے والا خود آگاہ نہیں ہوا اور حصول اسکا یہ کہ ہر طبع کو اسکا ثواب اور ہر عاصی و گمراہ کو اسکا عذاب دیا جائے اس میں ہر دو فرق کہ وعدہ و وعید ہو اور تنبیہ ہو کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پاوے گا۔ اور حدیث میں یہ نص ہے آیا ہے کہ زبان کی حفاظت چاہیے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہے کہ قیامت تک اسکی گردن پر وبال لکھا جاتا ہو حالانکہ اسکو خود شعور نہیں ہوتا اور بسا اوقات اچھی بات ایسی کہہ جاتا ہے کہ تا قیامت اسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہو حالانکہ بندہ نہیں جانتا ہو پس جو حالت زبان کی ہو اسی پر نفس کو قیاس کرو کہ اسکی حفاظت کہاں تک واجب و لازم ہو۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ

یا ایہا الدین آمنوا علیکم انفسکم آیت۔ ظاہر معنی آیت کے لینا اہل تقویٰ کا مذہب ہی اور وہی معنی صحیح ہیں اور تکلف و تاویل کرنا بایں گمان کہ نہیں بنتے ہیں یہ فقط نفس و دہم کا قصور و فتور ہے پس اس آیت کریمہ میں ظاہری معنی سے یہ نہیں لازم آتا کہ بھلی باتوں کا حکم نہ کرو اور بری باتوں سے منع نہ کرو بلکہ یہ تو ضرور کر دیکھن آیت کریمہ میں ایک اور لطیفہ ہے کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی تمہارا جب ہے کہ اپنے نفس امارہ کے چھپی باتوں کو دیکھتے پہچانتے رہو اور اسکو غفلت میں مت چھوڑو کیونکہ اگر غافل چھوڑا تو وہ ربوبیت کا دعویٰ کرے گا جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ سے دعویٰ کیا تھا اور جب تم نفس کے مکرو فریب کو جانو گے تو قرآنی کا بھیدہ تم پر کھل جائیگا اسی واسطے معروف ہوا کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه۔ اور جس نے اوتعالیٰ عزوجل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی میں مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت میں آگیا پھر اسکو کسی کافرو مکار کا مکرو فریب طیر جی راہ نہیں لیجا سکتا کیونکہ وہ حفظ الہی میں محفوظ ہو گیا بلکہ کوئی اسکے ساتھ ضرر کرتا ہی تو ضرر اسکے حق میں نفع ہو جاتا ہے اور فساد اسکے حق میں اصلاح ہو جاتا ہے سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نفس کے اندر سر پرشیدہ ہے وہ کسی مخلوق کے واسطے آج تک ابھرا نہیں فقط فرعون کی آنکھوں میں ابھرا تھا تو وہ کہنے لگا کہ انا ربکم الاعلیٰ اور اس بھیدہ برسات آسمانی اور سات زمینی پر دے پڑے ہیں اور بندہ جب اپنے نفس کو ایک ایک پر دہ زمین میں دفن کرتا جاتا ہے تو اسکا قلب ایک ایک آسمان کے پردہ پر چڑھتا جاتا ہے بیان تک کہ جب وہ نفس کو تحت الثریٰ میں دفن کرتا ہے تو اسکا قلب زیر عرش پہنچ جاتا ہے۔ محمد بن علی بن احمین نے فرمایا کہ اپنے نفس کی حفاظت کر اگر تو نے لوگوں سے اسکے شر کو دور کیا تو یہ بڑا حصہ تو نے ادا کر دیا۔ حسین بن منصور کا خادم اس رات انکے پاس گیا جسکے صبح کو اپنے قتل ہو جانے کا وعدہ کیا تھا لینے خبر دی تھی پس اسنے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے تو کہا کہ اپنے نفس کی نگہبانی کر اگر تو اسکو بندگی میں مشغول نہ کرے گا تو وہ تجھے مشغول کر دیگا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ سے یہی آیت کریمہ پوچھی گئی تو کہا کہ اپنے نفس کی حفاظت لازم کرے۔ اگر تو اسکی بڑائیوں کی اصلاح کرنے میں اور اسکے عیبوں کے دور کرنے میں مشغول ہوگا تو مخلوق پر نظر کرنے اور انہیں گرنے سے تیری حفاظت رہیگی ورنہ وہ تجھکو بلازمین ڈالکر ہلاک کر دیگا۔ لغویٰ باندہ من ضرور انفسنا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لطیفہ جو اس آیت کے اشارہ میں شیخ رحمہ اللہ نے مع تحقیق برتری بیان کیا ہے سولے کے پانی سے لکھ لینے کے لائق ہے فلیتفکر۔ اور جب نفس سے اداسے امانت و استقامت ہو اور بخل و غورانی نہیں تو زمین عدل سے معمور ہو لہذا فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اشْهَادُوا بَيْنَكُمْ إِذَا أَحْضَرْتُمْ أَحَدَكُمْ أَلَوْ تَصِيَّةً شَأْنٍ

اے ایمان والو! جب ہوئے کسی کو تم میں موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص

ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ اخْرَاجُوا مِنْ عَدْلِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ حُزِبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَإِصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةُ

معتبر یا میں تم میں سے یا دو اور ہوں تمہارے سوائے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں پھر پہنچے تم پر مصیبت

أَلَوْ تَصِيَّةٌ مِّنْكُمْ أَوْ اخْرَاجُوا مِنْ عَدْلِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ حُزِبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَإِصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةُ

موت کی دو ذون کو کھڑا کرو بعد نماز کے دو قسم کھا دین اللہ کی اگر نذر شبہ بڑے کہیں ہم نہیں بیچتے قسم مال پر

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكُمُ شَهَادَةُ اللَّهِ إِنَّهُ إِذَا مَلَكَ الْفَتْنُ فَإِنْ عَرَضَكَ

اگر چہ کہیں سے قرابت ہو اور ہم نہیں چھپانے اللہ کی گواہی نہیں تو ہم کہنا کہ میں بھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ

أَهْلًا سَخَقًا إِنَّمَا فَخْرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَشْفَعُوا عَلَيْهِمْ

دونوں حق و بگنے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہوں انکی جگہ کہ جکا حق دیا ہو انہیں جو بہت



اور تفسیر میں اسکے اختلاف ہے چنانچہ مفسر رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ تین ضروری دیکھا تاکہ وہ شخص جو اہل کتاب میں سے گمراہ ہو واجبکہ تم ہدایت پر مضبوط رہو۔ اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہیں بدلیل حدیث ابو ثعلبہ انخسنی رضی اللہ عنہ کے کہ میں نے حضرت صلعم سے اس آیت کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو معروف شرعی باتوں کا حکم کرو اور انو اور آپس میں ایک دوسرے کو ممنوع باتوں سے منع کرو یہاں تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھتے کہ بخل کی اطاعت کیجاتی ہو اور غواہش نفس کی پیروی کیجاتی ہو اور دنیا اختیار کی جاتی ہو اور ہر شخص راے لگانے والا اپنی راے کو اچھا سمجھتا ہو تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑو۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ قال المتر جسم یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ایمان والا اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پروا نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کے واسطے یا بد بات نہ کرنے کے واسطے نصیحت نہ کرے تو شاید اسی وہم دور کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کیے۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتوں کا حکم کرنا اور بد باتوں سے منع کرنا ضروری ہے لیکن اسکے واسطے ایک میعاد لگا دو کہ جب لوگ غسل کی تابعداری کریں اور غواہش نفس کی پیروی کریں اور دنیا کو دین پر اختیار کریں اور ہر شخص اپنی راے پر نازان ہو تو اسوقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور روا ہو کہ لوگوں کو نصیحت نہ کرے۔ در نہ امر بمعروف اور نہی از منکر نہایت ضروری واجب و فرض ہے اگر اسکو چھوڑ دیا تو خود بہت پر کیونکر ہو سکتا ہو اور وجوب نصیحت پر آیات و احادیث دلالت کرتی ہیں پس ضرور ہو کہ اس آیت کا عمل یہ ہو کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال میں اسکا اثر نہ خیال کرے یا اس سے اپنے اوپر دینی یا دنیاوی ایسے ضرر پہنچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہوتے ہوئے امر بمعروف و نہی از منکر چھوڑنے کی گنجائش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہو جیسا کہ حدیث ابو ثعلبہ انخسنی رضی اللہ عنہ سے استفادہ ہو اور اس حدیث کو ابو نعیم و ابن مردودہ و بیہقی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و لغوی و طبرانی و ابن ماجہ و حاکم و ترمذی نے روایت کیا اور حاکم و ترمذی نے اسکو صحیح کہا۔ اور بعض طرق اس حدیث میں اسطرح زیادت ہو کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑو اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑو اور البتہ تمھارے پیچھے ایسے دن آنے والے ہیں کہ انھیں مبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چنگاری کو پکڑ لیا ایسے دن میں راہ راست پر عمل کرنے والے کو یہاں آدمیوں کا ثواب ملیگا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم میں کے بچاس مردوں کا سا ثواب یا انھیں کے بچاس کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہیں بلکہ تم میں کے بچاس آدمیوں کا سا ثواب ملیگا۔ قال المتر جسم۔ اب وہ زمانہ ہو کہ جو علامات حدیث شریف میں مذکور ہیں وہ پورے ہونے کے قریب ہیں لیکن اگر راہ بلاغت یہ نکلتا ہو کہ ابھی بالکل پورے نہیں ہوئے ہیں اگرچہ ایسا ہو کہ ٹھوڑی تک باقی آگیا پس اسے اہل اسلام لوگوں کو سمجھاؤ اور ہاد نہ رہو واللہ الموفق والاعین۔ ابو عامر الاضخری رحمہ سے روایت ہو کہ ایک اندھا چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا صاحب فرمایا تو آپ نے پوچھا اسنے کہا کہ میں نے یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الایہ۔ تو نبی صلعم نے فرمایا کہ تم کہاں پہنچے اسکے تو یہ معنی ہیں کہ کافروں میں سے جو گمراہ ہوادہ تم کو مضر نہیں جب کہ تم راہ پر ہو۔ رواہ احمد و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردودہ۔ اس روایت سے واضح ہو کہ امر بمعروف اسوقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ اس میں اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤثر قول اول ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور قیس بن ابی حازم سے روایت ہو کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر کہا کہ اے لوگو تم یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الایہ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف و نہی از منکر ضرور نہیں ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگوں نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرع میں منع ہیں اور اسکو نہ مٹایا یعنی یہ سمجھا یا وہ منع کیا تو قریب ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذاب میں مبتلا کرے اور ایک روایت میں کہا

کہ اللہ یا تو تم امر معروف و نہی از منکر کرو اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالیٰ کا عذاب پہنچے گا۔ رواہ الدارقطنی وابن جان و احمد و ابن جریر  
 وابن ابی حاتم وابن المنذر وابن ماجہ والنسائی و ابو داؤد وصحیح الترمذی۔ اور مترجم کتب اللہ تعالیٰ کہ یہی کہ تاویل ایک معجزہ ہو کہ وہ ہر زمانہ کو  
 شامل ہو چنانچہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہیں اور کافر جو گمراہ ہوئے انہیں انکو  
 کچھ ضرر نہیں اور مومنین آپس میں اپنے نفس کو یعنی باہم مومنوں کو ایک دوسرے کو ہدایت و راہ راست و عمل صالح پر رکھیں۔ پھر ایک  
 زمانہ اخیر آنے والا ہو کہ ہر شخص اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں انفسک جمع کا حکم بمنزلہ  
 نفس واحد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ مومنوں مانند نفس واحد کے ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو سمجھانا و راہ پر رکھنا بمنزلہ اپنے  
 نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انہیں حقد و حسد و کینہ نہ تھا اور یہ بات انکی باہمی جھگڑوں کے خیال سے لغو سمجھو بات وہی ہے جو میں نے  
 بیان کی اور تادقیقہ ایمان کو استقامت نہاد اور دل منور نہوا سکی بحث مست کرو اور یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گر گئے  
 مرنے میں حالانکہ باہم انہیں دلی حقد و حسد نہیں ہو فلیفکروا یا اولی الاباب واللہم للصلواب۔ پس جب معلوم ہوا کہ بات یوں ہے تو تفسیر  
 آیت میں اس زمانہ کے گمراہوں کی گمراہی سے عدم مضرت اور مسلمانوں کی ہدایت و اپنوں کو لازم پکڑنا بھی صحیح ہے اور یہ بات کہ اسکی تاویل آیت  
 زمانہ میں آدمی یہ بھی صحیح ہے۔ ابن سعد ورف سے ایک نے یہی آیت بوجہی تھی آپ نے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہیں یہ تو اس زمانہ  
 میں مقبول ہے لیکن قریب میں ایک زمانہ آنے والا ہو کہ تم (یعنی جو اس وقت مومن ہو گا وہ) امر معروف کا حکم کر دے گا تو تمہارے ساتھ ایسا  
 ایسا برتاؤ کیا جائیگا یا یوں کہا کہ تم سے یہ نصیحت قبول نہو گی تو ایسے وقت میں تم کو لازم ہو گا کہ اپنے نفس کو درست کیے رہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما  
 سے بھی یہ معنی آئے ہو کہ یہ آیت ایسے لوگوں کے واسطے ہے جو ہمارے بعد آئیں گے اگر کھینکے تو انکی بات قبول نہو گی۔ اور ابن مردویہ نے ابو جہر  
 خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ آل کا اس آیت کا جو وقت ہو بھی نہیں  
 اور علی بن مریم جب تک نہیں اترینگے تب تک نہ آئیگا۔ اور ابی بن کعب نے بھی کہا کہ قیامت کے قریب آخر زمانہ میں اسکی تاویل کا وقت ہوگا  
 ابن سعد رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور دو آدمیوں میں ایسی کچھ بحث تھی جیسے لوگوں میں ہوا کرتی ہے سو ایک دوسرے کی طرف اٹھے  
 پس حضرت عبداللہ بن مسعود ورف کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا کہ بھلا میں اٹھ کر انکو امر معروف و نہی از منکر کے فہمائش نہ کروں تو  
 دوسرے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ علیکم انفسکم الا یہ۔ سو ابن سعد ورف نے منکر  
 فرمایا کہ بھلا اے شخص اس آیت کی تاویل ابھی نہیں آئی ہے اور قرآن اترتا ہے لیکن اس میں چند آیات ایسے ہیں کہ انکی تاویل تو امر معروف  
 سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتیں ایسی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں انکی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتیں ایسی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے کچھ  
 دن بعد انکی تاویل واقع ہوئی اور کچھ آیتیں ایسی ہیں کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جب تک تمہارے دل ایک ہیں اور  
 خواہشیں ایک ہیں تو آپس میں ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو پھر جب تمہارے دل اور تمہاری خواہشیں مختلف ہو جائیں  
 تو فقط اپنے نفس کو حکم کرو اور اسی وقت میں ہم مسلمانوں پر اسکی تاویل آئیگی۔ رواہ ابن جریر۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت میرے اور میرے  
 اصحاب کے لیے نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے ہم لوگوں کو فرمایا کہ خبردار تم میں جو حاضر ہیں وہ غائبوں کو میرا حکم پہنچاؤ میں سو ہم لوگ  
 حاضر تھے اور تم لوگ غائب تھے لیکن یہ آیت ایسی اقوام کے حق میں ہے جو ہم سب کے بعد آئیں گی۔ رواہ ابن جریر اور قتادہ رحمہ نے ابوا  
 سے روایت کی کہ میں زمانہ عثمان رحمہ میں مدینہ میں آیا تو میں نے مومنوں کی ایک جماعت کو بیٹھے دیکھا انہیں سے ایک نے یہی آیت پڑھی

کو دیکھتے اگر نہ ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتوں پر حرام ہوتا اور اگر داد ہوتا تو داد ایک ہی جھول میں ہوتے تو وہ صیقلہ کہتے۔ عن سعید بن مسیب  
وصیقلہ انٹنی ہو کہ پہلے بیاد پر داد جی پھر دوسری بار داد جی تو وصیقلہ اسکا نام رکھتے کہ اسنے دو دادہ کو ملا دیا پس کان کاٹ کر تون کے نام پر  
چھوڑ دیتے تھے وکنہ اقال مالک ح۔ اور محمد بن اسحاق سے کہا کہ وصیقلہ وہ بکری کہ پانچ بدین ہر بار وہ بکریاں جی تو اسکو وصیقلہ کہتے اور  
چھوڑنے پھر جو نہ بار داد جنتی وہ مردوں کو حلال و عورتوں پر حرام جانتے تھے اور اگر مردہ بچہ جی تو اسین مرد و عورتین شریک ہو جاتے تھے۔  
ابن حام تو عوفی عن ابن عباس مروی ہو کہ دس دفعہ وہ مادہ چھوڑا گیا تو کہتے کہ حام ہوا اسکو چھوڑ دو۔ کنہ اقال ابورو ق وقتا وہ۔ قال علی بن  
ابن طلحہ عن ابن عباس۔ حام زاونٹ جبکہ اسکے بچہ کے بچہ ہوا تو کہتے کہ حمی ہذا ظہرہ۔ اسنے اپنی پٹھ کی حمایت کرنی پس اسپر نہ سواری لیتا  
نہ کچھ لادے اور نہ اسکے بال کاٹتے اور چاہے جسکی چر اگاہ و عوض میں چلا جاتا کوئی اسکو منع نہیں کرتا۔ اور اسی طرح اور مختلف اقوال بخیرہ  
و سائبہ و وصیقلہ و حام کے بیان میں وارد ہوئے ہیں اور منشا را نکا ہی ہو کہ عرب واسے مختلف خیالات و طرح طرح کے گڑھے ہوئے شیعہائی  
اعتقادات رکھتے تھے حتی کہ قبیلہ و گروہ آپس میں مختلف تھے لہذا تفاسیر مختلف مروی ہوئی ہیں اور مقصود اس سے یہ ہو کہ یہ سب طریقے  
خلوت حکم الکی ہیں اور ابن ابی حاتم نے سن طریق ابی اسحاق السبئی عن ابی الاوصی انجشی عن ابیہ مالک بن نفلہ روایت کی کہ میں نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم کے پاس آیا اور پیرانے پٹھے دو کپڑے سرے بدن پر تھے تو آپ نے مجھے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہو میں نے کہا کہ ہاں خزانہ  
کہ کن مال ہو میں نے عرض کیا کہ اونٹ بکری گھوڑے غلام باندی سب قسم کا مال ہو تو فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو تو اپنے اوپر  
اس سے زیادہ خرچ کر۔ پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان والا بچہ جنتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں تو فرمایا کہ ہاں اونٹ تو یوں ہی جلتے ہیں پھر  
فرمایا کہ شاید ڈا سترہ لیکر انہیں سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ بحیرہ ہیں اور بعض کے کان پھاڑ دیتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ حرام ہیں  
میں نے کہا کہ جی ہاں۔ فرمایا کہ ایسا نہ کیا کر۔ جو کچھ تمھکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہو وہ سب تیرے واسطے حلال ہو پھر یہ آیت پڑھی۔ اجل  
اللہ من بحیرۃ الاثیر۔ اور واضح ہو کہ شہد کین عرب میں بعضے تو تون کے نام پر چھوڑتے اور بعضے اللہ تعالیٰ کے واسطے بھی چھوڑتے اور باہم  
احکام میں اختلاف رکھتے تھے۔ مسئلہ۔ جس شخص نے سائبہ چھوڑ دیا اسنے اپنے ملک سے بت وغیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہوئے  
کے قابل نہیں لہذا اختلاف ہو کہ وہ کسی کی ملک میں رہا یا غیر ملک ہو گیا کیونکہ بت کے ملک میں دیا تو کچھ نہیں ہو اور اگر چر یا روں سے بکر چر دیتا  
چھوڑے تو وہ ملک سے خارج نہیں ہوتی تو پس باب الکراہۃ ترجمہ ہر یہ یعنی عین الہدایہ للشرع سم دیکھو۔ اور جسے کسی بت وغیرہ کے نام پر کوئی  
بکر وغیرہ جانور ذبح کیا وہ حرام ہو اور کرنے واسے پر فوف کفر ہو اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا تو حرام نہیں  
ہو مگر لیکن یہ قسم ہو جاتی تو پس قسم کا کفارہ دے تو تب کھادے **وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ** اور جب ان مشرکوں سے کہنا جاتا ہو کہ  
**تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللَّهُ** آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری **فَإِن** یعنی قرآن کی پابندی کرو۔ **وَالَّذِينَ**  
اور آؤ رسول کی طرف **فَإِن** یعنی قرآن و رسول کے حکم کو ملا کہ جو کچھ تم نے حرام سمجھ رکھا ہو وہ حلال ہو۔ **قَالُوا** **حَسْبُنَا مَا وَجَّهَ**  
**عَلَيْهِ آبَاؤُنَا** کہتے ہیں کہ کافی ہو کہو وہ جہر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا **فَإِن** یعنی جس راہ و طریقہ پر ہمارے باپ دادے  
گزرے وہ ہمکو کافی ہو۔ یعنی اپنے باپ دادوں کی تقلید پراڑے ہوئے تھے اور اسی کو علامہ و کافی سمجھتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ  
**أَوَلَوْ كُنَّا آبَاؤُهُمْ** اے احبہم ذک و لو کان آباءہم۔ **لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ** کیا کافی ہو گی  
انکو یہ تقلید اپنے باپ دادوں کی اگر چہ بات یہ کہ انکے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور نہ راہ پاتے تھے ہی بات کی طرف **فَإِن** اور یہ استقام

انکاری ہو۔ اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری تعجب والے کو دو احوالیہ پر داخل ہو اور معنی یہ کہ یہ تقلید جہالتہ کافی جانتے ہیں گو اسکے باب دادے نہ کچھ جانتے اور نہ ہدایت پاتے تھے۔ اور حاصل یہ کہ دین میں اقتدار تو اسی عالم کی صحیح ہو جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر در بیان میں نہ لاوے بلکہ اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی رائے و عقل اسکے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اور توضیح یہ ہو کہ آدمی پر اللہ تعالیٰ واسکے رسول کی پیروی فرض و وہی عین ایمان ہو پس اگر حکم خدا و رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہو تو وہ کسی کی پیروی نہ کرے جیسے علماء مجتہدین پر دوسرے کی تقلید یا احرام ہو اور اگر آدمی خود نہیں سمجھ سکتا اور اسکو کسی مسئلہ میں حاجت ہوئی تو کسی عالم سے دریافت کر لے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالیٰ واسکے رسول کا حکم مزین یا قیاس شرعی سے حکم نکال کر بیان کر دے پس یہ شخص اس حکم کو جو بدیل شرعی ہو لیکر اس پر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی رائے یا بدوئل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اسکو نہ مانے و نہ وہی مذمت اس پر عائد ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حق میں فرمائی بقولہ اخذوا خیارہم و رہبانہم اربابا بن دون اللہ۔ کیونکہ حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہو کہ آنحضرت صلعم سے بوجھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء و درویشوں کو رب نہیں بناتے تھے تو فرمایا کہ انکی ہر بات کو مان نہیں لیتے تھے۔ عرض کیا گیا کہ مان یہ تو سخت تو فرمایا کہ یہ بھی ہو۔ (ردوہ الترمذی و صحیح) پھر واضح رہے کہ احادیث و آثار میں یہ بیان ہوا ہو کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہونگے جو خلافت حکم خدا و رسول کے بائیں بناوٹ لگے اور انکو اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کا حکم ظاہر کرینگے لہذا اکثر علماء و فقہاء نے یہ مصلحت دیکھی کہ جو مذہب رائج و بدوئل و انکی کتاب میں شائع ہیں انھیں کو لوگ لیون تاکہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں اور اس زمانہ میں فقہ و حدیث کی کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں لہذا ہر دیندار پر آسان ہو کہ اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فتنہ کے مسائل و اجتہادات فقہاء سے واقف ہو اور شرع و فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے۔ واللہ الموفق۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَضُرُّكُمْ مِّنْ ضَلٍّ إِذَا اهْتَضَيْتُمْ

اے ایمان والو! تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تحفظ۔ کچھ نہیں بگاڑو۔ جب تم ہوتے راہ پر  
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ  
اللہ! پس پھر جانا ہے تم سب کو بھر وہ جگہ جگا۔ جو کچھ تم کرتے تھے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ اے ایمان والو! لازم پکڑو اپنے نفوس کو۔ مراد آنکہ حفاظت رکھو اپنے

نفوس کی اور اپنے نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ علیک زیداً اے لازم پکڑ زید کو۔ پس انفسکم کو نصب بطریق اعزاء ہو اور نحو یون نے علیکم اور اسکے مانند کی غیر متصل میں اختلاف کیا کیونکہ ظاہر بعد حرف جر ہو مثل علیکم۔ اور الیک عنی۔ مجھ سے دور رہ اور رکاب۔ اپنی جگہ ٹھہرا رہ ظاہر اسفات الیہ ہو پس صحیح قول یہ ہو کہ وہ موضع جر میں ہو جیسے کہ اعزاء کی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر میں تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہو۔ اور حاصل معنی یہ کہ اے مومنو! تم اپنے نفوس کی اصلاح و درستی کرنے پر قائم رہو۔ لَا تَضُرُّكُمْ مِّنْ ضَلٍّ

إِذَا اهْتَضَيْتُمْ نہیں ضرر دیگا تمکو وہ شخص جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ اور بعض نے مضافات تقدیر کیا۔ یعنی نہیں ضرر دیگا تمکو گمراہ ہو کسی شخص کا جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ پس بدون تقدیر مضافات کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اہل ایمان کو آمادہ کیا کہ وہ اپنے نفوس کو ایمان و ہدایت پر کہیں و ثابت و قائم رہیں اور کسی گمراہ سے نہ ڈریں کہ کسی گمراہ سے انکو کچھ ضرر نہ ہو گا جبکہ وہ منہ بڑی کے ساتھ ہدایت پر قائم رہیں۔

جیسا کہ ابن عطیہ و زحشری و عکرمی نے کہا اور نیز عکرمی رحمہ اللہ نے معنی سنی تجرید کیا یعنی نہیں نام رکھا اللہ تعالیٰ نے کسی حیوان کا بجز ہر - اعتراف کیا گیا کہ اہل لغت نے جبل کے یہی معنی بیان کیے اور رد کیا گیا کہ جبل کسی شے کا فعل ہو خواہ اس کے نفس ذات کا جو کہ خلق ہو یا اس کے خلق کا کسی صفت پر یا کسی صفت سے دوسری صفت پر خواہ بطریق تعبدی ہو اور وہ شیعہ ہو اور خواہ غیر تعبدی ہو پس یہاں جبل تکوینی نہیں بلکہ تشریفی اور شیخ ابو سعید نے کہا کہ ما جبل بیان معنی ماسخ ہو اسی واسطے مفعول واحد یعنی بحیرہ کی طرف متعدی ہوا اور ساتھ دیگرہ عطف ہیں بحیرہ پر اور تن زائدہ ہو بغرض تاکید نفی کیونکہ جبل تکوینی جیسے کبھی دو مفعول کی طرف مانند قولہ جبل لکم الارض فراشا - اور کبھی ایک مفعول کی طرف کہانی تو کہ خلق السموات والارض متعدی ہوتا ہو ایسے ہی جبل تشریفی کبھی متعدی بدو مفعول مانند قولہ جبل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیام الناس - کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہو جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے - اور بعض نے جبل معنی ضمیر تجرید کیا اسے ماضیۃً ایٹم سن بحیرہ مشرودۃ - اور ابن عطیہ وغیرہ نے اسکو منکر مظهر یا کیونکہ تقدیر مفعول دوم بلا ضرورت ہو علاوہ برین مقادیہ ہو گا کہ اس سے بحیرہ ہونے کی نفی نہ نکالی گئی غایت یہ کہ بحیرہ مشرودۃ ہونے کی نفی ہو حالانکہ تن بحیرہ میں تن کی زیادت بغرض نفی مطاق بحیرہ ہو از جانب حق تعالیٰ پس صحیح وہی معنی ماسخ اللہ سن بحیرہ - تن بحیرہ بروزن لیس شفق از بحر ہو معنی کان بچاؤ دینا - اور واضح ہو کہ ان جاذبوں کے واسطے ان کے جسم میں علامات ہوتے تھے اور ان کے ساتھ برتاؤ کے قواعد ہوتے تھے اور وجہ انکی بحیرہ وغیرہ کو دینے کی خاص خاص ہوتی تھیں اور یہ سب کافرون نے اپنی طرف سے بنائی تھیں انہیں سے کوئی اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی بلکہ قولہ قلبتکس اذان الانعام سے ثابت ہوا کہ شیطان نے انکو یہ باتیں کرنے کی راہ بتائی تھی - اور جب یہ معلوم ہوا تو آیتہ جو روایات آئی ہیں انہیں رفیق دنیا آسان ہے - **وَلَا سَابِقَةَ** اے سب سے پہلے - جو چھٹے پھرے جیسے سائبہ میں - **وَلَا وَصِيلَةَ** وصل کی ہوئی اور وجہ اس کے بابت جن ذکر ہو گئے - **وَلَا حَامٍ** کیونکہ اسنے سواری سے اپنی پیٹھ کی حمایت کر لی کیونکہ اسپر سوار ہونا وہ نہیں رکھتے تھے - بلکہ متنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہیں کیا اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ نہ کوئی حامی جیسے کہ زمانہ جاہلیت والے انکو بتایا کرتے تھے - قال المفسر ح بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت کی کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جسکا دو دم فقط طواغیت یعنی بتوں کے لیے کر دیتے اور آدمیوں میں سے اسکو کوئی نہیں دوتا تھا - قال فی الکمالین بحیرہ خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی اور ابو عبیدہ رحمہ اللہ نے کہا کہ دو دم اسکا فقط عورتوں سے ممنوع ہوتا تھا - فافہم - اور سائبہ جسکو اپنے بتوں کے واسطے چھوڑ دیتے جہاں چاہتے جاوے - اور وصیلہ وہ چھٹی اونٹنی جو پہلے بید میں مادہ جنی پھر دوسرے بید میں بھی مادہ جنی تو اسکو بتوں کے واسطے ان کے نام پر چھوڑ دیتے اس جہت سے وصیلہ ہوتی کہ اسنے ایک مادہ بچہ کہ دوسری مادہ بچہ سے ملا دیا اور دونوں بیدوں کے بیچ میں کوئی زنجیر نہیں جنی ہے - اور حام وہ تراونٹ ہے جو چند محدود حقیقیات کھاجکا پھر جب وہ اسقدہ حقیقیات پوری کرتا تو اسکو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور بچہ لا دینے سے معاف کرتے تھے اسپر کچھ لا دینے میں جاتا تھا اور حامی اسکا نام رکھتے تھے - **وَلٰكِنْ** یہ دو حال یہ جیسا کہ زحشری نے کہا اور بعض نے عاطفہ قرار دیا لیکن اول اولیٰ اور اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام نہیں مشروع کیا مگر حال یہ ہے کہ **الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَنُونَ** **عَلَىٰ اللَّهِ الْكَذِبُ** جو لوگ کافر مشرک ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افتراء باندھتے ہیں **فَإِنْ** چنانچہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے - **وَأَكْتُمُوا لَا يَمْقُلُونَ** اور انہیں سے بہتر سمجھتے تھیں **فَإِنْ** کہ یہ افتراء ہو کیونکہ انھوں نے اس معاملہ میں اپنے باپ دادوں کی تقلید کی تھی اور تقلید میں مقلد کہ کوئی دلیل تو معلوم نہیں ہوتی ہو صرف یہ نیک عمل ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے بزرگ نے عقلندی و دلیل ہی سے ایسا کیا ہو گا تو ضرور یہی ٹھیک ہے - واضح ہو کہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے بخاری



نے جو روایت کی وہی ہی مسلم رحم و لسانی رحم نے بھی روایت کی ہو اور یہ روایت بمنزلہ روایت مرفوعہ کے ہو اور خود بخاری رحم نے ابو ہریرہ کے قول سے روایت کیا کہ سعید بن مسیب نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے مانند نہ سنا ہو اور روایت بخاری اور سعید رحمہ اللہ جو سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے ذکر کی ہو اس میں سانیہ کے ذکر کے بعد یہ بھی آئے کہ سعید رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ دو رخ میں اپنی آنتیں چلی کی طرح کھینچتا پھرتا ہو اسی نے پہلے سانیہ کو نکالا تھا اور بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رحمہ سے اس کے مانند روایت کی۔ ابو ہریرہ رحمہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثم بن ابیجہ سے کہا کہ میں نے عمرو بن لُحی بن قعقہ بن خثعم کو دیکھا کہ اپنی آنتیں دو رخ میں چلی کی طرح گھمائے پھرتا ہو سو میں نے کوئی شخص اس کے ساتھ دیا وہ مشابہ تجھیں نہیں دیکھا پس اکثم نے کہا کہ یا رسول اللہ میں خوفناک ہوں کہ اس کی مشابہت مجھ کو ضرر کرے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تو مومن ہو اور وہ کافر ہو اسی نے پہلے پہل دین ابراہیم کو بدلا اور پیسہ کرنا نکالا اور سانیہ بنایا اور حامی نکالا ہو۔ رواہ ابن جریر رحمہ اللہ عن ہناد عن یونس بن کثیر عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراہیم بن الحارث عن ابی صالح عن ابی ہریرہ۔ وقد رواہ عن ہناد عن عبیدہ عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن ابی ہریرہ مرفوعاً بخوہ او مثله ولم یسہل ہذا الباریان من الکتاب۔ قال المترجم۔ اور ایک حدیث میں اس کی نسبت آیا کہ یہی حجاز میں پہلے بت لایا ہو۔ اور عبد اللہ بن مسعود رحمہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے سانیہ کو نکالا اور بتوں کو پوجا وہ خواتم کا باپ عمرو بن عامر ہو اور میں نے دیکھا کہ جہنم میں اپنی آنتیں کھینچتے پھرتا ہو۔ رواہ احمد۔ یعنی گدھے کی طرح چلی گئے مانند گھماتا ہو اور یہ اس کے حق میں شدت عذاب ہو۔ اور زید بن اسلم سے مرسل روایت میں اول سعد بن ابراہیم علیہ السلام وہ عمرو بن لُحی ہو اور بکیرہ نکالنے والا پہلا شخص ایک نبی صالح میں سے ہو جس نے اپنی دو اونٹنیوں کو بکیرہ کیا کہ کان کاٹے اور دودھ حرام کیا اور اس روایت میں ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آگ میں اس کو دیکھا کہ وہی دونوں اونٹیاں اس کو شہوت سے کانتے اور کھڑن سے روندتے ہیں۔ قال ابن کثیر۔ پس یہ عمرو بن لُحی وہی رئیس خزاعہ ہو جو جہنم قبیلہ کے بعد خانہ کعبہ کے متولی ہوئے پس اس عمرو بن سب سے پہلے دین ابراہیم یعنی توحید و اسلام کو بگاڑا اور حجاز میں بت لایا اور لوگوں کو ان کی پرستش کرنے کو کہا اور یہ شرائع بکیرہ وغیرہ نکالے۔ قال المترجم۔ اوپر کی روایت میں بکیرہ کا حکم مذکور ہے اور نیز فقط اونٹ کے قسم میں بکیرہ وغیرہ کا ذکر ہوا حالانکہ عرب کے بت پرست گائے بکری وغیرہ جادروں سے بھی بکیرہ و سانیہ وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل و گروہ میں جدا جدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورہ النعام میں انشاء اللہ قلعے کچھ ذکر آگیا لیکن اہل تفسیر کے موافق مختصر ذکر بیان بھی مترجم کہ لکھنا اولیٰ معلوم ہوا۔ عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ اونٹنی جب پانچ میدھی تو پانچویں کو دیکھتے اگر وہ نہ ہوتا تو فوج کرتے اور اس کو فقط مرد کھاتے عورتیں نہیں۔ اور اگر مادہ بچہ ہوتا تو کان کاٹ کر بکیرہ کرتے۔ قال المترجم۔ اس سے معلوم ہوا کہ بکیرہ یہ بچہ ہوتا تھا واللہ اعلم۔ اور شافعی رحمہ نے کہا ناقہ جب پانچ میدہ مادہ جانی تو اونٹنی کہ بکیرہ کر کے حرام کر دیتے تھے۔ اور مجاہد رحمہ نے سانیہ کو کہا کہ وہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بکیرہ مانند اس میں بھی تھی مگر اتنا فرق کہ بچہ بید تک تو اپنے حال پر رہتی پھر ساتویں میدہ پر اگر بکیرہ یا دوبکیرہ یعنی بچہ فوج کر کے مرد کھاتے اور عورتوں پر حرام تھا۔ اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سانیہ اونٹنی تھی جب دس میدہ جتنی جنہیں نہ کوئی نہ تو تھوڑی چھڑ دی جاتی کہ اسپر کوئی سوار نہ ہوتا اور نہ اس کے بال کاٹے جاتے اور نہ اس کا دودھ دیا جاتا سوائے همان کے واسطے اور ابوروق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عوز بزمین جانا تو وہ نذر میں اونٹنی چھوڑتا سو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس و عبدہ بکری کہ اس کے ساتویں میدہ

جائزہ پاکیزہ لکھنا اسکی ضرورت تھی۔ و قوله عفا اللہ عنہ اسے جو اپنی کتاب مجید میں نہیں فرمایا وہ بخیر ان چیزوں کے جو جنگ و غزوہ فرمایا جو تو تم بھی اس سے سکوت کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان کیا ہر اور حدیث صحیح میں آیا ہو کہ چھوڑ دو مجھ کو جب تک میں تمکو چھوڑے رکھوں کیونکہ تمہیں اگلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہونے کے اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت سوال کرتے پھر مخالفت کرتے تھے اور نیز ہر حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فضل مقرر کیے ہیں انکو ضائع مت کرو اور جو حدود باندھے ہیں اسنے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزیں حرام کر دیں انکی ہر تک حرمت بکرو اور بہت چیزوں سے سکوت فرمایا وہ پھر حرمت کرنے کے واسطے سکوت کر کچھ بھول کی وجہ سے نہیں جو تم ان چیزوں سے سوال بہت کرو۔ اور حدیث ابن عباس میں جو تفسیر فرمیت صحیح میں ہے۔ یوں فرمایا کہ پھر تم لوگ مجھے سوال چھوڑ دو جب تک کہ میں تمکو چھوڑوں اور جب تمکو کسی امر کا حکم دوں تو اسکو بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو سوال کرنے اور پڑھنے سے منع کر دیا جیسے نصاریٰ نے ائمہ آسمان سے اترنے کی درخواست کی تھی پھر کافر ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس امت کو منع فرمایا کہ اگر قرآن میں سختی سے کوئی حکم نازل ہوا تو تمکو گوارا نہوگا اور تم منتظر رہو قرآن مجید خود نازل ہوگا سو جس چیز سے تم سوال کرتے تھے اسکا بیان خود قرآن میں مل جاوے گا رواہ ابن جریر بن طریق العوفی عنہ۔ وقال المترجم کلام مجید میں جملہ احکام سب چیزوں کے موجود ہیں لیکن انکو نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد و کمال ایمان و توفیق انکی ضرورت ہو پس اگر ہر چیز کا حکم مصرح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہو جاتا اور اب اس امت کو مانند اگلی امتوں کے کتاب انکی میں اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال رحمت ہے کہ علماء کے اجتہاد آسانی و سختی میں مختلف آتے ہیں اور اسی قدر پر انکو معتد رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اسکو ثواب دیا پس یہ کمال رحمت ہے اسی واسطے کہا گیا کہ اختلاف علماء رحمت ہے قابل فہم اور مجاہد کے طریق سے ابن عباس رحمہ سے روایت ہے کہ قولہ لا تسالوا عن اشیاؤ۔ یہ اشیاؤ وہی ہجیرہ و سانپہ و وسیلہ و حام ہیں۔ بدقت نہیں دیکھا کہ آگے فرمایا۔ ماجل احد من ہجرہ ولا کذا ولا کذا۔ اور فکر نہ رہنے کہا کہ وہ لوگ آیات معجزات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دیئے گئے۔ رواہ ابن جریر و مراد فکر نہ رہ کی یہ ہے کہ ان آیات سے سوال کرنے میں جبکہ پورے کیے جاویں تو بعد اسکے اگر کفر و انکار ہو تو خدا نازل ہوگا جیسے اگلی امتوں پر ہوا تھا و لیکن مترجم کہتا ہے کہ یہ قول اگرچہ فی نفسہ عمدہ ہے و لیکن آیت کریمہ سے موافقت تفسیری نہیں رکھتا ہر چنانچہ ادنیٰ تامل سے واضح ہو۔ پھر جانا چاہیے کہ سوال سے مانعت جو اس آیت میں ہے ضرور ہے کہ ایسے سوالات کے ساتھ مفید ہو چکی حاجت نہیں اور مزید تکلیف کے موجب ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسلئے کہ امور دین و دنیا میں سے جنکی حاجت و ضرورت ہو انکا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا۔ فاسالوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ اور حدیث میں جب ایک زرخیز آدمی کو اسکے ساتھیوں نے تیم جائز نہ بتلایا اور نہانے ہی پر قہر و رنج ہو کر کہہ دیا تو آنحضرت صلیع نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا۔ قالہم اللہ الا سالوا فاما شفاء النبی السوال۔ یعنی ان کو بخواتین دریافت کیوں نہیں کیا فقط اسے سے کیوں کہا کہ تیم نہیں روا ہے کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا ہے ہر کہ دریافت کرے۔ پس ظاہر ہوا کہ ضروری امور میں سوال جائز ہے۔ فافہم۔ اگر کہا جاوے کہ جب یہ بات ہو تو تم لوگوں نے کیوں فقہ کی کتابوں میں ایسی صورتیں دیکھے احکام جمع کیے جو مذکور نہیں ہیں بلکہ بعض کبھی واقع نہیں ہوتی ہیں جواب اسکا بہت تفصیل سے ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ فقہ والوں نے دراصل نکالنے کا طریقہ سمجھا یا ہے کیونکہ حکم دینا تو بعد واقعہ ہونے کے ہوا کرتا ہے چنانچہ امام دارمی نے مسند میں بہت آثار بلکہ اخبار روایت کیے جن سے قبل واقعہ کے حکم کا نام مذکور نہیں بلکہ طریقہ اجتہاد جاننے سے مجتہد دن پر آسانی حاصل ہو گئی جو پہلے زمانہ میں عالم ہونے میں لیکن اس زمانہ میں جہاں اس کثرت سے پھیل گئے کہ انھوں نے اس غرض کو برباد کر کے یہاں تک نصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ دین صرف اسی کے مذہب میں منحصر ہو جاوے اور یہ بدتر خلق ہے جو دین اسلام

میں مفسد اور اسرار فریب سے جاہل اور نفاق پھیلائے والی ہو۔ نفوذ باللہ من الفضل **ف** فی العرائس۔ تو کہہ تمہارے یا ایہا العین ہوا  
 اکتاوا عن اشیاء آتتہ۔ اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے دیدار و کشف سے قوت نہوا اور اہل معرفت و کشف کے درجہ  
 کو نہ پہنچا ہو تو اسکے حقائق کو مت دریافت کرے کیونکہ جب اہل اسرار کی باتوں میں کوئی عارف اسکے دقائق کو بیان کرے گا تو نادان لوگ اسکو  
 اور اک نہیں کریں گے پس انکی محدودی انکو رنج دیگی اور یہاں اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہونگے اور اوٹھلے عدول اغیار کو غیب سے مطلع  
 نہیں فرماتا ہے۔ اور اسمین مریدوں کو تنبیہ ہے کہ ابتدائی حال میں مشائخ کے حالات و انکے قصص و حکایات دریافت کرنے میں نہ پڑیں بعض  
 مشائخ نے اس آیت کے اشارہ میں کہا کہ صدیقین و اولیاء کے مقامات و درجات مت دریافت کرو کیونکہ خالی بیان سے ناکامی فائدہ نہیں اور  
 اگر اسمین سے کچھ انکار کرو گے تو معرفت ہو کہ تباہ ہو جاؤ گے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیب کے حالات و مقامات کو زبانی دریافت کرنا  
 تو پردہ حجاب زائد ہے اور اگر کوئی اسکا دعویٰ کرے گا تو وہ کج بحث قاسی القلب ہو گیا۔ یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب میں دیکھ لیا تھا پھر فوہ مدعی  
 بن بیٹھا تو بدکار مکار ہو اور اگر ایسا کیا تو بھی کیدا فائدہ ہوا بلکہ وہ ایک حجاب میں پڑ گیا کہ اسکا دھیان اسطرف لگ گیا بلکہ بیان تو خلوص طاعت و  
 عمل معرفت چاہیے ہے۔ مگر جسم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں اگر ظاہر شرع میں دیکھو تو ہر شخص مدعی علم و مدعی مذہب ہے حالانکہ اعمال ظاہرہ میں خود غافل  
 اور اگر اعمال قلبی میں دیکھو یعنی علاوہ ظاہری اعمال کے صدق و صفا و حسن نیت و اخلاص وغیرہ قلبی اعمال کو دیکھو تو کچھ نہیں سوائے اسکے کہ ہر فاجر بدکار  
 خلاف شرع جاہل نے عوام کو دھوکا دیا کہ یہ علم طریقت کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ مدعی ولایت میں بیٹھا۔ عوام کو دیکھو تو وہ آخرت کو دھوکہ دہم جلتے ہیں  
 اور دنیا کو نقد خیال کر کے اس مدعی کا ذب کے پاس دنیا لینے جاتے ہیں اور آخرت کا وعظ کہنے والے لوگوں کو علم حقیقت سے گمراہ سمجھ کر شریعت کی  
 باتیں بنانے والا سمجھتے ہیں اور شریعت سے اس گمراہ نے پہلے ہی انکو ہٹا دیا تھا اور یہ عوام نہیں سمجھتے کہ خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو عقائد  
 جہنم میں گیا پھر عجب ہے کہ اسکو دلی جلتے ہیں اور خود عارف کامل بنکر اسکو پہچان جاتے ہیں نفوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا۔ راہ مستقیم  
 یہی ہے کہ ظاہر و باطن میں سنت پر ثابت قدم ہو اور اپنی رائے و قیاس کو کچھ بھی دخل نہ دے جیسے کافرون و مشرکون و بدعتیوں و روافض و خوارج وغیرہ  
 کا فائدہ ہے کہ اپنی رائے سے عوام و حلال و مذہب و ذہاب بناتے ہیں اور حکم الہی و سنت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے لگاتے ہیں چنانچہ  
 اللہ تعالیٰ نے کافرون کی مذمت فرمائی۔ یعنی منہ رائی۔ بقولہ تعالیٰ۔

مَجْعَلِ اللَّهُ مِنْ جِزَاةٍ وَلَا سَابِقَ قَوْلٍ وَلَا وَصِيْلَةٍ وَلَا حَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ  
 نہیں ٹھہرا یا اللہ نے سب سے پہلے اور نہ سابقہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور نہ کسی  
 كَفَرُوا وَيُفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَالَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۚ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا  
 اندھے ہیں اللہ پر جوٹ اور ان میں بہتوں کو عقل نہیں اور جب کہیے انکو آؤ اسطرف  
 إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا  
 جو اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف کہیں ہر کفایت ہے جس پر آباؤ ہم نے اپنے باپ و اجداد کو بھلا  
 أَوْ لَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۚ  
 اگرچہ انکے باپ نہ علم رکھتے ہوں کچھ اور نہ راہ جانتے ہوں

مَجْعَلِ اللَّهُ مِنْ جِزَاةٍ اے ان شرع اللہ نہیں مشروع فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بھروسہ پس جعل یعنی شرع وضع کیا

## بہلکفرین

آئے سکر ہوئے

لوگوں نے آنحضرت صلیم سے کثرت سے سوال کرنے شروع کیے تو نازل ہوا قرآن تعالیٰ یٰٰلَیْہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءٍ اَسْمَآءِہَا اِیْمَانُ رَالِیْنَ حِزْرٍ کُوْست پر چھوٹ۔ واضح ہو کہ سبب یہ وہ غلیل کے نزدیک لفظ اشیاء اسم جمع ہو پس لفظاً مفرد اور معنی جمع ہو اور قرار و خفیض و کسائی کو ابو حاتم وغیرہ نے اسکو لفظ شے کی جمع قرار دیا لیکن وزن مفرد میں باہم اختلاف ہو۔ اور معنی یہ کہ جن چیزوں کی ضرورت نہیں ہو انکو مست پر چھوٹانے کا لفظ ہے یعنی اگر بیان کر دی جائیگی تو نکرنا غرضی و نیکی سے سبب اس مشقت کے جو ان چیزوں میں ہو۔ **وَ اِنْ تَسْئَلُوْا عَنْہَا حَیْثُ یَنْزِلُ الْقُرْآنُ تَجِدُ لَکُمْ لَکْتُوْا** اور اگر تم ان چیزوں کو جب قرآن نازل ہو رہا ہو پوچھو گے تو تمھارے واسطے ظاہر کر دی جائیگی۔ **فَیَسْئَلُوْا** اگر آنحضرت صلیم کے زمانہ حیات میں تم چیزوں کو پوچھو گے تو انکو انھار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب انھار ہوگا تو تمکو سبب دیکھا لندا تم انکو مست پر چھوٹ۔ **عَفَا اللّٰہُ عَنْہَا** اللہ تعالیٰ نے اس سے عفو کیا۔ **فَیَسْئَلُوْا** ضمیمہ بجانب رسالت راجع ہو جو تسالو سے مفہوم ہو اور معنی یہ کہ عفو کر دیا اللہ تعالیٰ نے رسالت کو پس دوبارہ دیا یا نہ کرنا۔ اور بعض نے اشیاء کی طرف راجع کی لیکن اس نفع اشیاء کی طرف راجع ہو جس سے ممانعت کی گئی ہو۔ اور احتمال ہو کہ معنی یہ ہوں کہ اشیاء خواہ دین کے متعلق ہوں یا دنیا کے متعلق ہوں سوال مست کر دیکھو کہ ظاہر کیا و نیکی تو تمکو گوارا نہ ہوگی خواہ بوجہ دنیاوی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہوتا ہو مثلاً کوئی شخص اولاد نہ نہا ہو تو انھار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجا آوری کے دین میں مثلاً ہر سال حج فرض ہو جاوے جیسے ایک شخص نے حج کر پوچھا تھا۔ اور علی ہذا عفا اللہ عنہا کے یہ معنی کہ جو سوال ہو چکا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور آئندہ ایسا نہ کرنا اور احتمال ہو کہ یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو عفو و مباح رکھا جو چنانچہ منقرہ ہوا کہ اشیاء کے حق میں اصل یہ ہو کہ مباح ہیں سوائے ان خاص اشیاء کے جنکی نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً تاویزی کی حرمت پر حدیث کل مسک حرام سے دلیل قائم ہوئی۔ پس سوال کرنے سے یہ ضرر بدوون کے حق میں پیدا ہوگا لکن مباح چیزوں میں سے بعض واجب و بعض حرام وغیرہ سے مکلف ہو جاوے گا حالانکہ پہلے سبب رحمت الہی کے عفو نہیں ہیں اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو ادا کر بھانے تو مابعد والے حتی کہ اس زمانہ والے ایک مشقت شدید و فتنہ عظیم میں پڑ جاتے پس سوال سے ممانعت بھی اس امت مومنین کے لیے خاص رحمت ہو اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے سوائے مکلف بہا چیزوں کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہو پس سوال کر کے انکو اپنے اوپر لازم مست کر دیکھو کہ آخر بجا نہ لاؤ گے اور خراب ہو گے پس اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تمکو منع فرماتا ہو **وَ اللّٰہُ عَفُوٌّ رَحِیْمٌ** اللہ تعالیٰ غفور حلیم ہو۔ **فَیَسْئَلُوْا** بندوں کے گناہ بخشنے والا ہو اور انکی بے ادبی پر انکو علم سے جلد ماخوذ فرماتے والا نہیں ہو **قَدْ سَأَلْہَا** یعنی ایسی ہی چیزوں سے سوال کیا تھا **قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ** ایک قوم نے جو تم سے پہلے ہو گئے ہیں **فَیَسْئَلُوْا** یعنی اگلی امتوں میں سے ایک قوم نے سوال کیا تھا ان چیزوں کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس انکے احکام بیان کر کے جواب دیدیا گیا اور انکا انجسام خواب ہو چنانچہ فرمایا۔ **تَوَّابٌ** انھیں پھر سے لوگ ان چیزوں سے کافر ہو گئے۔ **فَیَسْئَلُوْا** کہ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ واضح ہو کہ یہاں ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا باہم معنی کہ ان لوگوں نے ان احکام کو کچھ نہیں سمجھا اور انکو مباح کر لیا کہ بے تردد انکے ساتھ اجتناب کا معاملہ کرنے لگے پس کافر ہو گئے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر یعنی عدم ایمان کے بھی معصیت پر آتا ہو چنانچہ ابام بخاری رحمہ نے اس بارہ میں باب باندھا ہے۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر نے متعلق سبب نزول چند احادیث جو مفید یعنی آیت و احادیث دیگر ہیں

بیان کہیں اور مترجم اسکی تلخیص لانا ہو کہ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلیہ ایک روز پرہاکہ میں لے لیا نہیں سنا تھا اور اس خلیہ میں یہ بھی کہا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو کہہ دیجئے اور بہت روایا کہنے اور میں نے دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپائے ہوئے ہیں حتیٰ کہ روئے کی ہارک آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہو شب یہ آیت نازل ہوئی۔ یا ایہذا الذین آمنوا لا تلو عن اشیاء الا یہ۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد و الترمذی و النسائی۔ وعن انس بن مالک ایضا۔ کہا کہ لوگوں نے حضرت صلعم سے سوال کرنے شروع کیے یہاں تک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے اور فرمایا کہ آج جو کچھ تم پوچھو گے میں غور سے بیان کرو دو گنا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آنے والا ہو پس بن دایین بائین جدھر نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے ٹھنڈے ہوئے رو رہا ہو پھر ایک شخص اپنے باپ کے سوا بے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا کہ میرا باپ خدا ہے۔ پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر یہ عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہو اور اسلام ہمارا دین ہو اور محمد صلعم ہمارے واسطے رسول ہیں ہم لوگ سب شرفقتہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ خیر و شرمین آج کے دن سامین نے نہیں دیکھا کہ جنت و دوزخ کی تصویر میرے روبرو کر دی گئی کہ میں نے اس دیوار کے اوپر دیکھی۔ رواہ ابن جریر و البخاری و مسلم اور ایک روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت کا چہرہ مبارک سُرخ تھا جب منبر پر آئے۔ اور یہ بھی زیادہ ہو کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کلمات مذکورہ کے یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا زمانہ جاہلیت و شرک تھوڑے دن ہوئے دور ہوا ہو سو آپ ہم لوگوں کی بے اویان عفو کرین اللہ تعالیٰ آپ کو عفو فرماوے پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا۔ رواہ ابن جریر باسناد حیدر اور مرسل روایات اکثر تابعین سے یہ قصہ مروی ہوا اور سمدی ہم کی روایت قصہ میں یہ بھی ہو کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر آپ کے پاؤں چوم لیے اور وہی اعتذار کیا جو اوپر مذکور ہوا اور براہی کہتے رہے یہاں تک کہ غصہ فرو ہوا۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک قوم سوال کیا کرتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدو کسی ضرورت و مراد کے سوا بعض کہتا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہو اور کوئی کہتا کہ میری مٹھنی گم گئی وہ کہاں ہو تو انکے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا قولہ لا تلو عن اشیاء الا یہ۔ رواہ البخاری۔ عن علی رضی اللہ عنہ جب یہ آیت اُتری و لیت علی الناس حج البیت من استطاع الا یہ۔ تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال یہ واجب ہو آپ خاموش رہے پھر یہی کہا پھر آپ خاموش رہے پھر انھوں نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اور فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور اگر یوں واجب ہو جاتا تو تم سے ہرگز نہ ہو سکتا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یا ایہذا الذین آمنوا لا تلو عن اشیاء الا یہ۔ رواہ احمد و ابن ماجہ و الترمذی و قال غریب۔ اور یہ سختی بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و ابو امامہ رضی اللہ عنہ بھی مروی ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہو کہ فرمایا۔ اور اگر میں ہاں کہتا تو واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہوتا تو تم نہ کر سکتے اور اگر پھوڑ دیتے تو کافر ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الحمد للہ یہ دلیل ہو کہ حج چھوڑنے کی معصیت کو کفر فرمایا تو یہ کفر مقابل ایمان نہیں بلکہ کفران نعمت ہو۔ اور ابو امامہ کی روایت میں مسخ ہو کہ پوچھنے والا ایک اعرابی تھا۔ اور نیز اس میں ہو کہ آپ نے بعد اس ملامت کرنے کے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے امتوں کو عین کے ایسے سرغز لوگوں نے برباد کیا جو فتنہ و حرج میں ڈالنے والے ہوتے اور قسم ہو اللہ عز و جل کی کہ اگر میں تمہارے لیے نام وہ چیز جو روئے پر ہو حلال کر دوں اور فقط ایک موزہ بھر گہ اس میں سے حرام کروں تو تم اسے فتنہ میں پڑو گے۔ رواہ ابن جریر باسناد ضعیف اور ابن کثیر نے کہا کہ ظاہر آیت میں سوال ایسی چیزوں سے منع ہو کہ بیان ہونے پر آدمی کو ناگوار ی دین۔ اور نیز کہا کہ حدیث میں آیا ہو کہ مسلمانوں میں سے وہ بڑا مجرم ہو جسے ایسی چیز سے سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اسکے پوچھنے سے حرام ہو گئی۔ لیکن اگر قرآن مجید میں محل نازل ہوا تو اسکے بیان کو پوچھنا



ہوئے کیونکہ شیطان نے صراطِ مستقیم سے بیزار کیا اور طریقہ جو رہن لاکر قرار کیا خود بائیس دن ذاک فہر۔ اِعْمَلُوا اِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ  
الْعِقَابِ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے۔ یعنی کفر و شرک و انکار و خلاف کرنے والوں کے حق میں۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ  
رَّحِيمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ یعنی فرمانبرداری و طاعت و ایمان والے والوں کے حق میں ماعلیٰ الرسول الالبلاغ  
اور رسول پر کچھ نہیں مگر کہ لا محکم پہنچا دینا ہے۔ یعنی تم کو حکم الہی پہنچا دینا ہی رسولِ صلعم پر واجب ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَقُولُونَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے  
جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو۔ جو غائب جو اعمال تم کھلے کھلے کرتے ہو۔ وَمَا تَكْفُرُونَ اور تم جو انکار کہ لوگوں سے چھپے کرتے ہو۔ پس تمہارے اعمال کی نگہ جو  
دیگا اگر آپچے جن تو ذاب اور اگر بُرے جن تو عذاب لیگا۔ آمین سخت تہذیبی اور عمدہ و عمدہ ہے۔ مفسر نے لوگوں سے چھپے ہوئے کی قید سے اشارہ کیا کہ تہذیب  
سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو سکتی ہے۔ واضح ہو کہ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ سے فہم نہ کرنا چاہیے اور لوگوں سے چھپانے میں نجات نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص نے ہکاری کو سطح  
کیا کہ لوگوں پر بھی ظاہر کیا تو یہ دنیا عذاب ہو اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض گنہگاروں کو غنی فرما دے گا کہ تو نے یہ گناہ کیا تھا وہ انکار کرے گا پھر فرما دے گا کہ میں  
دنیا میں تجھے پوشیدہ کر دیا اور آج تجھے تنہا کر رہا ہوں (الحج) اور حدیث میں ہے کہ یہ کارخانہ شہر تشریف ہے۔ (من الصحاح)۔ فقہ عرائس میں ہے کہ تو کہہ جا کہ اللہ الکبیر  
البت ایحرام قیام اللناس۔ کعبہ معظمہ ظاہر میں ایک مکان پتھر وغیرہ سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکا بنی آیات سے روشن اور زہد صفات کے برتو سے منور کیا  
آزلیں وہ ان ازار کے اور اک کے لیے آئینہ برسی واسطے جو لوگ حج کرتے ہیں ہر ایک اپنی استعداد کے موافق اسکے فیض سے پاکیزہ ہو کر مکمل ہوتا ہے چنانچہ اہل معرفت کے  
اس سے کثرتِ عظمت و کبریا کی گواہی ملتا ہے ہوتا ہے اور ارکانِ حج کے ہر وقت میں انکو صفات کے ازار کا چاند اور جلالِ قدم کا آفتاب نظر آتا ہے اور غیروں کی نظر میں اس سے  
محروم ہیں اسی واسطے وہ متوجع ہیں اور کعبہ کو فیت الحرام بنایا اور وہ عالم کے واسطے جو بمنزلہ ایک شخص کے ہے تو قلب مقرر کیا اور عارفوں کی نظر میں اس سے  
الوار جلال ظاہر ہوتے ہیں جیسے موسیٰؑ کو کہہ طور سے اور عیسیٰؑ کو معینہ سے ظاہر ہوتے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو  
کعبہ معظمہ سے ظاہر ہونے اور یہی سنی ہیں جو آیا ہو کہ۔ جابر اللہ من سیدنا و استنیلنا ساعیر و اشق من جبال فاران۔ اللہ تعالیٰ بنا رہے  
آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چکا۔ فاران جبال کہ ہیں اور یہ قول بخیل وغیرہ کتب اخبار میں ہے۔ اسی طرح قلب عارف بھی قبلہ شاہ  
ہو اور وہ ہر تصور و خیال و اعتبار سے منع ہو کر محلِ نظر قدسی ہو جاتا ہے پس اسکے آثار جلال عارفوں کے چہرہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ شبلی نے  
کہا کہ چشمہ سے مردم کا امام کعبہ ہے اور قلوب اہل ایمان کا امام خالق کعبہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرام باین معنی کہ اسکے جوار میں مخالفت نہ  
سخت حرام ہے۔ قال المشرع کعبہ میں حبیب کیوں کا ذاب ایک لاکھ تک زائد ہے یعنی اس کثرت سے ذواب میں ترقی ہے ویسے ہی مخالفت کرنے میں  
بھی وہاں اسے کثرت سے عذاب زائد ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہاں حرام ہے ہر بڑے پر کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عزوجل پر نظر رکھے  
اور بعض نے قولہ قیام اللناس۔ سے اشارہ کیا کہ جو کوئی بسبب ارتکابِ معصیت کے کج اور پلڑا ہوا ہو گیا ہو جب وہ اگر کعبہ معظمہ سے لپٹ جاوے  
اور قلبی تعلق اس سے پیدا کرے تو ان اوار کی برکت سے قیام لینے مستقیم ہو جائیگا۔ اگر کہا جاوے کہ ہزاروں کروڑوں خانہ کعبہ سے محروم ہیں  
اور ہزاروں جاکر کرے آئے ہیں تم صرف تھوڑے لوگ ہو جو اسلام کے فوجی و شراعی کی مرغوبی کا دعویٰ کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہے کہ تم ہی عالم ہو  
اور باقی لوگ جاہل ہیں جو اب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جاہلوں کا خود ہی رد کر دیا جو شیطان بننے ہو کر اندھے ہو رہے ہیں  
قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَك كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ  
تو کہہ برابر نہیں گندہ اور پاک اگر تم کو خوش گئے گندے کی بنا بیت۔ سو ڈرتے رہو اللہ سے  
يَا وَلِيَّ الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ



بقیاس آگے اگر کسی نے وطی کی پھر حرام سے جانے سے پہلے اور دو ایک بار وطی کر لی تو اس پر ایک ہی حد لازم آتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ جو کچھ اُس نے کھایا اسکی قیمت اس پر لازم آوے گی اور یہ قول حسن و اوصوب ہے۔ اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور محرم کو یہ بھیجا تو بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ مطلقاً سیاح ہو خواہ حلال نے اسکے واسطے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ابن عبد البر رحمہ نے یہی قول حضرت عمر بن الخطاب و ابو ہریرہ و زبیر بن العوام و کعب احبار و مجاہد و عطاء بنی رواتہ اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور یہی فقہاء کوفہ کا مذہب ہے لیکن مترجم نے ظاہر مذہب حنفیہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ سے اسکے خلاف پایا ہے۔ قال۔ اور ابو ہریرہ رحمہ سے سوال کیا کہ جس صید کو محل نے شکار کیا اسکو محرم کھارے تو فتویٰ دیا کہ ان کھارے پھر عمر بن الخطاب رحمہ سے اپنا یہی فتویٰ دنیا بیان کیا تو عمر رحمہ نے فرمایا کہ اگر تو اسکے سولے اور فتویٰ دیتا تو میں تیرے سر کو دکھ پہنچاتا۔

رواہ ابن جریر بن طریق سعید بن المسیب عنہ۔ قال المترجم لم یصح سعید بن زبیر عن عمر بن عبد اللہ بن الخطاب۔ اور دوسرے فقہاء نے کہا کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے بسبب عموم اس آیت کہ نبی کے اور ابن عباس و ابن عمر سے مروی ہے کہ دونوں نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبد البر رحمہ نے کہا کہ یہی قول طاؤس و جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی از حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہے۔ کہ رواہ ابن جریر بن طریق ابن المسیب عنہ و مالک و شافعی و احمد و اسحق نے اور جہور نے کہا کہ اگر محل نے شکار کرنے میں یہ قصد کیا کہ فلان محرم کے واسطے شکار کرتا ہے تو محرم کو کھانا رو نہیں تو بسبب حدیث صعب بن جشمہ کے کہ حار و حشی یہ بھیجا اور آنحضرت صلعم مقام ابواء میں یا ودان میں تھے پس آپ نے رد کر دیا پھر جب صعب بن جشمہ کے چہرہ سے طال دیکھا تو فرمایا کہ ہتھے اسی وجہ سے اسکو قبول نہیں کیا کہ ہم محرم ہیں اور یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے پس ان فقہاء نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اسنے ہمارے ہی واسطے شکار کیا ہے اور اگر حلال نے شکار میں محرم کا قصد کیا ہو تو محرم کو اسکا گوشت کھانا جائز ہے بسبب حدیث ابو قتادہ رحمہ کے کہ حار و حشی شکار کیا اور ساتھی احرام میں تھے انھوں نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھلا تم میں سے کسی نے اسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہیں تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور خود بھی اس میں سے کھایا اور یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے۔ قال المترجم یہی مذہب ابو حنیفہ رحمہ ہے۔ قال اور حدیث مطلب بن عبد اللہ بن خطاب از جابر رضی اللہ عنہ فرماتا ہے کہ شکار مرد حالیکہ تم محرم ہو تمھارے واسطے اس شرط سے حلال ہے کہ تم نے خود شکار کیا ہو اور نہ تمھارے واسطے شکار کیا گیا ہو۔ رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی۔

والشافعی والترمذی۔ یہ حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہے لیکن ترمذی رحمہ نے کہا کہ مطلب رحمہ کا جابر سے سماع مجھے معلوم نہیں ہوا اور کبھی اسکی ثقوب کیجائی ہے اور عثمان رحمہ سے کہ وہ مقام عرج میں تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ اور انھوں نے کہا کہ آپ کیون نہیں کھاتے ہیں تو فرمایا کہ میرا تمھارا کیسا حال نہیں ہے یہ میرے ہی واسطے شکار کیا گیا ہے۔ رواہ مالک۔ اس تفصیل پر احادیث صحیحین توفیق ہو جاتی ہے۔ مترجم کہتا ہے لیکن یہ معلوم ہوا کہ حلال نے جس محرم کے لیے شکار کیا اس پر مردار ہے اور باقیوں پر حلال ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا۔ پھر اوتعالیٰ نے بندوں کو مخالفت احکام سے پرہیز کرنے پر تاکید فرمائی بقولہ۔ **وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي يَتْلُو آيَاتِهِ خُشُوعًا** اور **وَرَوَّاهُ** اللہ تعالیٰ سے جسکی یہ شان ہے کہ اسی کی طرف حشر کیے جاؤ گے۔ یعنی آل کار بندوں کا قطعاً موت ہے پس زندگی میں موافقت رکھیں تاکہ ثواب و راحت پاویں اور مخالفت نہ کریں ورنہ عذاب و دوزخ پاویں گے۔ **جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ كَعْبَةِ اسْكَانٍ** بوجہ اسکے کہ مرتب ہے ہاؤز از کعبہ بمعنی مرتب کر دینا اور عرب کے اکثر گھر مرد و عورتوں سے اور یا بوجہ اونچے دام بھرے ہوئے کے خواہ سطح مکہ سے یا ابدلے خال میں سطح پانی سے اور اسی سے ٹخنہ کو کعبہ کہتے ہیں اور ارجح قول یہ ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے قدیم سے مقرر فرمایا ہے پھر کعبہ کا عطف بیان بادل ہے قولہ۔ **الْبَيْتُ الْحَرَامُ** یعنی ایسا بیت کہ حرام کر دیا گیا اس میں قتل و فحش و زنی و جملہ فسق و فجور اور بندوں کے واسطے

مواہب الرحمن

اسکا احترام لازم کیا گیا اور محشری گئے ہر تقدیر عطف بہان کے اسکو بطریق مع قرار دیا نہ بطریق توضیح۔ اور کتب و حقیقت وہ کہ چار دیواری  
چھت و دروازہ ہو اگرچہ اسمین بیوتات نبوی یعنی اسمین کوئی رہتا نہ اور بیت الحرام کعبہ کے واسطے بمنزلہ علم کے ہو گیا ہو اور جبل بیان متعدد ہی ہو  
مغفل ہو اور آج آنکہ معنی مختصر یعنی ایسا کر دیا بقریۃ دعا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام جو سورۃ حج وغیرہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آدیگی لیکن  
صواب یہ ہے کہ دعائے ابراہیم موافق قضاے ازلی کے واقع ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے یہ مقرر فرمایا تھا۔ بالکل بیان دو مغفل ہیں  
اول کعبہ ہے۔ اور دوسرا مغفل فرمایا۔ **قِيَمًا لِلنَّاسِ** یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ بیت الحرام کو بندوں کے واسطے قیام کر دیا پس  
اسے یقوم بہ امر و نہیہ باحج الیہ و دنیا ہم باسن داخلہ و عدم التعرض لہ وجوبی ثمرات کل شئی الیہ۔ یعنی اس خاصہ مکرم کے سبب مردوں کے دین  
دنیا کے کام قائم و ٹھیک ہوتے ہیں پس دین کے کام اسطرح کہ اسکا حج کرتے اور خلوص نیت و تقویٰ کے ساتھ قراب غظیم و اتوار جلی رختی ایسے  
پلتے ہیں کہ زبان سے نکالیاں نہیں ہو سکتا اور سوائے حقوق العباد کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دنیا کے کام اسطرح کہ حکم  
قولہ تعالیٰ رس دخلہ کان آنا۔ جو اسمین گھس گیا وہ جب تک اسمین ہو کوئی اس سے تعرض نہیں کر سکتا وہ اس میں ہو گیا۔ اور بقولہ بھی الیہ  
ثمرات کل شئی۔ ہر قسم کے پھل پیداوار اسکی طرف لوگ لیجاتے ہیں اور یہ غظیم قدرت الہی کا طور ہے کہ اس ریگستان میں بندے جو قدرت  
کے قبضہ میں مستحق ہیں ضرور یہ نعمتیں وہاں لیجاتے اور بھیجتے و تجارت کرتے اور دکھاتے پیٹتے ہیں اور کچھ روپائی برسوں انکی نڈا ہو اور کچھ برکت  
نہیں پہونچاتی۔ حالانکہ طبیب و حکیم متفق ہیں کہ اس سے جذام ہو جاتا ہے ولیکن ظہور قدرت الہی ہو کہ وہاں کچھ فرزندین ہوں۔ وفی قراءۃ قیام  
بلا لفت۔ اور ابن عامر کی قراءۃ میں قیام کی جگہ تیار کسر اول و فتح دوم بدل الف کے بھی مصدر ہو قیام کا اور اسکا علین کلمہ یعنی یا تختانیہ میں تعلیل  
نہیں ہوئی ہو تاکہ یا اعتراض ہو کہ ماندول و عور کے تعلیل نہونا جا ہیے پس قیم در اصل قوم نہ تھا بلکہ یہ اصلی ہو اور خفش لے کہا کہ اسمین میں نشاء  
ہیں۔ قیام و قوام و قیم۔ اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ **يُخَيِّرُ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ** حال کو نہا قیما للناس۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو  
بیت الحرام کر دیا درحالیکہ وہ لوگوں کے لیے قیام ہے۔ لیکن اول ارجع وانظر ہو اور وہی مفسر رح لے اختیار کیا۔ **وَ الشَّيْءُ وَالْحَبْلُ**  
اسے وجعل الشهر الحرام قیام الم بامنہ القتال فیہا۔ یعنی اور اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو بھی انکے واسطے قیام کر دیا کہ ان مہینوں میں لڑائی و قتال  
نامون رہتے ہیں اور الف لام جنس کا ہو اور مراد اشہر حرم یعنی ذی القعدہ و ذی الحجۃ و محرم و ربیع ہیں۔ **وَالْأَهْدَىٰ وَالْقَلَائِدَ**  
وجعل اللہ البدری والقلائد قیام الم بامن صاجہم سن التعرض۔ یعنی بدری و قلائد کو بھی بندوں کے لیے قیام کر دیا بسبب اسکے کہ بخفض بدری و  
قلادہ والا ہو اس سے تعرض نہیں کیا جاتا ہو اور تمام تفسیر قولہ تعالیٰ **وَالْأَهْدَىٰ وَالْقَلَائِدَ وَلَا آمِنِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ**  
**يَسْتَفْعُونَ فَضْلَهُ مِنْ دَحِيمِ** الآیہ کے تحت میں بیان ہو چکی ہو وہاں رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ خود بدری و قلادہ بھی مراد ہو سکتا ہو کہ اس سے تعرض نہیں کرتے  
تھے۔ **ذَلِكَ الْجِبَلُ الَّذِي كُنْتَ تَدْعُوهُ يَوْمَ الْقَوْلِ** کا اشارہ الیہ وہ مضمون ہو جو اوپر مذکور ہوا۔ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَعْظُمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ**  
ہر چیز کو خوب جانتا ہو۔ کیونکہ تمھارے نفع حاصل ہونے و مفرتین دور ہونے کے واسطے وقوع ہونے سے پہلے ایسا کر دینا اس بات  
کی دلیل ہو کہ جو موجود ہو اور جو ہونے والا ہو سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہو۔ اور اسمین قوی دلیل ہو کہ آنحضرت صلعم کے صدق نبوت پر کہ قوانین شرع اسلام  
اپنے تمام ارکان کے ساتھ نہایت قوی و عدل و انصاف کے ساتھ قائم ہیں اور زمانہ کی گردش سے انہیں کوئی تغیر نہیں پس اگر ازل اسلام استقامت  
رہنے والے دین و دنیا دونوں کے واسطے نہایت خوبی و بجلالی ہو۔ لیکن لوگوں نے اس قانون عدل کو برباد و جھوٹ دیا تو لا محالہ قانون علم سے منظور

عَلَيْهِمْ اَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

روایت ہے جان رکھو کہ اللہ کی باز سختی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے  
مَاعَلَى النَّاسِ سُوْلٌ اِلَّا الْبَلٰغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَبَدُّوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ

رسول پر ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہی جو ظاہر میں کرو گے اور جو چھپا کر  
اَحِلَّ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ الْبَحْرُ كُلُّهُ فَاصْلَحْوا مِنْهُ لَعَلَّكُمْ تَكْفُرُوْنَ

یعنی حیدر مصدر یعنی مغفول ہی اور مراد اس سے ہے کہ دریائی شکار کو صید کر کے اسکو کھانا نہ کرنا حلال کیا گیا ہے اور یہ مراد نہیں کہ شکار کیلئے حلال  
ہو کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا تو مباح ہی اور حراد بحر سے یہاں ہر وہ چیز جو حیدر دریائی شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا

تالاب ہو اور خواہ اسکا پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ سمندر و دریا تو مخصوص ہی اور نہر و تالاب کے دریائی شکار اس سے ملحق کیے گئے  
ہیں۔ حیدر البحر کی تعریف مفسر سیوطی رحم نے یہ بیان کی کہ جو سواے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند بھلی کے پس کیلئے اور غیر ایسے نہیں ہیں

کیونکہ بحر و دریا تو زندہ رہتے ہیں۔ اور ادنیٰ ہے جو کہ دریائی وہ جانور قرار دیے جاوے جو پانی ہی میں زندہ رہتے ہیں اور وہاں انہی سے  
پکے دینے ہیں اور حاصل آنکہ آبی جانور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ سواے پانی کے اور جگہ زندہ نہیں رہتے ہیں اور دوم وہ کہ پانی

میں بھی جیتے ہیں اور خشکی میں بھی زندہ رہتے ہیں پس مفسر رحم نے حیدر البحر انھیں جانوروں کو قرار دیا جو از قسم اول ہیں وَطَعَامُ  
اَلْبَحْرِ حلال کیا گیا طعام البحر وہ چیز ہے جسکو مرا ہوا کنا رہے بھینکے۔ اور یہ تفسیر حضرت عمر و ابن عباس و ابو ہریرہ

وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہے۔ اور ابن عباس سے ایک روایت میں وسعید بن جبر و سعدی وسعید بن اسیب سے مروی ہو کہ  
طعام البحر وہ جو نمک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو اور حیدر البحر جو حر و تادہ ہو۔ اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اسکا نمک و دیگر نباتات میں اور

زخمی لے کر کھانے میں کہہ کہ حیدر البحر وہ جانور ہے جو دریا سے شکار کیے جاوے خواہ وہ کھائے جاوے یا نہ کھائے جاوے پس اہل لکھ حیدر البحر  
کے یہ معنی ہیں کہ دریائی جانوروں کو شکار کرنا کہ حلال ہوا پھر فرمایا و طعمہ یعنی طعام البحر اور طعام وہ ہے جو اسکے شکار میں سے کھایا جاتا ہے پس

حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ تم شکار کرو اس سے نفع حاصل کرنا نہ کہ حلال کیا گیا اور پھر اس واسطے اس میں سے کھانے کے جانوروں کو کھانا  
حلال ہوا اور وہ فقط بھلی ہی انتہی کلامہ اور یہ تفسیر بنا بر قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہ دریائی جانوروں میں سے فقط بھلی حلال ہی اور جو بھلی کہ کھانا

ہو کہ اترادے وہ بھی حلال نہیں ہے۔ اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر میں کلام بسیط بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہے کہ طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا کنا رہے بھینکے  
ہے مشہور روایت ابن عباس ہی اور ہی ابو بکر الصدیق و زید بن ثابت و عبد اللہ بن عمرو و ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم و دیگرہ و ابو سلیمہ نخعی و ابن

جریر سے مروی ہے و عن عبد اللہ بن عمر طعام البحر سب جو اس میں ہے۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ قال المترجم۔ ہو شطیح۔ اور ابن جریر نے  
یہی اختیار کیا کہ طعام البحر جو اس میں مر جاوے و عن ابی ہریرہ مر و قادم و قوماً۔ طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا پھینکے تو کہ متاعاً لکم

وَالسَّيِّئَاتِ یعنی یہ حلال کر دینا تمہارے واسطے و مسافروں کے واسطے متاع ہے کہ تم حاضر ہونے کی حالت میں اس سے کھاؤ اور  
مسفرین مسافر لوگ اس سے زاد راہ لیں۔ سیارہ جمع سیار یعنی سیر کرنے والے یعنی چلنے والے مسافر لوگ۔ ابن کثیر نے کہا کہ جمہور علماء

نے ہر در بھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ایک لشکر کو جانب ساحل روانہ کیا اور انہرا ابو عبیدہ بن الجراح کو ایسر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور میں بھی انھیں میں سے تھا پس ہم لوگ



رواہ ابو نعیم نے پھر راہ میں ہمارے زاد راہ فہام گئے تھے زاد راہ نذر ابی ابو عبیدہ نے تمام لشکر کے زاد راہ جمع کرنے کا حکم دیا وہ دو روزہ چھوڑا  
لکا پھر روز روز وہ ہیکہ تھوڑا تھوڑا دیتے بہانے کہ وہ بھی ہو چکا اور ہیکہ ایک ایک چھوڑا راہی ملا کر اسکا سپرد بھی بالکل ختم ہو جانے پر ہمارے دل  
غناک ہوئے پھر آخر ہم سمندر کنارے پہنچے تو ناگاہ پہنچے ایک بہت بڑی بھٹی جسکو غنہ کہتے ہیں کنارے بڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے  
اٹھا یہ روز تک کھایا پھر ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ اسکی دو پہلیاں کٹری کی گئیں پھر اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا اور اسکے پیچھے سے زاد راہ کیا  
تو وہ گذر گیا اور اس سے ننگا زاد راہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں کئی طرق سے جاہر رہے سے مروی ہے اور بعض روایت میں ہے کہ کنارے  
پر مائید پڑے بخاری تو وہ رنگ کے تھا پھر قریب پہنچ کر پہنچے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو غنہ کہتے ہیں اور بعض روایت میں ہے کہ ابو عبیدہ  
نے مردار قرار دیا پھر بوجہ احتیاط اسکے کھانے کا حکم دیا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس سے زاد راہ لے گئے اور جب مدینہ پہنچ کر حضرت  
صلعم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رزق تھا اور اس میں سے کچھ تجارت سے پاس موجود ہو تو ہیکہ بھی کھاؤ پس پہنچے کچھ گوشت  
بھیجا تو آپ نے اس میں سے کھا یا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ وہ مرتبہ ایسا  
واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے پھر آپ نے ابو عبیدہ کو مردار کر کے ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے روٹ  
کر دیا۔ اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر  
میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہیں سو اگر اس سے وہ ضرور آئیں تو پیاسے رہ جاتے ہیں بھلا سمندر کے پانی سے وضو کر لیں  
تو فرمایا کہ سمندر کا پانی الطور ہے اور اسکا مردار حلال ہے۔ رواہ الشافعی و احمد و ابی اسلم و صحیح البخاری و الترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و غیر  
اور اسی آیت سے یہ دلالت احادیث بعض فقہاء نے دریائی کلی جانور ان کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثنائے نہیں کیا اور بعض  
نے کچھ بے و نہنگ کو مستثنیٰ کیا۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے کہا کہ جو دریا میں مرجاؤ سے وہ خشکی کے مرے ہوئے کے مانند کھائی جائیگی بسبب غم  
قولہ تعالیٰ حرمت علیکم المیتہ اور جمہور فقہاء نے حدیث عبد بن کوز و حدیث ابو ہریرہ مذکورہ وغیرہ سے حجت قائم کی اور شیخ سیوطی رحمہ نے حدیث  
ابو ہریرہ مذکورہ کو مشہور بلکہ متواترات میں سے شمار کیا ہے۔ **وَمَنْ شَاكَ مِنْكُمْ فَلْيُكَلِّمْهُ** **الْبَرِّ مَا دُمْتُ حَيًّا** یعنی خشکی کے شکار کو  
احرام میں شمار کرنا حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام میں ہو **وَمَنْ شَاكَ مِنْكُمْ فَلْيُكَلِّمْهُ** اور ہر صیور وہ جن جو خشکی میں جیتے ہیں اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے  
یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہوں جنکا کھانا حلال ہو اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعی رحمہ کا مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھانے کے لئے  
یاد کھائے جاتے ہوں سب کا شکار حالت احرام میں ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال نے شکار کیا ہو تو  
محرم اسکو کھا سکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ و امام ابو حنیفہ رحمہ مالک و شافعی رحمہ و  
کا مذہب ہے اور توضیح کلام یہ ہے کہ آیت کریمہ اصطیاد بجانہ احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے پس اگر عہد محرم نے شکار مارا تو گنہگار ہو گا  
اور تاوان دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطا سے ایسا کیا تو فقط تاوان دے اور محرم پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق میں یہ شکار منسل  
مردار کے ہے اب رہا یہ کہ وہ سرے لوگوں کے حق میں کیا حکم ہے تو امام مالک و ابو حنیفہ رحمہ اور بخاری کی از دو قول شافعی وہ ہر دو سرورن کے حق  
میں بھی مردار ہے خواہ وہ محرم ہوں یا حلال ہوں اور یہی قول عطاء و سالم و قاسم و ابو یوسف و محمد بن الحسن و غیر ہم کا ہے اور اگر محرم یا حلال نے  
اس میں سے کچھ کھا یا تو اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اگر عہد محرم میں شکار مارا ہو تو گنہگار ہو گا اور اگر عہد محرم میں شکار مارا ہو تو گنہگار ہو گا  
لازم ہوگی اور وہ سرورن یہ کہ کھانے والے ہر چیز کو گنہگار ہو گا اور یہ امام مالک نے صریح کہا ہے اور ابن عبد البر رحمہ نے کہا کہ جمہور علماء و فقہاء کا یہی قول ہے



روایت ہو کہ معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں جو لوگ گنہگار ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے غفر کیا اور صبح یہ ہو کہ جو مفسر حرم نے کہا کہ شکار اور احرام ہونے سے پہلے جسے صید کو قتل کیا ہو اسکو اللہ تعالیٰ نے غفر فرمایا۔ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمْ اللَّهُ مِنْهُ اور جو لوٹا اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔  
 فَنَسِيْبِيْ جَوْبِهِ حَرَامٌ ہونے اور حکم شرعی پہنچنے کے قتل صید کی طرف عود کرنا اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ  
 یعنی اور تعالیٰ اپنے امور میں غالب ہو اور جو نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہو۔ فَنَسِيْبِيْ بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جو شخص بعد اس بیان  
 محرم کے پھر کسی شکار کو قتل کرے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت میں اس سے انتقام لے گا۔ اسکو عذاب دیگا اور نقد کفارہ سے معاف نہ ہوگا اور بعض نے کہا  
 کہ مراد انتقام یہ ہے کہ وہ اس کفارہ مذکورہ کے واسطے نافذ ہوگا۔ اور ابن کثیر رحم نے ذکر کیا کہ ابن جریر نے فرمایا کہ ابن جریر نے حضرت علامہ  
 سے کہا کہ آپ کو عذر کی کوئی حد معلوم ہو تو فرمایا کہ نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کے نزدیک امام المسلمین پر واجب ہے کہ اسکو مزا دیوے۔ فرمایا کہ نہیں  
 یہ تو اسنے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ ایک گناہ کیا ہو دیکھیں اسکو فدیہ دینا پڑے گا۔ رواہ ابن جریر۔ اور بعض نے کہا کہ اسکو کفارہ میں نافذ کر کے  
 انتقام لے گا اور یہ قول سعید بن جبیر ہے۔ پھر جمہور سلف و خلف کا یہ قول ہے کہ ہر بار جب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو پھر کفارہ واجب ہو گا خواہ  
 پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا کمر لگتی بار واقع ہو اور خواہ عمدہ ہو یا خطائے ہو۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ جس نے خطا سے  
 احرام میں شکار کو قتل کیا تو جتنی بار اس سے واقع ہو ہر بار دو عادل حکم کریں اور وہ جزا دیوے اور اگر اسنے عمدہ آئیسا کیا تو ایک بار ایسا کیا جائیگا  
 اور اگر دوبارہ عود کیا تو اس سے کہا جائیگا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لے گا اور یہی حکم میرے نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریر و جماع  
 و سعید بن جبیر و حسن بصری و نخعی کا ہے جیسا کہ ابن جریر نے روایت کیا۔ اور خود ابن جریر نے قول ادل ہی کو اختیار کیا ہے۔ اور ابو العلی نے حسن بصری  
 سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام میں عمدہ شکار کیا تو اس سے درگزر کی گئی پھر اسنے دوبارہ یہی کیا تو آسمان سے ایک آگ اتری اسنے  
 اس شخص کو جلا دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ واضح رہے کہ یہ بلیغ عمدہ تھی لیکن ہمیشہ ایسا واقع ہونا ضرور نہیں اور یہ زیادہ سخت ہے کہ چھوڑے  
 جاوے آخرت کے لیے کہ وہ عذاب شدید ہو۔ اگر کہا جاوے کہ انتقام اگلی کے بعد دنیا میں اس پر جزا کیوں ہو تو جواب یہ کہ اسکی عمدہ میاکی اور  
 نافرمانی کی سزا میں یہ وعید ہو اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اسکے عوض میں جزا مذکور ہو پس وعید مذکورہ اس پر جزا مذکور  
 واجب ہونے سے مانع نہیں ہے پھر یہ سب خشکی کے شکار کے واسطے مذکور ہوا رہا بیان شکار درباری تو فرمایا

اَحْلَلْ لَّكُمْ صَيْدَ الْبَحْرِ وَطَعَامَهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلْسَيَّارَةِ وَحَرَّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدَ الْبَرِّ  
 حلال ہوا تمکو دریا کا شکار اور اُسکا کھانا فائدہ کو تمھارے اور مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا  
 صَادُ مَتَّحٍ مَا وَاقَعُوا اللّٰهَ الَّذِيْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ

جب تک رہو احرام میں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس جمع ہو گے اللہ نے کیا ہر کعبہ

الْمَيْتَةِ الْحَرَامِ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّجَرِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ وَالْقَلَائِدِ ذَلِكَ

ہے گمر بزرگی کا ٹھکانہ لوگوں کے واسطے اور حبس بزرگی کا اور تہائی بھائی اور گلے میں لٹکن ایسا کرتا

لِيَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

ہے اسواسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کر معلوم ہے جو کچھ ہو آسمان اور زمین میں اور اللہ ہر چیز سے

شکار کرنا منع ہوا اور جب احرام میں نہ ہو تو شکار کر سکتا ہے۔ پھر جسے حالت احرام میں شکار کیا یا حرم کی سرزمین کا شکار ادا تو اسکی سزا یوں بیان فرمائی۔ **وَمَنْ قَتَلَ عَمَلًا مِّثْلَ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْوِ** اور جس نے تم میں سے صید کو عمدہ قتل کیا تو واجب جزا ہو گا۔ مثل اسکی جو قتل کیا انہم سے۔ نعم صرف اونٹ گائے بکری کے اقسام ہیں یعنی نعم سے مثل مقتول کا ادا کر دے۔ برابر ایک مثل ضرورت ہو۔ مثل معنوی یعنی قیمت ہو تو آئینہ دو وزن اجمال میں اسی وجہ سے فقہاء میں اختلاف ہے۔ واضح ہو کہ جزاء کو رفع ہو اور معتدلاً مقدر ہو اسے نجر ہو مثل ماقول۔ اور ایک فرارۃ میں باقائت ہو اسے نجر اور مثل ماقول۔ پھر جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے معتدلاً فرمایا یعنی جو نذر کر کے قتل کرے یعنی احرام کو جان بوجھ کر یا درگفتا ہو اور قصد کر کے قتل کرے۔ جیسے خطا کرنے والا وہ کسی اور چیز کا قصد رکھتا ہو مگر شکار کے ناک گیا۔ اور نجر لا ہوا وہ کہ قصد کر کے شکار کو مارے مگر احرام یاد نہ ہو۔ ایک روایت میں ابن عباس و احمر بن حنبل نے اور داود و طاہری نے اس سے استدلال کیا کہ جزاء فقط اسی پر عامد ہوتی ہے جسے معتدلاً قتل کیا ہو اور یہی قول سعید بن جبیر و طاؤس و ابو ثور کا ہے۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے طاؤس سے بروایت ابن ابی حاتم یہ قول نقل کر کے کہا کہ یہ مذہب غریب ہے اور مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ معتد سے مراد یہاں وہ شخص ہے جسے احرام کو بھول کر عمدہ شکار قتل کیا ہو اور اگر احرام یاد کر کے قتل کیا تو یہ بڑا گناہ ہے کفارہ سے پورا نہ ہو گا اور اسکا احرام باطل ہو گیا۔ رواہ ابن جریر و ابو داؤد و ترمذی۔ اور یہ بھی قول غریب ہے۔ اور مجبور فقہاء جہمیین سے (مگر اربعہ بھی ہیں) اس قید فقہ کو بطریق غالب احوال کے قرار دیا جیسے قولہ دریا لکم الا ان فی حوزکم۔ میں ہر پس وہ عمدہ قتل کرے یا خطا سے یا بھول کر بہر صورت اس پر جزاء واجب ہوگی اور یہی حضرت عمر و ابن عباس و حسن بصری و شافعی و زہری سے مروی ہے اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ زہری نے فرمایا کہ قرآن مجید دلائل کتاب کو قید کرنے والے پر جزاء ہے اور سنت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جو بے ہوشے پر بھی جزاء ہے اور حاصل آگاہ قرآن مجید میں قید کرنے والے پر ضمانت کے باوجود گناہ بھی مذکور ہے اور سنت و احکام صحابہ سے خطا سے قتل کرنے والے پر بدون گناہ کے جزاء ضمانت مذکور ہے۔ قال ابن کثیر اور نیز شکار کے قتل کرنے میں اسکو تلف کرنا ہوتا ہے اور تلف کر دینا ہر حال میں مضمون ہوتا ہے خواہ عمدہ ہو یا خطا ہو لیکن فرق اسقیدہ پر کہ عمدہ میں ملامت بھی ہے اور خطا میں ملامت نہیں ہے۔ پھر ہر جزاء کا بیان تو مفسر سیوطی رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر مثل ماقول میں انہم سے یعنی جو عمدہ قتل کیا اسے مثل جزا ہے یعنی خلقت میں اس کے مشابہ جائز جو نعم میں سے ہووے اسکا بدلہ ہو پس ثبات اس تفسیر پر باعتبار خلقت صورت کے ہوگی۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود سے حکایت کیا کہ انھوں نے نجر اوہ مثل ماقول۔ پڑھا اور اس میں ذیل ہے کہ جو محرم لے قتل کیا اسے مثل جزاء ہے اور یہ مثل لیا جاوے انعام میں سے۔ اور یہی امام مالک و شافعی و احمد و جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا کہ قیمت واجب ہوگی یعنی مثل معنوی مراد ہو کیونکہ جو جائز صید کہ محرم قتل کرے اسکا مثل بسبب تفاوت فاحش کے پیدا نہیں ہو جاتا کہ مثلاً ہرن مارا تو اسکا مثل ہرن نہیں ہو سکتا بلکہ فرق ہوگا۔ اور خصوص اس صورت میں کہ وہ انعام میں سے ہووے تو ہرن کے مثل اونٹ یا گائے یا بکری سے کیونکہ لیا جاوے یا خرگوش مارا یا کبوتر مارا تو مثل کمان سے آدھے پس ظاہر ہوا کہ صورت میں مثل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ معنوی مثل ہونا مراد ہے اور وہ باعتبار قیمت کے ہو کیونکہ ہر چیز کی قیمت اسکی مماثل معنوی ہے پھر اس قیمت سے اعلیٰ نعم میں سے کوئی جائز خرید کر قربانی کر دیا جاوے بشرطیکہ قیمت اسقدر ہو ورنہ مثل معنوی ادا کر دے لہذا ہر صورت میں اسکو اختیار ہے کہ چاہے یہی قیمت ہو یا جو اسے یا اس قیمت کے عوض کوئی جائز از قسم انعام خرید کر لے بشرطیکہ قیمت اسقدر تک ہو یا جو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ صید مقتول یا تو ایسا ہو گا کہ انعام سے اسکا مثل کوئی جو پایہ پایا جاتا ہو یا نہیں پس جبکہ صورت میں اسکا مثل پایا جاوے تو یہی مثل قرار دیا جائیگا اور صحابہ رحمہ اللہ نے مثلی میں باعتبار صورت کے مثل کا حکم دیا ہے جیسے انعام قتل کرنے میں بدو کا



حکم دیا اور نیکل گاؤ مارنے میں گاؤ کا حکم دیا اور ہرن قتل کرنے میں مینڈھے کا حکم دیا اور یہ باسانید صحیحہ ثابت ہوا، پس در صورت مثلی موجود ہونے کے قینار صحابہ رضی اللہ عنہم کو لینا اویے ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اصول حقیقہ سے بھی موافق تھا کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک جہان حدیث بنو دہان صحابہ کی تقلید لازم ہو لیکن ظاہر مذہب حنفیہ میں وہ ہر جہاد کو ہوا بھر شیخ رحمہ نے لکھا۔ اور در صورتیکہ صورت میں مثل موجود نہ ہو تو ابن عباس رحمہ نے حکم دیا کہ اسکے دام بیکر کہ میں پہونچائے جاوین۔ مگر رواہ البیہقی عنہ۔ پھر اس مثل ہونے کو دو عادلان کی رائے پر محمول فرمایا۔ بقولہ **ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ** اسکے ساتھ تم میں سے دو صاحبان عدل حکم کریں گے۔ یعنی عید مقتول کا مثل وہ کہ جو حکم کریں دو مرد صاحبان عدل تم میں سے۔ مفسر سیوطی چرنے کہا جنکو ایسی ذاتی حاصل ہو کہ اسکی وہم سے وہ تیز کر لیں کہ اس صید مقتول کے مشابہ چوپائوں میں سے کون جانور جو چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے دیکھ کر نے نعمانہ شکار کے عوض بدینہ کا یعنی کسی شخص نے نعمانہ شکار کے عوض ہرن قتل کر ڈالا تھا تو ابن عباس وعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے حکم دیا کہ اسکا نقد یہ مشابہ ایک بدینہ چوپائوں میں سے (ابن شیبہ) اور نیکل کا اور چنگلی گدھے کے عوض میں ابن عباس و ابو عبیدہ بن الجراح نے پاؤ گاسے کا حکم دیا اور ابن عمر رحمہ وعبد الرحمن بن عوف نے ہرن کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالک رحمہ۔ اور ابن عباس وعمر بن الخطاب وغیرہ نے کیوڑ کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر چو سے پانی پینے میں بکری مشابہ کیوڑ کے ہے۔ قال المترجم۔ یہ سب اسی قول جہود کے موافق ہے کہ مراد مثل سے جسمانی مشابہت ہو اور بنا بر قول امام ابو حنیفہ رحمہ کے معنی یہ ہونگے کہ دو عادل مرد اس مثل معنوی کا یعنی قیمت کا حکم کریں و لیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہوئے تو کوئی شک نہیں کہ بقول شیخ ابن کثیر رحمہ کے اسکو لینا اولی ہوگا اگرچہ قول ابو حنیفہ رحمہ آسان اور اس زمانہ کے موافق ہو بسبب آنکہ اہل عدل بعیر کم باب ہو گئے لیکن اہل علم ہوں اللہ تعالیٰ اعلم۔ علاوہ بڑی در صورت عدم مثل کے قیمت اسکا مثل ضروری لیا گیا ہو جیسا کہ معلوم ہوا بالا بلکہ بقول شیخ ابن کثیر رحمہ کے در صورت مثل ہونے کے صورت کا مشابہ لینا اولی ہو اور رواہ کہ قیمت بے بجاوے خواہ اسکے عوض کوئی جانور یا پاد یا لاین قربانی کے خریداجاؤ یا نہ خریداجاؤ۔ پھر بیان فرمایا کہ یہ مثل لیکر کتبہ کو پہونچایا جاوے چنانچہ کہنا۔ **هَذَا يَابُلُغٌ الْكَلْبَةِ** در حالیکہ بدی ہو جو کتبہ کو پہونچے۔ **فَنَسَبَ** پس بدی یا مصدر یعنی معقول حال ہو جزاء سے اور **يَابُلُغٌ الْكَلْبَةِ** بدی یا جو۔ قال المفسر رحمہ **يَابُلُغٌ الْكَلْبَةِ** کے معنی یہ کہ یہ مثل لیکر حرم میں پہونچایا جاوے اور وہاں فسخ کیا جاوے اور وہاں کے مسکینوں کو صدقہ بانٹ دیا جاوے اور یہ جائز نہیں ہو کہ جس مقام پر اسنے شکار قتل کیا وہاں فسخ کیا جاوے۔ اور **يَابُلُغٌ الْكَلْبَةِ** کہ نصب سوجہ سے کہ بدی کی صفت ہو اور اگر یہ وہم ہو کہ بدی یا نگہ ہو اور **يَابُلُغٌ الْكَلْبَةِ** میں **يَابُلُغٌ** کو معرفت بالمال کی طرف اضافت ہو تو جواب یہ ہو کہ یہ اضافت لفظیہ ہے جس سے معرفت نہیں ہوتا پس نگہ رہا تو صفت نگہ ہو سکتا ہو۔ یہ سب اس صورت میں ہو کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ میں سے پایا جاوے اور اگر اسکا مثل نہ پایا جاوے جیسے شکار گریا کو مارا یا ٹیڑھی مار ڈالی تو ایسی صورت میں اسکی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ بیان دو مقام باقی رہے اول آنکہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہو وہ ہمیشہ لازم ہو گیا اور دوم آنکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم میں سے ایک ہو سکتا ہو یا نہیں۔ پس توضیح مقام اول آنکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہو اور دو عادل فقط اسی مثل کے حکم کرنے کو ہیں حتیٰ کہ اگر دو دن نے کسی غیر مائل کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا پھر ظاہر یہی ہو کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کریں اور اگر انھوں نے ویسے واقعہ میں سلف کا کوئی حکم لیا تو اسکی مطابقت لازمی نہیں ہو اگرچہ بعض جہات سے اولی ہوگا کیونکہ مثل کے دریافت میں ایک نور بصیرت ضرور ہو جیسے کہ یوسف کے فرست کی بابت حدیث آئی ہو کہ وہ نور آتی ہے دیکھتا ہو اور اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ اس نور بصیرت و تیز بین علی و اقدم ہیں لیکن ہر واقعہ پیش آنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہیں ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وسعت رحمت ہو



ظاہر نہیں بلکہ اظہار یہ ہو کہ مطلقاً مومنوں کو خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو۔ **لَتَبْلُوَنَّكُمْ اللّٰهُ** اس میں لام قسم ہے اسے و اللہ یختبرکم اللہ۔  
 و اللہ تمکو امتحان فرما دیگا اللہ تعالیٰ۔ **بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيِّدِ** کچھ شکار سے **فَنَـۤا** اس میں بعض نے کہا کہ میں بیانہ ہوا ہے بشی خیر میں ہے  
 یعنی ایک حقیر چیز سے امتحان کر گیا وہ صید ہی اور مومن شکر کے تحفہ کے واسطے ہو اور فقیر مصدر یعنی معقول ہو یعنی ایسی چیز سے جو شکار کیجاتی ہو۔ اور  
 بعض نے کہا کہ میں تعینہ ہو یعنی بعض صید ہو اور وہ خشکی کے جانور لائق شکار ہیں نہ دریا کی جانور اور یہی شیخ ابن جریر وغیرہ کا قول ہے۔ اور ظاہر  
 کلام مفسر رح اول وجہ برد لالت کرنا ہے کہ کیا اسے بشی پرستہ کم من الصید۔ یعنی صید تیسرے بھجکر تک امتحان فرما دیگا۔ اگر کہا جاوے کہ لیبوکم  
 اللہ بالصید۔ کہہ دیں نہیں فرمایا تو جواب آئے کہ امتحان بالشیء خود نہایت توجہ کے لائق ہو پھر من الصید سے بیان نہایت مؤثر ہوگا جیسا کہ علم غیبت  
 میں ثابت ہوا اور دیگر آئے کہ بشی سے اظہار ہوا کہ یہ امتحان کچھ بڑے امتحانوں میں سے نہیں ہو۔ پھر واضح ہو کہ اہل عرب کو شکار کی بہت عادت تھی  
 بلکہ بعض جگہ کن کا گذران اسی پر تھا پس انکو امتحان کیا اس طور پر کہ احرام کی حالت میں انہر شکار کرنا حرام کر کے ایک جھنڈ شکاری جانوروں کا  
 انکے مکانوں و مہموں میں ڈال دیا کہ وہ جانور خود بخود چلے آتے تھے لیکن انہر شکار کہ مومنین صحابہ رحمہ ثابت و مستقیم رہے اور یہ ویسا ہی امتحان تھا  
 جو شہر ایل کے بنی اسرائیل پر زمانہ داؤد علیہ السلام میں مچھلیوں کے شکار کے حق میں ڈالا تھا چنانچہ وہ قصہ مچھلا نہ کور ہوا اور مفصل انشاء اللہ  
 آویگا۔ پھر اس شیء کی جو صید ہو رہے صفت بیان کی کہ **تَنَالُهُ اَبْدٌ يَّكْمُرُ** انکو پادینگے تو مارے ہاتھ **فَنَـۤا** یعنی اس صید میں سے جو  
 بچہ و ضعیف کو تو مارے ہاتھ پا جاوینگے پا ہاتھ سے پکڑو۔ **وَسَرَّ مَّا حَكَمُوْا** اور تمہارے نیرے **فَنَـۤا** یعنی بڑے صید و تو انکو تو مارے  
 نیرے پادینگے کہ جسکو چاہو نیرے سے مارو۔ اور واضح رہے کہ ہاتھ اور نیرے کی کچھ خصوصیت مقصود نہیں بلکہ اکثر امتحان ہی سے شکار پکڑ لیتے  
 یا عرب دانے اکثر وحشی رمنہ کو تیرے سے رتے تھے اس معنی کہ ہاتھ و نیرے کو ڈکڑ فرمایا۔ اور مقابلہ سے مروی ہے کہ عمرہ حذیبہ میں انجرت  
 کے چٹے سال یہ آیت اُتری تھی اور حالت یہ ہوئی کہ وحشی جزیرہ پر مومنوں کے ڈیر دن خیون میں چھائے پڑتے تھے چنانچہ سابق زمانہ میں بھی  
 ایسی کیفیت نہیں دیکھی گئی تھی پس اللہ تعالیٰ نے حالت احرام میں انکے شکار کرنے سے منع فرمایا اور حاصل آئے کہ اللہ تعالیٰ انکو امتحان کر گیا  
 صید و بھجکر جو انکے ڈیروں میں چھاوینگے اس طرح کہ وہ لوگ انکو ہاتھوں سے پکڑنے و نیروں سے مار لینے پر یعنی آسانی سے شکار کر لینے پر قادر ہونگے  
 لیکن احرام میں انکو شکار سے ممانعت کی جائیگی **لَتَعْلَمُوْا اللّٰهُ مَرَّجَاۃً بِالْغَيْبِ** تاکہ اللہ تعالیٰ جانے کہ کون اسکی غیبت کے باوجود  
 ڈکڑا ہو **فَنَـۤا** یعنی یہ امتحان اس واسطے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ جو ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہو وہ بطور علم ظہور کے جان لے کہ کون بندہ اس سے  
 خوف رکھتا ہو ورنہ خلیکہ وہ غائب ہو لینے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو نہیں دیکھا ہو پس خوف کر کے شکار مارنے سے اجتناب کرے۔ اور مراد علم ظہور سے  
 یہ کہ مخلوق پر ظاہر ہو جاوے اور بیخداوی۔ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جاننا ذکر کیا حالانکہ مراد یہ کہ جو معلوم ہو وہ واقع و ظاہر ہو یا اس سے علم غیب متعلق  
 ہو انفرادی اور مشرک جماعتی کہ دوسرے پارہ میں یہ بحث مفصل گذر چکی ہے اب وہ ہر انظر علیہ۔ پھر ایمان کا مدار اسی غیب پر ہے۔  
 اسی واسطے مرنے دم جبکہ ہر کافر و کفر ایمان کے سامنے عذاب و ہر وہ چیز جس میں شک یا انکار رکھتا تھا کھل جاتی ہو تو اسوقت کا ایمان قبول  
 نہیں ہوتا ہو۔ **فَمَنۢ اَعْتَدَ لِيَّ عَذَابًا** ذلک پھر سننے حد سے تجاوز کیا بعد اسکے **فَنَـۤا** یعنی شکار سے ممانعت کرنے کے بعد حکم سے تجاوز کیا اور شکار  
 کیا **وَقَالَ عَذَابُکَ اَلِیْہِمْ** اسکو دیکھ دینے والی مار ہوگی **فَنَـۤا** خواہ دنیا میں یا آخرت میں پادوں کی جگہ سطح اور تعالیٰ جانتے۔ پھر اسکے بعد  
 علی الموم حالت احرام میں شکار نہ کرنے سے منع فرمایا **لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ فِیْہَا الْحَیْۤاتُ** و **اَنْتُمْ حَرَّمَ** اے ایمان  
 تم شکار نہ مارو ورنہ خلیکہ تم حرم ہو حرم جمع حرم یعنی محرم ہوا ہے حج و عمرہ کا احرام باندھے ہوئے کی حالت میں ملت شکار مارو۔ اور فقیر ہر جانور

جو خوشی ہو اگرچہ کھانا بخارے جیسے شیریں اور ایک چاعت علماء نے خاص اسی کو صید کہا جو کھایا جاوے۔ اول مختار خفیہ ہے اور دوم مختار شافعیہ  
 بلکہ نیل حدیث جابر رحمہ اللہ کہ ایک نے جابر رحمہ سے پوچھا کہ کیا ضعیف بھی صید ہے فرمایا کہ ہاں۔ تو کہا میں اسکو کھاؤں۔ فرمایا کہ ہاں۔ تو کیا آپ نے اسکو  
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا کہ ہاں۔ (ابوداؤد الترمذی وغیرہ) پس عرب اسی جائزہ کو صید کہتے جو کھایا جاوے۔ پھر صید عام ہے  
 خشکی کے جائزہ ہون یا تری کے لیکن آگے کی آیت میں تصریح موجود ہے لہذا صید سے مراد فقط خشکی کے شکار ہیں اور خشکی والے صیود عام رہے چنانچہ ابن کثیر  
 نے ذکر کیا کہ براہ منی کے یہ لفظ عام شامل ہیں ان جائزہ ان شکار کو جو کھائے جاتے ہیں اور نہ نہیں کھائے جاتے ہیں اور جو ماکول وغیرہ ماکول سے پیدا  
 ہوتے ہیں لیکن شافعی رحمہ کے نزدیک جو خشکی کے جائزہ نہیں کھائے جاتے ہیں انکو قتل کرنا احرام باندھے ہوئے آدمی کو روا ہے کیونکہ صید نہیں ہے  
 اور جب وہ علماء نے کہا کہ نہیں بلکہ انکو قتل کرنا بھی حرام ہے اور اس میں سے کچھ بھی مستثنیٰ نہیں سوائے پانچ جائزہ ہون کے جو صحیحین کی حدیث عام التوبہ  
 عائشہ رضی اللہ عنہا میں مذکور ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جائزہ فاسق ہیں انکو حل و حرم میں قتل کرنا روا ہے وہ غراب اور چیل اور بچھو اور چوہا اور  
 کلب عقور ہے۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مصرح ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جائزہ ہیں جنکے قتل کرنے میں احرام باندھے ہوئے  
 آدمی پر کچھ گناہ نہیں اور وہ غراب و چیل و بچھو و چوہا و کلب عقور ہے۔ رواہ البخاری و مسلم الاضواء۔ ابوبکر رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے مانع رحمہ اللہ  
 کہا کہ بھر ساپ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ اسکے قتل کیے جانے میں کچھ شک نہیں ہے اور اس میں اختلاف نہیں۔ اور میرے جسم کتنا ہے کہ نسائی رحمہ اللہ نے  
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں بیان ہے کہ پانچ جائزہ ہیں جنکو حرم قتل کرے ساپ و چیل و غراب البقع اور کلب عقور۔ اسی روایت سے بعض نے  
 استدلال کیا کہ غراب یعنی کوسے سے مراد وہ کوا ہے جو البقع ہو لینے اسکے پیچھے و پیٹ پر سپیدی ہوتی ہے اور کالا کوا و سپید کوا مراد نہیں ہے بلکہ جو  
 نے کہا کہ سب مراد ہیں کیونکہ حدیث صحیحین میں لفظ عام ہے اس میں غراب البقع بھی داخل ہے پس اس سے تخصیص نہیں ہو سکتی ہے۔ پھر کلب عقور  
 کے معنی کٹھاگٹا۔ اور انندام مالک و احمد کے بعض علماء نے کلب عقور کا لفظ ان سب درندوں کو شامل ہے جو حملہ آور ہوتے ہیں اور ان لوگوں  
 سے انکا ضرر زائد ہوتا ہے۔ اور زید بن اسلم و سفیان بن عیینہ نے کہا کہ کلب عقور کا لفظ ان سب درندوں کو شامل ہے جو حملہ آور ہوتے ہیں اور ان لوگوں  
 نے اس حدیث علیہ سے استیناس کیا کہ حضرت صلعم نے عقرب بن ابی امیہ کے حق میں بددعا کی تھی کہ اے پروردگار اس پر اپنے کلاب میں سے  
 ایک کلب کو مسلط کر دے پھر اسکا انجام یہ ہوا کہ مقام زرقاد میں اسکو پھڑپے نے پھاڑ ڈالا۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر سوائے انکے کوڑھی و ساپی وغیرہ  
 کو مارا تو اسکا فدیہ دینا پڑے گا پھر ان پانچوں کے ساتھ انکے بچے بھی لاق کیے گئے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ غیر ماکول کا قتل روا رکھتے ہیں تو انکے  
 نزدیک چھوٹے و بڑے میں کچھ فرق نہیں ہے اور فقط نہ کھایا جانا انکے نزدیک علت جامعہ ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے کہا کہ محرم کو روا ہے کہ کلب  
 کو قتل کر ڈالے اور بچھو بچھو کو بھی قتل کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی کلب برسی ہے اور اگر ان دونوں کے سوائے کسی درندے کو قتل کیا تو اسکا فدیہ  
 دیوے لیکن اگر کسی درندے نے اس پر حملہ کیا اور اسنے قتل کر ڈالا تو اس پر کچھ فدیہ نہیں ہے اور یہی قول ادزاعی و حسن بن صالح کا ہے۔ اور  
 شیخ زفر رحمہ اللہ نے کہا کہ کلب عقور کے سوائے باقی درندوں کے قتل کی اجازت در صورت حملہ آور ہونے کے ہے بلکہ اسکا فدیہ دینا پڑے گا  
 پھر وضع ہو کہ اس مخالفت میں مرد و عورت میں سب شامل ہیں کیونکہ محرم دونوں پر بولا جاتا ہے چنانچہ رجل حرام اور امرأة حرام۔ پس عورت پر  
 بھی اسکی پابندی لازم ہے۔ اور احرم الرجل یعنی زمین حرم میں داخل ہوا اور محرم وہ شخص جو احرام باندھے ہو اگرچہ زمین حل میں موجود ہو۔ پھر وہ  
 کہ حرم میں ہیں خواہ وہ زمین رہتے ہیں یا وہاں چلے جاویں وہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں اگرچہ احرام باندھے ہوں اور بعض نے کہا کہ آیت کریمہ  
 سے دونوں مراد ہیں۔ حاصل آنکہ زمین حرم کا جائزہ تو مطلقاً شکار سے منع ہے خواہ آدمی احرام باندھے ہو یا نہ اور زمین حل کا جائزہ حالت احرام

شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ برادر بن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جنہوں نے اسکو حرام ہونے سے پہلے پیا ہو تب نازل ہوا تو کہہ لیں علی الذین آمنوا والآیہ۔ رواہ ابو داؤد الطیالسی والترمذی وقال حسن صحیح۔ اور ہرقی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابو بکر البزار کی روایت جابر بن عبد اللہ میں ہے کہ یہود نے ایسا کیا تھا اور اسناد اسکی صحیح ہے لیکن غریب ہے اور روایت احمد ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے ان منافقین کا کیا حال ہو گا جو مر گئے حالانکہ اسکے پیتے تھے۔ اور بخاری شریف نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ احد کے روز صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگوں نے شراب پی تھی حالانکہ ابدا کے اسی روز سہ کے سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحريم الخمر کے تھا۔ وقد رواہ ابو بکر البزار ایضاً۔ مترجم کہتا ہے کہ تو فیق ان روایات میں یہ ہے کہ یہود نے اور یہودی منافقین نے مومنوں پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دریافت کیا تب نازل ہوا۔ قوله لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا كَانُوا۔ کچھ بھی گناہ نہیں ان بندوں پر جو ایمان لائے و نیک کام کئے ہیں چیزیں جو انہوں نے کھائی ہوں فسبب اس میں عین حرف سلب و بالکلیہ نفی کو مقدم کر کے تنبیہ کی کہ گناہ ہونا پہلے ہی ستر رکھو اور اسکے تحت میں جناح نہ کہ وہ داخل کیا جس سے عموماً بالکل ہر گناہ کے نفی ہو گئی یعنی اسکے متعلق بالکل کوئی گناہ نہیں ہے اور طعم کا استعمال کھانے میں ہے اور پیٹنے کی چیز میں بھی آتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ ومن لم یجد فانه منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ پیگا وہ میرے گروہ سے ہے۔ پھر ظاہر ہے کہ سبب اگرچہ فقط سوال خمر تھا لیکن جواب عام ہے چنانچہ مفسر سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا۔ اسے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل التحريم۔ یعنی حرام ہونے سے پہلے جو کچھ انہوں نے شراب پی یا مال مار کھا یا اسکا انچہ کچھ گناہ نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہے پس جبکہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو نہ کرے تو ثواب ہو خواہ بروقت دعا ہی موجود ہونے کے باوجود نہ کرنے سے ثواب ہو یا عدم محسم پر ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ میں اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہو اور وہ اعتقاد رکھے لیکن نہ سے حجاز ذکر کیا بسبب نفس و شیطان کے ظہر کے وہ فاسق ہے۔ پس جبکہ اسکو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا تب تک جسے اسکو کھایا یا پی گناہ نہیں۔ اِذَا مَا اتَّقَوْا اَجْرَكُمْ انہوں نے تقویٰ کیا۔ فان ان چیزوں سے جو حرام کی گئیں۔ اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا شرک و کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا باطنی طور پر کہ حکم الہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ یا کلمہ یہ ظہر کچھ تخصیص حکم کے لیے نہیں ہے کہ اس سے استدلال کیا جاوے کہ مباحات شرعی مانند مردار وغیرہ کے بعد وقت جمعہ کے اسی شرط پر حلال ہوتے ہیں کہ جب طاعت میں ہو ورنہ نہیں بلکہ یہ ظہر فقط بیان ایمان و تقویٰ ہے۔ وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ اور ایمان لائے و نیک کام کیے۔ یعنی جو اعمال اللہ تعالیٰ نے نیک فرمائے ہیں انکو جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے انکو بجالائے فرض کو اور واجب کو بطور وجوب کے فرو بجالائے اور مستحب و نفل کو بطور تطوع کے بجالائے اور بعض نے کہا کہ شرک سے تقویٰ کیا اور ایمان لائے۔ اتَّقُوا اَجْرَكُمْ اور ایمان لائے۔ فسبب یعنی پھر ثابت رہے تقویٰ و ایمان پر اتَّقُوا و احسنوا یعنی پھر تقویٰ رکھا اور نیک عمل کیے۔ فسبب بعض نے کہا کہ پہلا تقویٰ تو بندہ اور اپنے نفس کے درمیان ہے اور دوسرا تقویٰ اسکے دلوں کے درمیان ہے اور تیسرا تقویٰ اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اول تقویٰ از حرام ہے اور دوم از شبهات ہے اور سوم از بعض مباحات ہے تاکہ طبیعت و قلب پر نیل کچھ نہ آوے اور بعض نے کہا کہ اول تقویٰ تو اسلام مع تصدیق کے ساتھ جان تک مکن ہے۔ اور دوم تقویٰ مع ایمان و تصدیق کامل ہے جو اسلام کے افعال و مباحات سے بسبب صفاتی قلب کے ظاہر و روشن ہو جاتی ہے اور تیسرا تقویٰ خیرہ احسان کے ساتھ ہے اور سبب کمال ہے کہ لہذا فرمایا۔ وَاللَّهُ يَكْتُبُ الْحَسَنَاتِ۔ اور اللہ تعالیٰ محسنین کو خوب رکھتا ہے۔ فسبب مفسر نے کہا کہ مراد انکو نیک کام کرنے والوں کو یعنی شرع میں جو نیک کام ہیں جو

شروع ہن انکے بچانے والوں کو اللہ تعالیٰ ثواب جمیل عطا فرماتا اور محبت کے یہی معنی ہیں اور حق یہ ہے کہ محبت کی حقیقت سے اللہ تعالیٰ دانا تر ہے لیکن یہ یقین ہے کہ جنکو اللہ تعالیٰ محبوب فرماتا ہے انکو ثواب جمیل ضرور ملتا ہے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو مسخرتِ مسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے کہا گیا کہ اسے ابن مسعودؓ کو انجین محسنین میں سے ہے۔ رواہ سلم والنسائی والترمذی فی العرائس قولہ تعالیٰ یس علی الذین آمنوا آلائیہ۔ جب تک اللہ تعالیٰ کسی چیز پر جو بندوں کے لیے محل امتحان ہو لطف سے بجلی فرماتا ہے تو وہ بندوں کے واسطے مباح ہوتا ہے اور وہ اسکے تناول سے اور استعمال میں لانے سے مافوق نہیں ہوتے ہن جب تک اس میں یہ حالت نظر آتی رہی پھر جب اس پر سے نور تجلی لطف اٹھایا گیا تو وہ ان پر حرام ہو گئی اور سمجھدار کے لیے یہ لطیف اشارہ ہے۔ اب میں اشارات کی طرف رجوع کرتا ہوں جس سے سہل و سحر ہو سوسو فصیح ہو کہ عارف عاشق جب تک کہ اللہ عزوجل کی طرف چلا جاتا ہے اس صفت کے ساتھ کہ وہ ماسول ہے اللہ تعالیٰ کے سب سے بزرگ و متحرک و تغیر پذیر ہے اور مراقبہ و احوال سے اسکی نظر فقط اللہ تعالیٰ کی درگاہ پر ہو تب تک وہ اپنی حیات و زندگی میں چاہے بہا حیات و عزت کو استعمال کرے اور چاہے رفاہیت و عمدہ آسودگی سے بسر کرے بشرطیکہ علم الہی و شریع پاک کے موافق ہو اسکو یہ اوقات رفاہیت و فراخی سے بسر کرنے کی کچھ مضرت نہیں پہونچاتے ہن کیونکہ اصل نظر اسکی ان چیزوں پر کچھ بھی نہیں ہے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اسنے حلال کھانا پینا تلاش کیا جن طرح شریع میں حکم ہے اور اس میں سے بھی کفایت سے زائد نہ لیا تو جب قدر اسنے برداشت کیا وہ عین نور اور بالکل ثواب ہے قال المیزجیم آیت میں استیناس ہے کہ اطفال فرود عید کی بنیاد تقویٰ پر ہے لہذا اگر ایک مجتہد عالم کے شرعی اجتہاد میں کوئی چیز مباح ہے تو وہ اسی پر عمل کرے اور دوسرے مجتہد کے شرعی اجتہاد میں وہی چیز مکروہ ہے تو وہ ہرگز مباح نہ کرے اور اسی تکلیف پر عمل کرنے سے ہر ایک کو ثواب ملے گا۔ فافہم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَبِئْسَ شَيْءٌ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَمِثْلُكُمْ

اے ایمان والو! ایسا بگڑا ہوا شکار ہے جس سے تم ہاتھ نہیں اٹھ سکتے۔ اور نیز

لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنَافِقُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ

کہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے اور کون نہیں ڈرتا۔ اور جو کسی نے اس کے بعد

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُّمٌ ۚ وَمَن قَتَلَ مِمَّنْ مَّتَعِمًّا

اے ایمان والو! نہ مارو شکار جو تم پر حرام ہے اور جو کوئی تم میں اسکو مارے جان کہ

فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْيِ جُزَاءً ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُ قَتَلَ مِمَّنْ مَّتَعِمًّا ۚ

تو بدلہ اس کے برابر موتی میں سے ہے۔ وہ ٹھہرا دین دو متبر تھا رہے کہ نیاز ہو بخدا سے کہہ کہ

أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ ۚ أَوْ عَدْلٌ ذَٰلِكَ صِيَامًا لِّذَٰلِكَ وَقِيلَ لَهُ عَفَا

یا کفارہ کا اتنا ہے کہ کئی محتاج کا کھانا یا اس کے برابر روزے کہ کچھ سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا

اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۚ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ

جو ہو چکا اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بیر لگا اللہ اور اللہ زبردست ہے پھر لینے والا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمُوا مِنِ اخْتَلَفَتْ فِي كَلِمَةٍ مِّنْ آيَاتِ اللَّهِ فَاسْتَشِيرُوا عَمَلَكُمْ

نہیں ہمارے ہن اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احرام باندھے ہوئے لوگوں کو خطاب کیا کہ اگر کلمہ میں اختلاف ہو تو اس سے پہلے کہ اس شخص کے واسطے کوئی وجہ



کسی مقدار پھر پیئے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ تھوڑی بھی حرام ہو اور کلیہ آئین وہ حدیث ہو کہ ہر مسکر حرام ہو۔ پھر واضح ہو کہ مسکر کے مانند مخدر بھی حرام ہو یعنی جسکے استعمال سے بسبب تخذیر کے وہ اس میں اختلال ہو جاتا ہو جیسے ایفون و تنگ وغیرہ کیونکہ سنن ابوداؤد میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسکر و ہر مخدر سے منع فرمائی ہے۔ اور اسناد اس حدیث کی حسن حجت ہو اور نہی سے مراد تحریم ہو بغیر یہ عطف مسکر کے اور عین الہدایہ للترجمہ وغیرہ میں لبن التشنش یعنی ایفون کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتویٰ منصوص مذکور ہے جس شخص کو عادت ہو اگر عودم کیا کہ چھوڑ دے تو برکے قوی کرنے تک کہ چھوڑ جاوے عفو ہو اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ یہی ابن حجر رحمہ اللہ نے فتویٰ دیا۔ کہ فی التنازع اور تحریم خمر واسکی وجہ و مذمت میں بہت کثرت سے احادیث ہیں جن میں سے ایک بخاری ملکہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیر میں وارد کیا ہے اور جو کہ یہ احادیث صحیحہ توضیح اسی آیت کریمہ کی ہیں پس اسقدر تنبیہ کافی ہے تاکہ آیت میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اسکو حرام کیا بقولہ انما الخمر والمیسر والانصاب والالزام ریس من عمل الشیطان فاجنبوہ۔ پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدہ ثواب فرمایا بقولہ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ حروف تہجی جہاں اولیٰ عزوجل کی طرف سے آیا ہے وہ قطعی ہے یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرے گا اور حالیکہ مومن ہیں تو وہ ضرور فلاح پاوے گا۔ پھر انکے مقاصد دنیاوی و آخروی کی طرف اشارہ کیا بقولہ انما یرید الشیطان ان یوقع بینهما العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر۔ شیطان تمہاری پابندیاں کرے و مومن تمہارے درمیان عداوت و کینہ ڈالے۔ یعنی جب تم شراب پیو گے اور جو اکیہارے تو شیطان تم میں عداوت و بغض ڈالے گا کیونکہ ان دو وزن سے طرح طرح کے فتنے و شر پیدا ہوتے ہیں پس ان دو وزن کے مرکب ہونے سے شیطان کی دو مرادیں حاصل ہیں ایک یہ کہ تم میں عداوت و بغض ڈالو اور دوسرے اور دوم کو یوقع بینهما العداوة و البغضاء فی الخمر و المیسر۔ بیان فرمایا۔ وَلَیْسَ لَکُمْ عَلٰی ذٰلِکَ اَللّٰہُ وَحٰی اَلصَّلٰوۃ اور یہ کہ نماز رکھے تمکو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے قطع جبکہ تم شراب خوری و جو سے میں مشغول ہو۔ اور خاص کر کے یاد آگئی و نماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ و حج و زکوٰۃ و عدل وغیرہ سے بھی یاد رہنا ہو گا تو یہ خصوصیت بسبب اسکے کہ جملہ افعال خیر میں سے یہ دو وزن سبب میں سے بڑے اور دائمی ہیں پھر تاکید فرمائی بقولہ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنتَهُوْنَ کس بھلا تم باز رہتے والے ہو۔ اور یہ استفہام لفظ میں ہو اور مراد یہ کہ۔ پھر تم باز رہو ان دو وزن کے کرنے سے۔ اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں گذرا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل میں یہ مضمون روایت ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں لوگ شراب کی دعوت میں تھے اور میں ہی سب کو بلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنا کہ لوگو خیر دار ہو جاؤ کہ شراب حرام ہو گئی پس قسم ہو اللہ تعالیٰ عزوجل کی کہ پھر کسی نے شراب کو ٹھہر نہ لگایا اور ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی میں بہا دے۔ اور نیز مروی ہے کہ مدینہ کے جنگل و گلی کو چہر میں شراب بہتی تھی۔ پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اسکی قیمت و معاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی یہی فتویٰ دیا کہ شراب کو بچکا اسکے دام کھانا حرام ہیں اور بخاری وغیرہ میں حدیث سے ثابت ہے کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہے اور اگر دوسرے قور و اہر یکن نقد کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکہ کرنا جائز ہے اور تمام بحمت عین الہدایہ للترجمہ میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرما کر تاکید کی بقولہ وَاَطِيعُوا اللّٰہَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاَحْذَرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی ورسول کی طاعت کرو اور پرہیز رکھو۔ وَاَحْذَرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی۔ فان تولیتکم پھر اگر تم نے منہ موڑا۔ طاعت سے تمہارا علم و انصاف علی سؤلنا البلیغ المبین۔ جان رکھو کہ ارے رسول پر ہی لازم ہے



کہ ٹکڑے کھلایاں پہنچا دے۔ اور ٹکڑے بدل دینا ہمارے اختیار میں ہے یعنی نہ مانگے تو سزا پاؤ گے۔ جیسے مانگے تو ثواب میل ملے گا اور دنیا چند روزہ ہے اور آخرت باقی و دائم ہے۔ **فَإِنِ الْعَرَأْسُ** جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے لطف و انعام سے بقولہ و کلامہ عازر و فکر اللہ حلالا طیباً۔ سر فرار و ممنون فرمایا تب پھر اپنی طاعت و رسول علیہ السلام کی طاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تاکہ انکو آداب و علامات عبودیت و خدمت کے تعلیم سے آراستہ فرما دے اور ایک دم کی مخالفت سے بھی تخریب فرمائی بقولہ و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و احذروا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طاعت تو اس کے ہیبت کی دیدار سے ہے اور رسول علیہ السلام کی طاعت اس کی جلالت و عظمت سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے قدم کے جواہرات ہیں انکے ساتھ کسی حدیث معلوم کا لگاؤ نہ رکھے اور ارجح کو سنازل اجلال میں مجبوس کرے اور حاصل آنکے معاملات میں مستقیم رہے اور ان معاملات پر نظر رکھنے اور انکے عوض و ثواب پر نظر رکھنے سے بچے تاکہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشاہدہ سے محجوب نہ ہو۔ **قَالَ الْمُتَرَجِّمُ** بہت سے اکابر نے تصریح کر دی ہے کہ عمل نیک کے ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہو تب تک عبادت میں خلوص نہ ہوگا لیکن معنی یہ ہیں کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کرنا بالکل محال ہے اور اگر ثواب کی فیت لکھے تو یہ جائز ہے کہ ثواب جنت یا نجات جہنم مقصود ہو لیکن اعلیٰ یہ ہے کہ رضا و عروہ و جل مراد ہو۔ اور نیز حذر کر دے اس امر سے کہ طاعت الہی یا طاعت رسول میں کوئی ریا پر مشیدہ رہے یعنی طاعت خدا و رسول میں ظاہری ریا کاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہے اور ایک قسم کی پیچیدہ و خفیہ ریا کاری ادنیٰ ہے وہ بھی نہ آنے پاوے اور طاعت رسول میں کسی قسم کا خفہ شک بھی نہ رہے اور اس امر سے حذر کر دے کہ طاعت بجالانے میں تمھارے نفوس کو کراہت ہو بلکہ عین محبت و اخلاص سے عبادت ادا کر دے تاکہ امانیت کے دعویٰ سے خارج ہو کر سوزش عشق سے مرہبہ پر پہنچے کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے وہ بہت کم کے وصف سے مستفہم ہو جاتا ہے لیکن یہ مقام خطرہ کا ہے چنانچہ اخبار میں آیا ہے کہ الخلعون علی خطر عظیم۔ جو اخلاص والے ہیں وہ بڑے خطرے میں پڑے رہتے ہیں اور نیز یہ وجہ ہے کہ وہ ان قدم میں حادث کا فتنہ پایا جاتا ہے اور فنا ہونے والا جو در حقیقت حادث ہے وہ اس گمان غلط میں پڑ جاتا ہے کہ کو اذلی کا شیر سورا ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **لَا يَأْسُ مِنْ كُرْسِيِّ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ**۔ اور واسطی رحم نے اس آیت میں کہا کہ حذر رکھنا بندہ کسی حال میں زائل نہیں ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت میں مہرج ہو جاوے آداب اسی میں ہے کہ موافقات پر قائم رہے اور جہان تک جب کبھی سر باطنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی تدفوت الہی بڑھتا جاوے۔ **قَالَ الْمُتَرَجِّمُ** عظمت و جلال الہی غیر متناہی ہے لیکن پردہ بندار سے خواہ غفلت ہے جیسے علم کی انتہا نہیں ہے پس جیسے علم میں کمال ہوتا جاوے اسقدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جائیگا اور یہی علامت علم ہے ایسے ہی جیسے علم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائیگی اسقدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور فوٹ بڑھیکا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندگان کرام کی شان میں فرمایا وہم من خلیفہ ربہم مشفقون۔ یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے فوٹ سے تھر تھراتے رہتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ انا خشاک لہ۔ یعنی تم میں سے ہر ایک کو اللہ فوٹ الہی عروہ و جل مجھ طاری ہے۔ کافی فی الصبح۔ نافع۔ اور نیز حذر کرنے کے معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو ملاحظہ کرنے سے حذر کر دے تاکہ ایسا کر دے تو درجہ کمال سے گر جاوے۔

**لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاحْسِنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ**

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کیے اور نیک عمل کیا۔ جب پہلے کھائے۔ جب آگے ڈبے اور ایمان لائے اور نیک عمل کیا۔ پھر ڈبے اور نیک عمل کیا۔ پھر ڈبے اور نیک عمل کیا۔ اور اللہ چاہتا ہے۔ نیک و ایمان کو

ہوتی ہو وہ کسی حفاظت کو باقی نہیں رکھتی حتیٰ کہ کلام اللہ تعالیٰ بھی بھول جا آہو پس بعد از غیب اس امر کے کہ شرائع و بیان ہوں انکو نیت غیر شرعیہ سمجھ کر دل و جان سے عذر و کراہت نفس کی خواہش پر نظر نہ کر و بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** اے ایمان مند کہ گویا خطاب مومنوں کو بسبب انکے مطیع ہونے کے ہو ورنہ دھمی و کافریہ پر حرام ہو اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہیں اور یہ مسئلہ فرع ہو اس اصل کی کہ کافروں کو ایمان و فروع مسائل دونوں سے خطاب ہو یا فقط ایمان سے خطاب پھر بعد ایمان کے انہر فروع حکام لازم ہونگے اور فائدہ اس اختلاف کا ایسی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان میں کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ عذر نہیں رکھتا چنانچہ مسلمان ہوتا تو اس پر اس دن روزہ رکھنا فرض ہوتا پس بنا بر قول اول کے پانی دینا مکروہ ہوگا اگرچہ روا ہو کہ بطور فسق کے روزہ نہ رکھے اور بنا بر قول دوم کے نہیں مکروہ ہو اور یہی قول علماء خفیہ رحمہم چنانچہ بیان بھی مومنوں کو خطاب کیا کہ **اتِمُّوا الْحَجَّ وَالْمَيْسِرَ وَالْأَنْصَابَ** **وَالْأَزْكَاهُ حَيْثُ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ** غم اور قمار اور بت اور قلعہ تو سب جیٹ پڑی شیطان کے کام ہیں سو تم اس سے بیز کرو۔ پھر انہیں سے ہر ایک کی تفصیل ضرور ہے۔ واضح ہو کہ مفسرین طبعی اہل نے کہا کہ خوردہ نشہ کی چیز و عقل کو مخمور کر دے اور جس کی بیوش ہو جائے مابین ہر دو صحیح یہ کہ فقط انگور سے ہونے پر خمر نہیں ہے بلکہ جھوٹے انگور و شہد و دیگر بکثرت اقسام کی شراب ہوتی ہے۔ مگر جسم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک خمر مخصوص فقط انگور یا سب خمر یعنی چھوڑ دے اور باقی بذریعہ نصوص حدیث کے حرام ہیں جبکہ نشہ اور القیسر قمار۔ جوا۔ معدن ہو اور ظاہر یہ کہ فعل قمار حرام ہو خواہ داد پر مال ہو یا نہ ہو۔ بسند ضعیف از حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے شطرنج بھی میسر میں سے ہے عن عطاء و مجاہد۔ آخر و شطرنج سے بچنا کا کھیلنا بھی میسر ہے۔ ظاہر امر داد آگے یہ فعل بھی یہی ہے اگرچہ لڑکے بسبب صغر کے اخذ و نہیوں پس اُنکے بڑے منع نہ کرنے والے پکڑے جا دیں گے۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قمار بازی اور کما کہ شطرنج بہتر از زرد و شیر ہے اور زرد و شیر کے بارہ میں صحیح مسلم وغیرہ میں مرفوع حدیث ہے کہ جو اسکو کھیلے گویا اسے سور کے خون و گوشت میں ہاتھ سوندے۔ اور ایک روایت احمد میں ہے کہ پھر نماز کو کھڑا ہوا تو ایسا کہ جیسے کوئی کچ لوہا اور خون سور سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگا ابرا۔ عن سعید بن السیب زبانیہ جاہلیت و ان کا قمار یہ تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکری کے چلے فروخت کیا۔ قال المترجم اس میں دلالت ہے کہ گوشت میں بڑھتی نہیں جائز ہے اور تحقیق نفع کے واسطے ترجمہ عالمگیری و عن الہدایہ کی طرف متوجہ ہو۔ عن الزہری عن الامام رحمہم بطلون و مال پر قمار کھیلنا۔ قال المترجم جیسے اس زمانہ میں گھڑی وغیرہ مال پر چھٹی ڈالنا حرام ہے۔ عن القاسم بن محمد جو چیز کہ داد آگے سے اور ناز سے غافل کرے وہ میسر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ و ابن عمر سے مذکور ہے کہ شطرنج تو خود شیر سے بھی بہتر ہے اور مالک و ابو حنیفہ و احمد نے شطرنج حرام ہونے پر تنصیل کر دی ہے اور شافعی نے مکروہ کہا ہے۔ قال المترجم شرح مسلم بن موی عبد العلی بحر العلوم و میزان شعرانی وغیرہ کتابوں میں لکھتے ہیں کہ امام شافعی جائز رکھتے ہیں اور امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا کہ صحیح قول شافعی رحمہم یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اور یہی ہدایہ میں حنفیہ سے نقل کیا اور بعض سے نقل کیا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور اگر بازی لگا کر شطرنج کھیلے تو بالاجل حرام ہے۔ الانصاب۔ عن ابن عباس و مجاہد و عطاء و سعید بن جبر و حسن وغیرہم۔ یہ بتہر تھے جنکے پاس مشرکین اپنے قربانی کے جانور فوج کرتے تھے۔ اور معنی اسکے دوسری روایات سے معلوم ہوئے کہ قربان میں تفصیل تھی۔ بعض کے پاس فوج کرتے اور بعض کے حضور میں ذبح پیش کرتے۔ پس مراد آگے انصاب وہ بت ہیں جنکے سامنے قربانی کرتے تھے اور آیت کریمہ مطلق بت کے تعلق سے مانعت ہے پھر جس مخلوق کی تعظیم میں فوج ہو وہ جائز مردار ہوگا چنانچہ فقہ میں مصرح ہے کہ لذت و شوخ صدو کا بکرا جیسی کے مانند دیگر بھی حرام منع ہیں۔ الا زلام۔ یہ بھی تیر کے مانند چھوٹی چھوٹی ڈنڈیاں تھیں جسے فال لیا کرتے تھے اور اوپر اسکی تفسیر گندہ کی ہے رحبن بالفتح و بالکسر ہر عمل قبیح اور کس معنی پلیدی و بد بڑا اور زبردستی یعنی عذاب و عیت وغیرہ ایسا ہی ابن درید رحمہ سے منقول ہے اور علی شیطان سے مراد

کہ اسی کی زینت دینے و بھلا دکھانے سے یہ کام ہوتے ہیں اور یہ مراد نہیں کہ وہ خود اپنے ہاتھوں کرتا ہو اور بعض نے کہا کہ پہلا اس نے خود کیے پھر آدمیوں نے اس کی پیروی کی اور یہ اس تقدیر پر ہے کہ شیطان بصورت حیوان مجسم ہوا۔ اور ضمیر فاجتنبوا۔ یا تو جس کی طرف راجع ہو یا بجانب ہر واحد از مذکور راجع ہو یعنی فاجتنبوا کل واحد ماذکر یعنی ہر ایک امر پلید مذکورہ سے اجتناب کرو۔ اور قولہ لا تفلحون۔ اسے فلاح پاؤں ان محرمات کے چھوڑنے سے۔ اور کثافات میں کہا کہ شر و بیس کی حرمت کو اس کلام پاک سے جہین بچند وجہ بلاغت تاکید ہو سو کہ فرمایا از انجملہ یہ کہ ان سے مسدود کیا باوجودیکہ جملہ اسمیہ ہو اور از انجملہ یہ کہ شر و بیس کو بت پرستی سے مقابل کیا جیسے روایت ہو کہ شراب خوار بیسے بت پرست و دونوں برابر ہیں۔ از انجملہ یہ کہ اس کو جس فرمایا ہو اور از انجملہ یہ کہ شر و بیس کو بت پرستی سے مقابل کیا جیسے روایت ہو کہ شراب خوار بیسے بت پرست و دونوں برابر ہیں۔ از انجملہ یہ کہ اس کو جس فرمایا جیسے بتوں کی نسبت فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔ از انجملہ یہ کہ دونوں کے شیطان کے عمل سے قرار دیا حالانکہ شیطان سے سوائے خالص شر کے کوئی نیک کام تو ابتداً تمنا کی درگاہ میں ہو نہیں سکتا ہو۔ از انجملہ یہ کہ ان کے ارتکاب سے اجتناب کرنے کا حکم دیا۔ از انجملہ یہ کہ ان کے اجتناب سے فلاح پانے کو فرمایا پس جبکہ اجتناب سے فلاح ہوئی تو ارتکاب سے ضرور خواری و بریادی ہوگی۔ از انجملہ یہ کہ جو بال ان دونوں سے پیدا ہوتا ہو وہ آئندہ ذکر فرمایا یعنی شراب خواروں و جواریوں کے درمیان آپس میں ایک دوسرے سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہو اور نیز جو نتیجہ ان دونوں چیزوں کا اعمال آخرت میں ہو وہ بھی ذکر فرمایا یعنی ذکر اکی سے باز رہنا اور نماز کے اوقات کی نگہداشت نہ رہنا انتہی انی الکثافات اور اہل علم نے بیان فرمایا ہو کہ شراب کا حرام کیا جانا تہیج ہوا ہو کیونکہ لوگوں کو شراب پینے کی عادت تھی پس کمال رحمت سے اس کو زعمہ زعمہ حرام فرمایا پس پہلی آیت جو اس بار میں اتری وہ قولہ یسئلک عن الخمر و البیسر قل فیہا اثم کبیر و منافع للناس۔ ہو پس اسی پر بعض نے بپا چھوڑ دیا اور بعض نے نہیں چھوڑا۔ پھر نازل ہوا قولہ لا تقر بوا الصلوۃ و انتم تمارسون حتی تعلموا ما تقولون الا یہ۔ پس بعض نے چھوڑا۔ اور کچھ باقی رہے جنہوں نے نماز کے اوقات کے سوائے وقتوں میں پینا باقی رکھا یا تنگ کہ یہ آیت اتری۔ انما الخمر و البیسر و الانصاب الا یہ۔ پس بالکل حرام ہو گئی اور اس کی حرمت میں جو تشدید و تاکید ہو وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہیں اور چند وجہ اوپر مذکور ہوئیں اور اخذ حدیث صحیحہ میں اسکے پینے والے بلکہ لانے والے و بیچنے والے و اعانت کرنے والے پر حتی کہ دس پر زجر و عید شدید آئی ہو چکا ذکر عن الہدایہ میں ہو۔ بالجملة اس میں کبیرہ گناہ ہو اور مسلمانوں کے سب فرقتے اس پر اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ حرام ہو۔ تفسیر ابن کثیر میں ہو کہ عربین الخطاب نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیج دے پس سورہ بقرہ کی آیت یسئلک عن الخمر و البیسر قل فیہا اثم کبیر الخ نازل ہوئی تو عمر رضی اللہ عنہ کو ہلا کر انکو سنائی گئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیج دے۔ پھر سورہ نساء کی آیت لا تقر بوا الصلوۃ و انتم تمارسون نازل ہوئی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی بروقت حی علی الصلوۃ کے پکارنا کہ جو شخص شراب سے نشہ میں ہو وہ نماز کے پاس نہ آوے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کو ہلا کر انکو سنائی گئی تو عمر رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارہ میں بیان شافی بھیج دے پس سورہ مائدہ کی آیت انما الخمر و البیسر الخ نازل ہوئی پس عمر رضی اللہ عنہ کو ہلا کر انکو سنائی گئی تو جب قولہ تعالیٰ فصل انتم منتہون تک پہنچے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے پروردگار ہم باز رہے ہم باز رہیں۔ رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و صحیحہ ابو داؤد و علی بن الحارثی و ابو داؤد و نسیم کہ چہور علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب انکو سے مخصوص نہیں ہو بلکہ ہر شراب کہ جو مسکے ہو شامل ہو اور صحیحین میں عمر بن الخطاب سے ثابت ہو کہ انہوں نے منبر پر خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا نازل ہوا اور خمر پانچ چیزوں سے تھی۔ ایک انکو سے دوم چھوڑا سے سوم شہد سے۔ چہارم گیون سے اوم خمسم بخوسے اور خمر وہ ہو جو بخار عقل ہو۔ قال المصنف رحمہ اللہ از کا جملہ اس امر کا بیان ہو کہ خمر انہیں پانچ چیزوں سے مخصوص نہیں بلکہ جو چیزیں کی ایسی ہو کہ عقل کی محارمت کرے وہ خمر و حرام ہو۔ اور یہ نکتہ اہل نزدیک بالاتفاق آئے۔ اور خلاف ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ ہی ہو پس رواہ میں ہو کہ کوئی شخص شراب کے دوا یک قطر سے پیوے اور گمان کرے کہ اس قدر سے محارمت نہ ہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اس

اور امام احمد نے کہا کہ کیوں سے ایک مرد دیوسے اور دیگر طعام سے دو روزے دیوسے۔ پھر یہ شرط نہیں کہ مسکین اسی شہر کے ہوں بلکہ جو حاجت والا ہے نہ کفایت  
 نہ پانا ہوا اسکو کھلا دے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہیں ہے جیسے کپڑے ہیں جو۔ پھر دوسری چیز سے کفارہ بیان فرمایا۔ **أَوْ كَسُوهُمْ** یعنی یا  
 مسکینوں کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسودہ کس قدر ہے تو مفسر رحم نے بنا بر مذہب شافعی رحم کہا کہ اس قدر جو کسودہ یعنی لباس کھلاتا ہو یا نہ فیض وعلاء وازار لے  
 نہ بندے کے۔ اور ابو حنیفہ رحم نے کہا کہ اس قدر مرداد ہو کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔ اور مالک و احمد رحم نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اس قدر دینا ضروری  
 کہ چین نما تو صحیح ہو جائی ہو مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اسکے لائق ہو دے اور ابو ہریرہ رحم نے کہا کہ جامع کپڑا ہو یا نہ و لائی و چادر کے اور نقطہ  
 کرتا و کرتی و اوڑھنی کے مانند اسکے نزدیک جامع نہیں اور کافی نہیں ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ رحم کے نزدیک اگر ایک ہی مسکین کو دس روٹیاں متفرق دیا تو  
 جائز ہے اور ایک ہی دفعہ دیدینا بالاتفاق نہیں جائز ہے اس واسطے کہ تفریق مخصوص ہے۔ پھر تیسری بات بیان کی۔ بقولہ **أَوْ تَحْرِيصُ قَبِيحَةٍ** یا آزاد کرنا  
 ایک برہہ کا فت۔ خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہے یا نہیں تو مفسر سیوطی رحم نے کہا کہ مسلمان پر وہ شرط ہے کہ نہ بیان اگر مطلق  
 برہہ مذکور ہو کوئی خصوصیت مسلمان کی نہیں لیکن کفارہ ظہار و کفارہ قتل میں مسلمان ہونے کی قید مخصوص ہے پس یہاں کے مطلق کو اسی مقید پر محمول  
 کیا گیا۔ اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہے۔ اور اکثر علماء نے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہیں ہے چاہے کافر برہہ آزاد کر دے تو کافی ہے اور یہی  
 امام ابو حنیفہ رحم کا قول ہے۔ **فَمَنْ لَّحِيَجْدُ فَصِيَاهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ** پھر جس نے نہ پایا تو روزے تین دن کے فت۔ اسکا کفارہ ہے جو جبکہ طعام  
 و لباس و برہہ میں سے کوئی نہ پاوے پس اس میں اتفاق ہے کہ اگر اشیاء مذکورہ بالا میں سے کوئی نہ پاوے تب تین دن کے روزے کافی ہیں۔ اب  
 رہا یہ کہ تین دن پہلے درپے ہوں یا چاہے متفرق تین روزہ روزہ رکھ لے پس مفسر سیوطی رحم نے بنا بر قول امام شافعی رحم کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہے کہ  
 پہلے درپے ہونا شرط نہیں ہے۔ اور یہی امام مالک کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ رحم و احمد رحم و ثوری رحم نے اسکو شرط کیا بسبب اسکے کہ حضرت ابن مسعود رضی  
 قرآنہ میں۔ **فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ** متتابعات آیا ہے اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرآنہ منقول ہے اور یہ قرآنہ ایسی مشہور ہے کہ اس سے کتاب یعنی  
 صحیف کے اندر بحسب معنی زیادت کرنا روا ہے یعنی اس قرآنہ کی دلیل سے فصیام ثلثہ ایام۔ کے جو مطلق ہے پہلے درپے مراد ہونے کے معنی یہ ہے جو غلغلی  
 اگر کہا جاوے کہ قضا رمضان کے مسئلہ میں تم کیوں پہلے درپے معتبر نہیں رکھتے حالانکہ اس میں بھی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرآنہ فعدۃ من ایام آخر  
 متتابعات۔ مروی ہے تو جواب یہ کہ یہ روایت مشہور نہیں بلکہ شاذ ہے اور شافعیہ نے جواب دیا کہ قرآنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پہلے متابع کی قید تھی  
 پھر نسخ ہوئی اور ظاہر اناسخ اس روایت کو ظہر آیا جو دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ پہلے نزول ہوا فصیام ثلثہ ایام متتابعات۔ پھر قط  
 ہوا متتابعات۔ پس ظاہر اس سے یہ ہے کہ حکم و تلاوت دونوں منسوخ ہوئے۔ پھر یہ جواب شافعیہ کی طرف سے بنا بر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک  
 شاذ قرآنہ پر عمل روا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں روا ہے تو انکی طرف سے یہی جواب ہے لیکن ان پر وارد ہوتا ہے کہ چور کا دایان ہاتھ کاٹنے میں قرآنہ ابن  
 مسعود رضی اللہ عنہ کا قطعہ اپنا تھا۔ سے حجت پکڑی حالانکہ شاذ ہے۔ پھر انکے جواب میں یہی کہا جائیگا کہ قرآنہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مشہور ہے اگرچہ متواتر ہو لیکن  
 اسکے اثبات میں اشکال ہے و اللہ اعلم۔ اور اولی جواب یہ ہے کہ روایت دارقطنی از عائشہ رضی اللہ عنہا جو نسخ قرآنہ یا نسخ کے معنی میں محکم نہیں باوجودیکہ نسخ  
 آخری رتبہ رکھتا ہے جب تک وفاق ممکن ہو نسخ مزوج ہو گا پس قرآنہ ابن مسعود کی طرف اسکو راجع کرنا بطریق تاویل کے مستغین ہوا اور بعد فقہین قرآنہ  
 متابع کے وہ حجت ہے و اللہ اعلم۔ اور ابن کثیر رحم نے لکھا کہ امام شافعی رحم نے کتاب الام میں ایک مقام پر بھی منعویں کر دیا کہ ان روزہ دن میں  
 پہلے درپے رکھنا واجب ہے جیسا کہ حقیقہ و حبانہ کا قول ہے اور ابی بن کعب وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلثہ ایام متتابعات۔ پڑھتے تھے۔ زہاد ابو العالیہ  
 عن ابی بن کعب و حکا بما جہاد و الشعیب و ابی اسحق عن عبد اللہ بن مسعود اور ایسا ہی ابو ہریرہ رحم نے بھی بیان کیا اور اعمش نے کہا کہ ابن مسعود کے





شرح حرکات و اقوال کو اہل اللہ و اکابر اولیاء کی طرف نسبت کر کے بدنام کرتے ہیں وہ لوگ ہرگز ولی نہیں اور حدیث میں ہے کہ اللہ کا ولی جاہل

نہیں ہوتا۔ تاہم

لَا يُؤْخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤْخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ

نہیں پکڑے گا اللہ تمہارے بے فائدہ قسموں پر، لیکن پکڑے گا تمہاری قسم پر جو تم نے کرنا چاہی ہو۔  
فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ أَمْ لَكُمْ أَوْكُوسٌ

سو اسکا آثار ہو کھانا دس مسکینوں کو۔  
تَحْرِيرُ سَبْعَةِ سَلَامَةٍ لِمَوْلَاكُمْ ذَلِكَ جَفَاسَةٌ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ

ایک بردہ آزاد کرنا سب سے زیادہ بے فائدہ قسموں کا ہے۔  
وَأَحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

اور تمہاری قسموں کو بڑھاتا ہو تمہارا اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو شاید تم احسان مانو

مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام اپنے اسبق سے بابت معنی مربوط ہے کہ اوپر تحریم حلال سے منع فرمایا پس جسے حرام کر لیا اپنے اوپر حلال کو وہ قسم توڑے

اور کفارہ ادا کرے اور اگر حفاظت قسم کے واسطے کوئی امر مندوب پر قسم نہ کرنے کی صورت میں باقی رکھے تو ردرا ہو مثال اگر کسی نے مسک

اپنے اوپر حرام کر لیا پس اسکو یہ نہیں چاہیے اور تحریم سے نادم ہو اور قسم توڑے اور اگر همان کے ساتھ کھانا اپنے اوپر حرام کیا تو توڑنا

مستحب ہو اور بعض نے کہا کہ واجب ہے۔ لیکن یہ ربط بنا بر قول ان فقہار کے ہے جو تحریم حلال پر قسم منعقد اسکا کفارہ واجب ہونے

کے قائل ہیں جیسا کہ اوپر گذرا اور سیاق نظم کلام اسی کا ثبوت ہے۔ حال تعالیٰ لَا يُؤْخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ

تم کو ایسے لغو پر موقوف نہیں کرتا جو لغو قسموں میں ہو۔ یعنی ایسے لغو کی وجہ سے جو تمہاری قسموں میں پایا جاوے یعنی ایسی قسم پر

مواخذہ نہیں جو لغو پر مبنی ہو۔ واضح ہو کہ میں کی تین قسم ہیں۔ یقین لغو۔ اور یقین معقود اور یقین غموس۔ پھر آیت میں فرمایا کہ یقین لغو پر موقوف

نہیں ہے اور ظاہر اگر مواخذہ از راہ کفارہ نہیں ہے اور راہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قسم کھانے میں مساوات کر لینا کسی راہ سے ہو وہ بدیل عموم قولہ

لَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْشَةً لِّأَيْمَانِكُمْ کے جو سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے منع و منکر ہو۔ پھر یقین لغو کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ عن سعید بن جبیر جو شخص کو حلال

چیز پر قسم کھاوے وہ قسم لغو ہے۔ عن مجاہد۔ و آدمی خرید و فروخت میں لغو قسم کھاوے ایک کہے کہ واللہ میں نہیں بیچو گا۔ دوسرا کہ واللہ میں

نہیں خریدو گا۔ عن ابراہیم الخفی۔ لغو یہ ہے کہ اپنے کلام میں حلف کو ملائے مثلاً واللہ کھاؤ گا اور واللہ بیچو گا۔ اور ایسے کلام سے

قسم معقود نہیں ہوتی ہے اور عنداً قسم نہیں کھانا ہو پس وہ لغو قسم ہے اور اس پر کفارہ بھی نہیں ہے۔ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ لغو قسم آدمی کا یوں کہنا

کہ لا واللہ۔ اور۔ بے واللہ۔ بدون قصد قسم کے اور بعض اہل تفسیر نے ذکر کیا کہ یہی تفسیر مجہور علماء سلف سے مروی ہے اور ابن کثیر نے

کہا کہ یہی امام شافعی رحمہ کا مذہب ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ معصیت پر قسم ہے یعنی معصیت نہیں کرو گا اور بعض نے کہا کہ غالب گمان پر

قسم ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و امام احمد کا ہے۔ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ بدون قصد کے جو قسم ہو وہی لغو ہے۔ بدلیل قولہ و لیکن مواخذہ

بما عقدتم الايمان۔ یعنی تقسیم و قصد سے جو قسم کھائے اس پر مواخذہ ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ احوط و احسن ان اقوال میں سے قول نفی ہے اور

جو تفسیر سلف سے مروی ہے اسکا محل بھی ہے اور یہ بعد اہل صادق کے اہم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ و لیکن مفسر سیوطی رحمہ نے وہی قول اختیار کیا

جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہو کہ بدون قصد کے لاوائف دہلے والے کھانا لے کر تقسیم ہو اور پوشیدہ نہیں کہ اگر وہ داخل قسم ہو تو عرصہ ہو پس مواخذہ ہو  
 کے یہ معنی کہ کفارہ لازم ہو گا و لیکن ممنوع ہو۔ اور قول ابو حنیفہ و احمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہو کہ کسی کو غالب گمان یہ ہو کہ بات یوں ہی ہو پس اس نے کہا  
 کہ بلی والدہ یا اسکو غالب گمان ہو کہ یوں نہیں ہو تو اس نے کہا کہ لاوائف ہو۔ اور اس تقدیر پر عرضہ نہیں لازم آتا ہے بالجملہ لغیر کفارہ نہیں ہے۔ **وَلَكِنْ**  
**يُؤْخَذُ كَوْمًا عَقْدًا تَحْتَ الْإِيمَانِ** لیکن اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کرے گا اس قسم پر جو تم نے معقود کی قسم واضح ہو کہ عقد تم بلیتہ  
 قاف بدون تشدید کے حمزہ و کسائی و ابوبکر کے فرارہ ہو اور باقیوں کی فرارہ میں تشدید قاف ہو اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عائدہ تم روایت کی  
 حاصل آئے لہذا لغیر کفارہ نہیں و لیکن جبر تم عقد میں کر دے اسکے مقابلہ میں مواخذہ ہو پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھاؤ۔ اور اس تفسیر  
 پر بہین غموس جو تیسری قسم ہو وہ بھی اس میں داخل ہوگی اور معنی بہین غموس کے یہ ہیں کہ کوئی بات گذری ہوئی ہو اس پر جان بوجھ کر اسکے برخلاف قسم  
 کھائی۔ مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپیہ دیے ہیں اور بیکر جانتا ہے پھر اس نے قسم کھائی کہ نہیں دیے ہیں تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد و نیت  
 ہو لہذا کفارہ لازم ہو گا اور یہی امام شافعی کا قول ہو اور امام ابو حنیفہ وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الايمان کے یہ معنی ہیں کہ جس بات پر قسم کھائی ہو  
 اسکو پورا کرنے پر عزم مصمم ہو اور یہ بات بہین غموس میں ہو نہیں سکتی ہو پس بہین غموس اس میں داخل نہیں ہو تو مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ  
 بہین غموس ایک قسم نہ ہو مگر فریب و جھوٹ کے ساتھ پس ایسی قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سر پر لا دیتا ہے اور وہ معقود نہیں اور نہ اس پر  
 کفارہ ہو اور یہی جہور علماء سلف و حلف کا قول ہو اور شافعی رحمہ نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہو کیونکہ کتب بقلب و معقود بخبر و مقرون باسم اللہ تعالیٰ ہو  
 لیکن قول جہور علماء و ماخوذ ہو اور جہنی حدیث میں کہ قسم کے کفارہ دینے میں وارد ہیں سب اسی قسم معقود کی طرف راجع ہیں اور بہین غموس کی طرف کوئی  
 بھی راجع نہیں بلکہ بہین غموس میں سوائے سخت و عید کے اور کچھ نہیں اور احادیث سے ثابت ہو کہ بہین غموس یا بہین الزور بہت بڑا گناہ ہے جسکو  
 ایمان بیٹنے والا ظاہر فرمایا اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ کا ہے۔ **فَكَفَّارَةٌ** پس کفارہ قسم جب جھوٹ ہو جاوے یعنی وہ قسم  
 توڑے تب کفارہ ہو و لیکن لفظ بہین غموس اسکی طرف راجع ہو جیسا کہ شیخ عکبری وغیرہ نے کہا ہے یا بہین معنی ہو کہ بہین یعنی حلف ہو اور بعض  
 نے کہا کہ موصوفہ کی طرف پس تقدیر کلام آئے کفارہ نکلتے۔ یعنی کفارہ قسم توڑنے کا چنین و چنان ہو اور یہی زحمتی رہنے مقدور کیا اور یہی ادا ہے  
 پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزوں میں سے ایک چیز ہو۔ **إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلَكُمْ**  
 کھانا دینا و مثل مسکینوں کو اوسط اس چیز سے کہ کھاتے ہو تم اس سے اپنے اہل و عیال کو **فَت** یعنی نہ اعلیٰ درجہ کا ہو اور نہ ادنیٰ درجہ کا ہو بلکہ جو  
 غالب استعمال میں ہو۔ پھر اطعام میں آیا کھانا ضرور ہو یا انکو مباح کر دینا بھی کافی ہو اور کھلانے میں ایک وقت ہو یا دو دن وقت اور ہر مسکین کے  
 واسطے کیا مقدار ہو اور مساکین کوئی ہوں یا اسی شہر والے ہوں جہاں کا قسم کھانے والا ہو۔ جواب آئے کہ چاہے کھلاوے اور چاہے مباح کرے و شافعی  
 کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے میں دو دن وقت کھلاوے تب ادا ہو گا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہار اصحاب رائے الفتویٰ کا یہی قول ہو اور حسن  
 بصری و محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ ایک ہی وقت کافی ہے پھر پیٹ بھرے چاہے جقدر ہو۔ اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع گیہوں یا چھوٹا روے  
 کا دیوے اور یہی قول حضرت عمرو علی و عائشہ و مجاہد و سعید و شعبی و ابراہیم و ابو مالک وغیرہ کا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے کہا کہ گیہوں سے آدھا صاع اور  
 دوسرے طعام سے ایک صاع دیوے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گیہوں کا ایک ٹھوکر دیوے اور اسکے ساتھ کے کھانے کے  
 بھی دیوے رو کھانہ دیوے۔ اور یہی ابن عمر و زید بن ثابت و سعید بن اسیب و مجاہد و عطاء و عکرمہ و جابر بن زید و قاسم و سالم و زہری و ابو سلمہ و سلیمان  
 بن یسار و حسن و محمد بن سیرین سے مروی ہے اور شافعی رحمہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع سے ایک ہر مسکین کو دیوے لیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہیں کہا

کہ لیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آویگا۔ پس مولف فتح البیان نے جو مخالفت آیت کے قرار دیا یہ عجیب ہو اور کچھ عجیب نہیں بلکہ یہ مولف مذکور کا تکیہ کلام ہو۔ شاید مولف مذکور کو شرف بارہ چہارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کل الطعام کان حلالاً لنبی اسرائیل الا ما حرّم اسرائیل علی نفسه من قبل ان تنزل التورۃ الا یہ کہ یہ صریح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ورنہ وہ اور دن پر حلال تھا حافظ البیہقی ثقہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ مسروق نے کہا کہ ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس تھے پس انکے پاس کھیرے لائے گئے تو ایک شخص ذرا ہٹ گیا پس عبد اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قریب آکر کھالے۔ بسنے کہا کہ میں نے اپنے اوپر اسکو کھانا حرام کر لیا ہے پس عبد اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قریب آکر کھالے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین امنوا اتحرزوا علیہا بات الا یہ کہ روایہ ابن ابی حاتم باسناد صحیح ورواہ الحاکم من طریق جریر عن منصور بن وہب صحیحہ وقال علی شرط الشیخین۔ قال ابن کثیر اور عبد اللہ بن رواحہ کے یہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ گھروالوں نے عبد اللہ بن رواحہ کے انتظار میں مہمان کو اسوقت تک کھانا نہیں کھلایا کہ وہ اپنی جو رو سے کہا کہ گھر کے میرے انتظار میں میرے مہمان کو کھانا نہیں دیا یہ کھانا مجھے حرام ہو پس جو رو نے کہا کہ وہ مجھے حرام ہو اور مہمان نے کہا کہ وہ مجھے حرام ہو جب انھوں نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھر نبی صلعم کے پاس جا کر یہ باجرا بیان کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ یا ایہا الذین امنوا اتحرزوا الا یہ۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر الصدیق کا قصہ اسکے مشابہ آیا ہے اور اس میں امام شافعی وغیرہ ان علماء کی دلیل کھلتی ہے کہ جسے عورتوں کے سوا کسی کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کیا اس پر حرام نہیں ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ نبی صلعم نے اس شخص کو جسے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہیں کیا۔ اور کہا کہ دوسرے علماء جن میں سے امام احمد بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ جسے کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آویگا چنانچہ اگر اسے قسم کے ساتھ ترک کرنے کا التزام کیا تو کفارہ ہو اور اگر اسے خالی اپنے اوپر حرام کر لیا تو بھی جو اسے التزام کیا اس پر مواخذہ ہو گا اور اسی پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فتویٰ دیا ہے اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ یا ایہا البنی لم تحرم ما حل لہم الا یہ۔ میں ظاہر ہے۔ یعنی ماریہ قطیفہ کو بعض ازواج کی رعایت سے اپنے اوپر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالیٰ نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ انہی ہی بیان ہو کہ تحریم حلال سے ممانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی ہے جس میں قسم کا کفارہ مذکور ہے۔ قال المرحوم سدی رحمہ اللہ سے جو دس اصحاب کا قصہ موافق مذکورہ سابق کے مفضل روایت ہے اس میں آخر میں ہے کہ قولہ لا تعدوا۔ یعنی عثمان بن مظعون نے جو حسی ہونے کا قصد کیا تھا انکو ممانعت ہے کہ حسی مست ہو اور یہی اعتقاد ہے پھر انکو حکم کیا کہ اپنی قسموں کے کفارہ ادا کریں۔ روایہ ابن جریر لیثیہ۔ واضح ہو کہ قولہ لا تعدوا۔ میں شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے اوپر حرام کرنے میں حد سے زیادہ تنگی مست کر لو اور یہ بنا بر قول بعض سلف کے ہے جو اس امر کے قائل ہیں کہ آدمی کو بدون تحریم حلال کے بالکل مباحات کو جن سے فتنہ میں پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا چاہیے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بھی ترک مباحات میں احتیاطاً کمال تقویٰ قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال چیزوں کے لینے و تناول کرنے میں حد سے تجاوز و مست کرنا بلکہ کفایت و حاجت کے مقدار تناول کر دینا جیسے قولہ وکلوا و اشربوا ولا تسرفوا الا یہ کہ میں ہے۔ قال فی العرائس قولہ یا ایہا الذین امنوا اتحرزوا علیہا بات اصل اسد لکم۔ شیخ نے اشارۃ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہے یعنی جب وہ مقام مشاہدہ تک پہنچ جائیں تو اپنے دلوں کو مشاہدہ میں مشغول کر کے مردہ نہ کریں کیونکہ مشاہدہ تو نفس کے لیے ہے اور قلب کے لیے مشاہدہ تھا اور جب قلب کی مشاہدہ حاصل ہو جائے تو نفس کا اس میں کچھ اثر نہیں رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنے ان خاص بندوں کو جو مقام اہل بیت تک پہنچنے میں آگاہ فرمایا کہ جو کچھ پھر ابتداء سے حال میں جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ میں سے طیبات و لذائذ کو چھوڑیں وہ ان مقامات میں جائز نہیں کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جائیں

کیونکہ بیان تو مجاہدہ نفس ہی لائق نہیں ہے اس واسطے کہ آپ توحہ انس و فارقہ زمین پھیلے جاتے ہیں۔ حاصل آنکہ ابتدائی حال میں نفس کے مجاہدہ کے واسطے بہت سی حلال و لذیذ چیزیں بدین غرض متروک کرنی پڑتی ہیں کہ اس ریاضت میں پورے ہون بھر جب تکمیل ہوگئی تو اب وہ مجاہدہ نہیں کر سکتا پس منع ہوا کہ اب حرام نہ کرے کیونکہ بیان اب مقام قلب ہے اور حالت دوسری ہوگئی جیسے کنواری لڑکی کو امور زینت و دیگر زیبائشیں بجا ہی چھوڑ دیا ہی گئی تو اسکو وہ سب جائز ہیں جو پہلے روانہ تھیں۔ ایسے ہی شیخی کو وہ چیزیں۔ واپس جو مردوں کو نہیں روا ہیں پس شیخ عمدہ غذائیں عمدہ پوشاک سے سبب آنکہ باقی ہیں انتفاع حاصل کرین تاکہ واردات و جہد سے سوختہ نہ ہو جاوے۔ تو نہیں دیکھنا کہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم مانند عثمان بن مظعون و ابوبکر الصدیق و علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر و ابودرغفاری و سالم مولیٰ حضرت مقداد بن الاسود و سلمان فارسی و عقیل بن مقرن۔ کے اس امر پر متفق ہوئے کہ عورتیں و خوشبو اور گوشت چھوڑ دین اور ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہمیشہ رات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین میں سفر کرتے پھرتا اور راہب میں جانا لینے آنے تسل قطع کر دینا اور بالون کا لباس اور ترک دنیا اختیار کرین پس اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نفوس کا تہریق ہی پس روزہ بھی رکھو اور نافہ بھی کرو اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو چنانچہ میں قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ رکھتا اور افطار کرتا ہوں اور گوشت و روغن و اب بھی کھاتا ہوں اور عورتوں پاس بھی جاتا ہوں پس جو شخص کہ میری سنت سے منھ موڑے وہ مجھے نہیں ہے۔ اس میں ظاہر کر دیا کہ جو لوگ اہل مقامات و حال ہیں انکو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہیں چاہیئے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ فرمایا وکلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً۔ واضح ہو کہ حلال وہ ہے جو عارف کو فوان غیب سے بدون انسانی تکلیف کے پہنچ جاوے اور طیب ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے شوق میں اسکے دل کو قوت دے اور اسکے جلال قدیم دائم کو یاد دلاوے۔ سہل رح نے قولہ لا تحرموا میں کہا کہ یہ دین ہے کہ نرجی کرے ان اسباب معاش کے ساتھ جن سے حصول ہو بدون آنکہ جہد و جد کرے اور نفس اس طرف نظر لگائے رہے کہ مطمئن نہو اور گردن اٹھاتا کرنا کہ لگاوے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہیں کہ ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ سبب کمائی کا ہے اسکو خوبی سے طلب کرنے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ اس رزق کو سبب حقیقی عزوجل ہی سے لیتے ہیں یعنی انکی نظر ان اسباب پر نہیں ہوتی ہے کیونکہ کمال ہی ہے کہ باوجود امتحان و سیاب کے نظر کو ٹھیک رکھے۔ بعض نے کہا کہ رزق آہی جو جگہ روزی کیا ہو وہ ہے جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزو مندانه گردن اٹھانے کے تجھکو ملاجسمین حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے تجھکو سکون ہوا اور اسکے تناول سے تیرا دل خوش ہوا شیخ استاد نے فرمایا کہ بچہ ان چیزوں کے جنکو لذیذات میں سے مباح فرمایا ایک یہ ہے کہ خلوت میں نسیم قرب سے راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کر لینا یوں ہے کہ لوگوں سے مخالفت کر کے یہ حالت بدل ڈالے بدون آنکہ عزالت اختیار کرے اور یہی خواری عظیم ہے اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات الخ میں ذکر کیا اور قولہ کلا مما رزقکم اللہ کے معنی میں کہا کہ حلال وہ کھانا ہے جو کہ شہود کی حالت میں کھاوے اور اگر اس سے بچا درجہ ہو تو اسکی یاد پر کھاوے کیونکہ غفلت کی حالت پر کھانا ارادت کی راہ میں حرام ہے۔ اور مجھے حلال و حرام میں ایک لطیفہ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ حلال وہ ہے جو خوارق قدرت سے عارف دیکھ کر اس میں سے بوجہ رضا و تسلیم حاصل کر لے اور حرام وہ ہے جو غیر کے واسطے مقدر کیا گیا اور یہ اسکو اپنے واسطے حاصل کر لینے کی کوشش کرنا ہے اور بسبب اپنی ناذانی کے اسکو اختیار کرتا ہے اور اگر مقدر کے معنی جانتا اور عرفان کا ثبوت حاصل کرتا تو ایسا نہ کرتا۔ لیکن عقل سے یہ علم نہیں حاصل ہوتا ہے۔ اور واضح رہے کہ جو امر کہ شریعت میں ناپسند ہے وہ معرفت میں بھی ہرگز پسندیدہ نہیں ہے۔ قال المترجم۔ یہ مقام یاد رکھنا چاہیئے اور زمانہ میں جو شیطان فیقر و درویش ایسے ہیں کہ خلوت

آگاہ فرمایا کہ واذا سمعوا انزل الی الرسول آتہ۔ یعنی جب انھوں نے سماع خطاب میں پایا جو اسنے گم تھا یعنی لطیف حقائق اسرار و شواہد علوم غیب کو اور خطاب کرنے والے اور جس پر خطاب اترا ہر ایک کی شان کو پہچان لیا تو اسکو پا کر بہت خوش ہوئے اور جتنی عمر بر باد ہو گئی اس سے سچ کیا پس اس خوشی و رنج نے انکو خوش دلایا کہ گر یہ شوق میں آنسو بہانے لگے۔ اور یہ گریہ اسی سبب سے ہوا کہ انکے دل کی آنکھیں معرفت غیب تک پہنچیں اور انکی روحیں شاہد قرب تک واصل ہوئیں۔ پھر ایسے بہت گزرے ہیں جنکو قرآن مجید کی تلاوت سے بہت سی معرفتوں کے ہجوم نے اور کثرت سے انوار غیب کے درود نے انکو قتل کر ڈالا اور ہمیشہ کے واسطے زندہ کر دیا۔ اور حمید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں ایک رات میں نماز میں کھڑا ہوا قرآن پڑھتا تھا پس میں نے یہ آیت پڑھی۔ کل نفس ذائقۃ الموت۔ پس میں نے اسکو کئی بار دہرایا پھر گھر کے ایک کونے کی طرف سے آواز آئی کہ کب تک تو اس آیت کو دہرائے جاویگا کہ چار جن کو تیرے قتل کر ڈالا جنھوں نے اپنے سر آسمان کی طرف نہیں اٹھائے یہاں تک کہ مر گئے بسبب تیرے اس آیت کو بار بار پڑھنے کے۔ اور صحیح میں ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت اپنی سنبھال نہیں دیتی تھی یعنی بے اختیار روٹے تھے۔ پھر اللہ عزوجل نے انجیل والوں میں سے ایمان لانے والوں کی پاکیزہ تصدیق کو مزید وصفت سے ظاہر فرمایا بقولہ یقولون ربنا آسفنا فاکتسنا مع الشاہدین۔ یعنی ہم نے تیری تصدیق کی بواسطہ اس معرفت کے جو ہم کو تیری توفیق دینے سے تیرے سچے رسول محمد صلعم سے ظاہر ہوئی اور ہم نے تیرے رسول کی اور اسکے یاروں کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب و وصال کے شاہد ہیں۔ اور ابن عطار رحمہ نے قولہ واذا سمعوا کے معنی اشارہ میں کہا کہ آنحضرت صلعم کے مشاہدہ سے کلام مجید سننے سے پہلے انکے دل کے ہاتھ پاؤں قریب تھا کہ بول اٹھیں کہ ہم نے اس رسول کی وحی کو قبول کیا پھر جب وحی کو سننا تو ہرگز تاب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو بہا کر کلمہ شہادت بول گئے اور یہ جوش عشق و معرفت تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ ما عرفوا من الحق۔ اور شیخ استاد رحمہ نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھیں کھلیں اور مقام تحقیق کو پہنچ کر جوش گریہ سے نکلیں پائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا حَلَّلَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

انے ایمان والو! مستحرم چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے مکھول کر دیں اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا المعتدینہ و ککوا اھما زرقکم اللہ حلالا طیباً و اتقوا اللہ الذی انتھوبہ مؤمنونہ حد سے بڑھنے والے اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے دیے سے حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جہر تم یقین رکھتے ہو۔ نزول اس کلام کا اسوقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے یہ تصدیق کیا تھا کہ برابر جن دنوں کے روزے جائز ہیں سب دن برابر روزہ رکھیں اور ہر شب تمام رات نماز میں قائم رہیں اور عورتوں سے نزدیک نہ ہوں اور خوشبو کو نہ چھوین اور گوشت نہ کھاویں اور بچھڑنے پر نہ سوئیں۔ اور عبدالرزاق نے مرسل روایت کی جہنم حضرت علی و عثمان بن مظعون و عبد اللہ بن عمرو کا نام ہے اور معالم میں دس صحابہ کا ایک سگان میں جمع ہو کر ایسا مشورہ کرنا نہ کہ جس حکم نام یہ بیان کیے کہ وہ ابوبکر و علی و ابن مسعود و ابوذر و سلمان و سالم و عقیل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن اسود و عبد اللہ بن عمر و ابن۔ وقال المترجم رواہ ابن جریر عن مجاہد السدی وغیر واحد من التابعین مرسل اولہ شاہد فی الصحیح ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق میں ہو پھر انکے ارادے راہوں کے ماننے پر ان کے کہا کہ فی سماع نے اُسے کہا کہ میں روزے بھی رکھتا اور انظار بھی کرتا اور نماز پڑھتا اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جسے میری طاعت کو لیا وہ مجھ سے ہے اور جسے میری سنت کو نہ لیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور صحیحین میں ہے کہ چند صحابہ نے حضرت انس



ام المؤمنین سے آنحضرت صلعم کی پوشیدہ عبادات کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کہاں ہم اور کہاں آنحضرت صلعم۔ انکو تو اللہ تعالیٰ نے  
 بخشید یا ہر پھر تفریق بعض نے کوئی بات درک کرنا اور بعض نے کوئی بات درک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلعم کو پر خبر پہنچی تو آپ نے مانند حدیث مذکورہ بالا  
 کے بیان فرمایا۔ اور نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہو کہ ایک شخص نے حضرت صلعم سے اگر عرض کیا کہ جب میں گوشت کھاتا ہوں تو مجھے عورتوں کی خواہش  
 ہوتی ہے اور میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ رواہ الترمذی وحسنہ وابن جریر۔ وقد ردی موقوفاً و مرسلہ۔ بالجملہ اتنا  
 ثابت ہو کہ بعض مؤمنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزیں حرام کر لے کر قصداً کیا تب نازل ہوا تو لایاھا الذین آمنوا الا کھرموا  
 اور ایمان والوں سے حرام کرو۔ اپنے اوپر۔ **کَلَيْتَ مَا اَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ** یا کیزہ لذیذ چیزیں معلومات ان چیزوں سے جو اللہ  
 نے تم پر حلال کر دی ہیں۔ اور ابن جریر رحمہ نے لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو جملہ اشیاء حلال سے کوئی اپنے اوپر حرام کر لینا اور انہیں  
 اور جو کچھ خیر الہدیٰ ہر ہی محمد صلعم ہو تو ایسا کرنا جو خلاف سنت ہو جائز نہیں اور افضل اتباع سنت و فعل ثواب ہو پس قدرت کے وقت اپنے کپڑے  
 دکھانا چھوڑ کر دی و خواب کی طرف رجوع لانا اگرچہ اس غرض سے ہو کہ کم قیمت سے جو بچے وہ مساکین کو صدقہ کرے تو بھی رد انہیں ہے کیونکہ  
 اپنے نفس پر صرت کرنا مقدم ہو۔ قال المترجم اسمین بعض تامل ہو۔ بالجملہ او تعالیٰ نے اس سے منع کیا کہ حلال میں سے لذیذ چیزوں و پاکیزہ کو اپنے اوپر  
 حرام کر لے۔ **وَلَا تَعْتَدُوا** اور تجاوز مت کرو۔ یعنی حکم الہی سے تجاوز مت کرو۔ **اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْمُغْتَابِينَ** اللہ تعالیٰ  
 گمراہ کرنے والوں کو درست نہیں رکھتا ہے۔ یعنی تجاوز کرنے والے محبوب بندے نہیں ہیں۔ پھر حکم دیدیا کہ۔ **وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ**  
**اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا** اور کھاؤ اس چیز سے جو تمکو رزق دیا اللہ تعالیٰ نے حلال طیب کہ۔ یعنی مرزوق میں سے حلال لذیذ کھاؤ پس رزق کبھی  
 حرام بھی ہوتا ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ حلال سے مخصوص جانتے ہیں اور بحث او پر بیان ہو چکی ہے اور معنی یہ کہ جائز رکھو کھانا ہر لذیذ حلال کا  
 چنانچہ جب او تعالیٰ نصیب کرے تو اسکو کھاؤ اگرچی چاہے اور اپنے اوپر حرام مت کرو پس تقدیر کلام آنکہ کلا حلالاً طیباً حال کو نہ مارتکم اللہ تعالیٰ  
 اور اعراب ظاہر ہے اور اسمین دلیل و دفع ہو کہ او تعالیٰ ہی ہر بندہ کے رزق کا کفیل ہے۔ پھر یہ وصیت کر دی کہ **وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ**  
**بِهِ مَوَاسِيَتَكُمْ** اور اسی اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے منوعات سے تقویٰ رکھو پس  
 بندہ مطیع و مکلف بھی ثواب کا مستوجب ہے کہ معارفہ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت رہے پس اگر کسی نے آگے تناسل قطع کر دیا تو اسکو یہ مع  
 کرنا کہ وہ وہ یہ شخص زمانہ نہیں کرتا ہی محض عمل ہی کیونکہ عصمت بنی بی از بے چاری ہے۔ کمال اسوقت تھا کہ فوب مرد ہوتا پھر خوف الہی اسکا  
 مرکب ہوتا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگوں کو سمجھایا جنہوں نے زہد کے واسطے حلال کو حرام کر لیا تھا  
 اور دفع ہو کہ بعض نے یہاں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر حلال میں سے کسی چیز کو حرام کر لے تو اسی آیت سے منع ہو اور اگر حرام نہ کر لے مگر ہر اختیار کرے  
 اور نہ کھا دے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن ظاہر حدیث صحیحین و دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہیں کہ اپنے نفس سے معارفہ کرے اور کھا دے چنانچہ  
 معلوم ہوگا اور مولف فتح البیان نے دعویٰ کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس نے اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کر لیا تو اس پر حرام نہیں ہوتی اور  
 اس پر کفارہ بھی لازم نہیں آتا ہے اور ابو حنیفہ و احمد و انکی اتباع کا قول ہے کہ حرام ہو جاتی ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے اگر تداخل کرے۔ پھر کہا کہ یہ  
 قول مخالفت اس آیت کے ہے اور دلیل احادیث صحیحہ سے بھی خلاف ہے و قال المترجم اس آیت میں فقط اس امر سے مخالفت ہے کہ جو حلال ہیں  
 انہیں سے اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہ کر لو پس اگر وہ حرام نہیں ہو سکتی ہے تو مخالفت کس چیز سے ہے پس آیت کے نہی دلیسے ہی ہے جیسے اور امور میں بھی  
 ہے اور یہ مذہب نہیں ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہو جاتی ہے۔ بلکہ بالاجماع حلال کو حرام سمجھا کفر ہے جبکہ ضروری علم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اسے اپنے اوپر حرام

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ سُوْرٍ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الْمَاءِ  
 اور جب سہن جو امارا گیا رسول پر تو دیکھے انکی آنکھیں ا لمی ہن

لَتَمْنَعَ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ  
 آنسوؤں سے اہر جو پہچان لی بات حق - کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا ہو تو لکھ دے ہمارے نامے کے ساتھ - اور ہر کیا ہو کہ یقین کریں  
 يَا اللَّهُ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ لَا وَطَمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ فَاتَا بِهِمَا  
 اللہ تعالیٰ پر اور جو ہونہا ہم پاس حق - اور ہر کوئی حق ہو کہ داخل کرے رب ہمارا ہر کوئی نیک بخون کے ساتھ میں - مجھرا کہ بدل دیا  
 اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ جَنَّاتُ  
 انکے رب نے اس کہنے پر بارغ - انکے نیچے زمین بھی ہوئی را کر بن انہیں - اور یہی بنی کرنے والوں کا

الْمُحْسِنِينَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَكْذِبُوا يَا بَيْتَنَّا أَوْلَيْكَ أَصْحَابُ الْحَمِيمِ  
 اور جو سکر ہوئے اور جھٹلے گئے ہاری آہن - وہ ہن دوزخ کے لوگ

اور پرنہ کو رہا کہ نصاریٰ لوگ یہ نسبت یہود کے مومنوں سے زیادہ مودت رکھتے ہیں اور وہ یہود ہون والی مکہ کی طرح حق سے منکر نہیں  
 کرتے ہیں اور نزول آیت کا اسوقت ہوا جبکہ حبش کے ملک سے واپس آنے والے صحابہ کے ساتھ ایک گروہ نصاریٰ کا نجاشی بادشاہ  
 حبشہ کی طرف سے آیا تھا اور حضرت صلعم نے انکو سورہ البین سنائی تھی پس وہ سکر رونے لگے اور سلمان ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت ہی  
 مشابہہ اس کلام سے جو عیسیٰ علیہ السلام پر اترنا تھا اور یہی اللہ تعالیٰ نے انکے حال سے خبر دی ہو بقولہ فَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ سُوْرٍ  
 اور جب انھوں نے سنا جو اس رسول پر اترنا گیا فن یعنی محمد صلعم پر جو قرآن اترنا سکو سنا - تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الْمَاءِ  
 مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ تو تو انکی آنکھیں دیکھتا ہو کہ آنسو سے انکی آنکھیں جاری ہیں جو اس حق کے جو انھوں نے پہچانا فن یعنی حق  
 پہچان کر انکی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھا اس سے ثابت ہوا کہ انفرقان رجوش قلب سے ہو کہ بندہ کے آنسو جاری ہوں خصوص جبکہ کلام حضرت باری  
 شاد کو سنے اور بعض اکابر سے منقول ہو کہ کلام مجید سکر ظاہر سے بیوش ہو جاتے تھے حتیٰ کہ انکی زخمی ٹانگ کاٹ لی گئی اور انکو خیر نہوئی - اور  
 یہاں اس گروہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا حال بھی ہوا کہ حق کی معرفت سے انکو رجوش گرینے لے یا - يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا لَئِنْ  
 کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لائے فن یعنی ہم نے تیرے رسول محمد صلعم اور تیری کتاب پاک قرآن مجید کی تصدیق کی تو  
 فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ لکھ دے ہمارے نامے کے ساتھ میں یعنی ان لوگوں کے ساتھ میں جو قرار کرنے والے ہیں تیرے رسول  
 و کتاب کے صحیح ہونے کے - اور عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ مع الشاہدین اے محمد صلعم کی امت کے ساتھ میں اور وہی شاہدین  
 ہیں کہ محمد صلعم کے واسطے یہ گواہی دینگے کہ انھوں نے ہم کو اللہ تعالیٰ کی رسالت پہونچائی اور باقی رسولوں کے واسطے گواہی دینگے کہ انھوں نے  
 اپنی قوموں کو رسالت پہونچائی ہو - رواہ الحاکم وصحیح - اور واضح ہو کہ امت محمد صلعم سے اس روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں - اور ابن  
 عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ قولہ إِذَا سَمِعُوا آيَاتِ الْكِتَابِ انکا نزول اس گروہ کے حق میں ہو جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش سے نھرائی بادشاہ  
 نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے کہ تم علماء و زراہد ہو جا کر اس رسول کا کلام سنو اور اسکے اوصاف کو پہلی بشارت سے ملاؤ پس جب رسول اللہ صلعم

مواہب الرحمن  
 نے انکو قرآن مجید سنا یا تو انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور سب کے سب فوراً مسلمان ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کہا کہ  
 شاید تم اپنے ملک میں واپس جا کر اپنی قوم کے دین کی طرف پھر جاؤ تو کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین اسلام سے کبھی نہیں پھرنگے پس اللہ  
 عزوجل نے انکا یہ پوشیدہ قول وجواب باری تعالیٰ میں دعا کرتا نازل فرمایا۔ رواد الطبرانی۔ پھر مروی ہوا ہے کہ جب دو مسلمان ہو گئے  
 تو یہود مردود نے انکو عار دلایا کہ اپنا دین مٹنے چھوڑ دیا تو انکے جواب میں کہنے لگے کہ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ  
 الْحَقِّ يَكُوْنُ كَمَا هُوَ کہ ہم یقین نہ لا دین اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہو۔ یعنی ہمارے کوئی مانع نہیں اور نقیض ہو جو  
 ہو پھر کیون ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے ایمان نہ لا دین۔ حاصل آنکہ جب حق ظاہر ہو گیا تو ایمان لانا ہم پر غرور  
 ہو کوئی مانع نہیں ہو کیون نہ ایمان لا دین۔ وَلَنُطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ اور ہم آرزو کرتے ہیں کہ ہمارا  
 پروردگار ہمارے قوم صالحین کے ساتھ داخل کرے۔ یعنی مومنین کے ساتھ داخل کر دے یعنی صالحین میں ملا دے یا انکے ساتھ  
 جنت میں داخل کر دے اور غریب و سوطی رح نے کہا کہ نطیع کا عطف فوسن پر ہو پس معنی یہ ہوئے کہ ہم کیون نہ طیع کریں کہ ہمارا پروردگار  
 ہمارے قوم صالحین کے ساتھ جنت کے اندر داخل کرے۔ یہ اس واسطے کہ عطف جملہ اسمیہ و فعلیہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اس میں کوئی برائی نہیں  
 ہو جیسا کہ بعض محققین کا قول ہے۔ اور جملہ بحسب معنی حال ہو یعنی کیون ہم ایمان نہ لا دین ہو کوئی آرزو ہو کہ پروردگار تعالیٰ ہمارے قوم صالحین  
 کے ساتھ ملا دے پس جو لوگ کہ صالحین کے ساتھی ہونا نہیں چاہتے ہیں وہ البتہ ایمان نہ لا دیں گے۔ بالکل جب یہ انکی باتیں اور انکی سچی نیت  
 کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تو حضرت صلعم و صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور ان لوگوں کا ایمان زیادہ بڑھ گیا اور  
 صریح اللہ تعالیٰ نے انکے جتنی ہونے کی خبر فرمائی بقولہ۔ وَاَنَّا بَصُوْهُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا وَاجْتَبٰ جُرْمِيْ مِنْ تَحْتِ سَائِلِ الْاَنْفُسِ  
 خَلَدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے انکو انکے قول کے بدلے جات عطا فرمائیں جنکے نیچے نہرین جاری ہیں دیکھا  
 انہیں ہمیشہ رہینگے اور یہی تحسین کا ثواب ہو۔ یعنی جو لوگ ایمان لا کر مرتبہ احسان کو فائز ہوئے اور احسان ایک مرتبہ تحقیق ایمان کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ عباد  
 ایسے خلص سے ہو کہ گویا شاہد ہو۔ کائناتی اصلاح۔ اور اس بشارت کے ساتھ ہی یہود و دیگر کافروں کے وعید بھی فرما دے بقولہ۔ اَلَّذِيْ كَفَرُوْا  
 وَلٰكِنْ يَّوْمَآيٰتِيْۤ اَوْلٰئِكَ اَصْحَابُ الْجَحِيْمِ۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائی ہیں ایسے بدکار لوگ جہنم کے لوگ ہیں۔ حاصل  
 آنکہ کلام الہی و اس کے رسول کے سچ ماننے کا نتیجہ جنت دار السلام ہے اور جھوٹ ماننے کا بد انجام آگ کا مقام و عذاب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ عرائس میں ہے  
 کہ قولہ۔ اِذَا سَمِعُوا مَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ الرَّسُوْلُ اَلَا يَذْكُرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے اشارہ سے اپنے خالص بندوں کا حال بیان فرمادیا کہ خالص بندوں کا حال  
 ہوتا ہے کہ قرآن و خطاب سننے کے وقت اچھی طرح کان رکھتے ہیں پس انکی عقلیں اچھی انتباہ و کشادگی کے ساتھ کتاب مجید کے خواہد و آیات کے  
 مشاہدہ کرتی ہیں اور انکے دل اس خطاب کی حلاوت کو لیتے ہیں اور انکی روحیں جمال انبیاء علیہم السلام کو مشاہدہ کرتی ہیں اور انکے اسرار باطنہ  
 احوال و صفات کو مشاہدہ کر کے اس کے نامور و عجیب علوم غیب کے لطائف اور اک کرتے ہیں پھر اس سے خطاب فرمانے والے کے جمال کی طرف  
 شوق انکا دھڑکتا ہے پھر جب بطریق یقین وصول کے اسکے معرفت حاصل کر لیتا ہے تو اسکی الوہیت پہچان جاتا ہے اور اسکی وحدانیت بطریق ہوجاتا ہے  
 لیکن اس دیدار سے اسکا عاشق صادق ہوجاتا ہے پس اس سے اسکے جسم کو اثر ہوتا ہے اور وہ مضطرب و متپاہ ہو کر آنکھوں سے شوق کے  
 آنسو بہاتا ہے اور جگر فنا ہوتا ہے چاہتا ہے کہ روح کے اندر باقی رہے اور ذکر و یاد کی مجلس میں یہ دل بھی عشق کی آگ میں جل جاتا ہے پھر ان لوگوں  
 کی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ انکی سچی معرفت و حید کی صحیح علامت یہ پیدا ہوتی ہے کہ عشق و محبت کے آنسو انکی آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں





اطلاہ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے نمائندہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادہ سے ہیں انہیں بعض کتب اردو و فارسی و عربی کی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر و اتون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

|  |   |  |
|--|---|--|
| التفاسیر قرآنی اردو  | شمشاد ہند کا عزت کرنا واضع بیجا تھا اور   | و مغفور کامل چار جلد میں ہر حامل المتن لکھنے   |
| تفسیر قازمی۔ ترجمہ اردو و تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلد میں۔<br>تفسیر زاد الآخرت۔ نظم میں پوری تفسیر قرآن کی کمال عمدگی سے از مولوی عبدالسلام۔<br>تفسیر سورہ اذار لزلت۔ جدید الطبع۔<br>تفسیر سورہ فاتحہ۔ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔<br>تفسیر سورہ یوسف۔ مصرعہ از مولوی شرف علی۔<br>چھ سورہ مترجم۔ با ترجمہ اردو۔ | فیضی مصنف کا خزانہ و سیاہی پایا جیسا تھا<br>تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس<br>نسخہ ملاحظہ جو اس پر رقم خوشنویس نے لکھا<br>بہت عمدہ چھپا۔<br>تفسیر جلالین مع کمالین۔ بخشی جدید<br>مطبوعہ دہلی۔<br>بتیان فی اعراب القرآن۔ مؤلفہ<br>شیخ عبداللہ بن حسین عسکری محدث مفسر<br>مخوی۔ متوفی ۱۱۸۵ھ اس فن کی کوئی کتاب<br>ہند میں طبع نہ ہوئی۔ غلط فہمی سے خلافت الکشاف<br>نام درج ہو گیا ہے ساتھ میں رسالہ فتح الجبیر<br>مولانا ولی اللہ محدث دہلوی کا لگا ہوا ہے۔<br>درر النظم۔ خواص و تاثیرات آیات و<br>سورہات قرآنی مؤلفہ قاضی ابوالحسن البصری۔<br>توریت۔ بزبان عربی ترجمہ بدو ااصل کے<br>انکسے نیچے فارسی ترجمہ موجود تھا اور اردو ترجمہ<br>بصرف زر خطیر مطبع ہذا کی طرف سے اضافہ ہوا۔<br>فتح الجبیر۔ مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث<br>دہلوی مطبوعہ غیر۔ | اول عبارت عربی حدیث کی بعد چھترجہ<br>اردو میں۔<br>تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اردو و مشارق الانوار ترجمہ<br>مولوی خسرم علی۔<br>ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول<br>ترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاور پور<br>لاہوری۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع<br>نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ<br>و محدود ہیں۔<br>ایضاً۔ جلد دوم حسب مراتب بالا۔ |
| ایضاً فارسی  |   | حدیث فارسی   |
| تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ۔ شارح<br>شداول پوری تفسیر خوشخط۔<br>تفسیر اسرار الفاتحہ۔ مصنفہ ملا معین ہروی در<br>تصوف۔  |   | اشعۃ اللمعات حامل المتن۔ شرح مشکوٰۃ از<br>مولانا محدث عبدالحمید دہلوی چار جلدات میں۔   |
| ایضاً عربی   |   | ایضاً عربی   |
| تفسیر بے نقط فیضی۔ مسمی بہ سواطع الامام<br>علم کے سرکاتج لیجے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ<br>اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت<br>کیجیے عجیب صنعت جو بالکل بے نقط اسپر عجیب<br>بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و<br>جزا کی اصطلاح بے نقط۔ فرعون و قارون<br>کا نام بے نقط۔ روایت کا ترجمہ بے نقط                                    | ایضاً عربی  | بتیسرے الوصول الی احادیث جامع الاصول<br>از شیخ عبدالرحمن بن علی بنی معروف۔<br>جامع ترمذی۔ امام ابوعلیہ از صحاح ستہ<br>میں سے معروف مع رسالہ اصول حدیث جہانی<br>و سائل ترمذی جدید۔<br>قسطلافی۔ شہاب الدین قسطلانی کی شرح<br>صحیح البخاری مسمی بارشاد الساری معروف<br>بہ قسطلافی دس مہلدات میں پوری شرح  |
|  | احادیث اردو   |  |
|  | مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوٰۃ الصالح مترجمہ<br>جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم  |  |



